بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۲۰ (20)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

پارہ ۲۰

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ

اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

(۲۷۹۔ برنٹو روڈ۔ کراچی۔ فون ۷۲۳۳۳۵۴۱)

www.drhasanrizvi.com

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی

تصدیق نامہ

میں نے پاک محرم ایجوکیشن کا شائع کردہ
"امن خلق" کو حرف بحرف بغور پڑھا ہے
اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ اغلاط سے مبرا ہے

فیض احمد شاہ سعیدی
30-10-2000

۸۶/۹۲
حافظ
فیض احمد شاہ سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر

عناوین	صفحہ
اللہ کے ثواب سے مراد	۳۵۹۷
"صبر" سے مراد	"
خاص بات یہ ہے	"
قارون اور اُس کی دولت کا انجام	۳۵۹۸
درسِ عبرت	۳۶۰۰
محققین نے نتیجے نکالے	۳۶۰۱
سبق ۔ نتیجے	۳۶۰۲
فلاح کا مطلب	۳۶۰۴
نعماتِ اُخروی سے محرومی کے اسباب	"
قانونِ کلّی ۔ خدا عدل ۔ سوالات ۔ جوابات	۳۶۰۵
تفسیر اہلِ بیتؑ ۔ عام تفسیر	۳۶۰۶
وَجْهَهٗ سے مراد	۳۶۱۰
خدا کے چہرے سے مراد	"
تفسیر اہلِ بیتؑ	"
ہر شئے ہلاک ہوگی سوائے اُس کے دین کے	۳۶۱۱
تمام اشیاء کس طرح فنا ہو جائیں گی	۳۶۱۳
ایک غلط تفسیر	"
توحید کی حقیقت اور اہمیت	۳۶۱۴
چار احکامات ۔ خدا کی چار صفات	"
سورۃ العنکبوت ۲۹	
سورۃ العنکبوت کے روحانی خصوصیات	۳۶۱۵
شانِ نزول	۳۶۱۶
امتحان لینا خدا کی سنّت ہے	۳۶۱۷
امتحان کی ضرورت ۔ امتحان ذریعۂ تربیت	"

عناوین	صفحہ
خداوندِ عالم کے مقرّر کردہ امتحان کے طریقے	۳۶۱۸
یہ امتحان سب کے لیے ہے	۳۶۱۹
ایک سوال ۔ جواب	۳۶۲۰
خوف و رجا معصومؑ کی نظر میں	۳۶۲۲
رَجاء کے معنی ۔ لِقاء کے معنی	"
جہاد کے معنی ۔ جہادِ اکبر کا مطلب	۳۶۲۳
جہاد کی حقیقت ۔ جہاد کا فائدہ	۳۶۲۵
جہاد یا مجاہدہ کے معنی	"
ایمان اور اعمالِ صالح سے مراد	۳۶۲۶
ایمان اور اعمالِ صالح کے دو نتائج	۳۶۲۷
برائیاں دور کرنے سے مراد	"
خداوندِ عالم کا ارشاد	"
ماں باپ کا حق	۳۶۲۹
آیت کے آخری الفاظ	۳۶۳۰
قانونِ کلّی ۔ نتیجہ	"
والدین کی اطاعت کی حد	۳۶۳۱
اوّلین اور حقیقی معنی میں صالحین	۳۶۳۳
منافقین کا ذکر	"
خداوندِ عالم کا ارشاد	"
نتیجے ۔ ۲-۳-۴-۵-۶	۳۶۳۴
شانِ نزولِ آیت	"
کافروں کے کہنے کا اصل مطلب	۳۶۳۷
حضرت نوحؑ کی نافرمان قوم کی تباہی،	۳۶۳۹
اور فرماں برداروں کی نجات کا ذکر	"

www.drhasanrizvi.com

د

عناوین	صفحہ
حضرت نوحؑ کا قصّہ	۳۶۴۰
محققین نے لکھا۔	۳۶۴۱
عبرت اور نشانی	″
حضرت ابراہیمؑ کے دلائل	۳۶۴۳
تفسیرِ صوفیانہ	۳۶۴۶
رحمت اور عذاب کا مسئلہ	″
اب خدا کا فرمانا	″
رحمتِ خدا سے مایوسی کفر ہے	۳۶۴۸
حضرت ابراہیمؑ کے قصّہ میں	۳۶۴۹
حضرت ابراہیمؑ کے معقول ترین دلائل	۳۶۵۰
خدا کا فرمانا؛	″
حضرت ابراہیمؑ کیا، ہر نبیؑ اور ہادیٔ برحق کے ساتھ قوموں کا سلوک	″
عرفاء نے نتیجہ نکالا	۳۶۵۱
حضرت ابراہیمؑ کے فرمانے کا مطلب و مقصد	۳۶۵۲
جن کو خدا مان کر عبادت کی جاتی رہی	
ہجرت کرنا سنّتِ انبیاءؑ و اولیاءؑ ہے	۳۶۵۴
حضرت ابراہیمؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا	۳۶۵۵
بس اُن پر لوطؑ ایمان لائے	″

عناوین	صفحہ
چار نعمتیں جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئیں	۳۶۵۶
سوال یہ ہے کہ،	۳۶۵۸
حضرت ابراہیمؑ پر خدا کے احسانات	″
حضرت ابراہیمؑ کی مشکلات	″
آیت میں حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر ہے۔	۳۶۵۹
حضرت لوطؑ کی قوم کی بُری عادتیں	۳۶۶۰
حضرت لوطؑ کا قصّہ	۳۶۶۳
عرفاء نے نتیجہ نکالا	۳۶۶۴
″ ″ ″	۳۶۶۶
حضرت لوطؑ کی قوم پر شدید عذاب یہ تھا	۳۶۶۸
روزِ آخرت کے اُمیدوار رہو	۳۶۶۹
حضرت شعیبؑ کو اُن کی اُمت کا بھائی اِس لئے کہا	″
آیت ۳۸ کے آخری الفاظ کا مطلب	۳۶۷۰
مُستبصرین کے معنی	۳۶۷۱
سرکش اور نافرمانوں کا انجام۔ عبرتیں و اسباق	۳۶۷۴
مکڑی کے کمزور جالے کی طرح کمزور اُمیدگاہیں	۳۶۷۵
خداوندِ عالم کا ارشاد۔ عقل کا معیار	۳۶۷۸
خداوندِ حکیم کا ہر کام برحق ہوتا ہے	۳۶۷۹
قرآن مجید کے ارشادات	۳۶۸۰
عرفاء نے نتیجہ نکالا	″
آیت ۴۴ کا مفہوم	۳۶۸۱

بحمد اللہ

آج شبِ شنبہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء / ۹ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ کو
اِس پارے کی فہرست مکمّل ہوئی۔ کاتب جعفر

فہرست پارہ نمبر ۲۰

عناوین	صفحہ
توحید پر اتمام حجت	٣٤٤٦
آیت ۶۲ حضرت امام مہدی ؑ کے بارے میں اتری	٣٤٤٩
مبدء و معاد پر خدا کا تصرف ہے	٣٤٥٢
خدائے تعالیٰ آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے	٣٤٥٣
توحید کے اہم نکات	"
غیب کا علم صرف خدا کو ہے	٣٤٥٥
منکرین کی جہالت کی تین نشانیاں	٣٤٥٧
عبرت کا مشورہ دیا گیا ہے	٣٤٥٨
جنابِ رسولِ خدا کی مخلوقِ خدا سے محبت	"
خدا کا علم لامحدود و وسیع ترین ہے	٣٤٦٢
کتاب مبین سے مراد	"
قرآن نے اختلاف دور کر دیا	٣٤٦٣
قرآن بائیبل سے نہیں لیا گیا	"
روحیں سنتی اور بولتی ہیں	٣٤٦٧
دآبۃ الارض سے مراد	٣٤٦٨
آیت ۸۳ رجعت کے بارے میں ہے	٣٤٧٠
صور میں نفخ	٣٤٧٣
صور کا پھونکنا اور قیامتِ صغریٰ کا منظر	٣٤٧٤
روزِ قیامت پہاڑ اڑیں گے	٣٤٧٧
"حسنہ" سے مراد اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں	٣٤٧٨
خانۂ کعبہ کی حرمت	٣٤٨٠
الحمد للہ کہنا چاہیے	٣٤٨١
* سورۃ القصص ۲۸ کی خصوصیات	٣٤٨٢
طٰسٓمٓ کے معنی و مراد	٣٤٨٤
بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم	٣٤٨٦
بنی اسرائیل پر مظالم کیوں ہوئے؟	٣٤٨٨
مستضعفین کی عالمگیر حکومت	٣٤٩٠
اَوۡحَيۡنَا سے مراد	٣٤٩٢
حضرت موسیٰ ؑ کی والدہ کا نام	٣٤٩٣
حضرت موسیٰ ؑ کی ولادت کے بعد	"
حضرت موسیٰ ؑ اپنی ماں کی آغوش میں	٣٥٠١
حکم اور علم میں فرق ہے	٣٥٠٤
فرعون کی داڑھی موسیٰ ؑ کے ہاتھ میں	٣٥٠٥
حضرت موسیٰ ؑ، ان کے شیعہ اور قبطی کا قصّہ	٣٥٠٦
غفلت کا وقت	"
حکّامِ جور کے مددگار علماء کے لیے تنبیہ	٣٥٠٧
آیت میں ظلم سے مراد	٣٥١٠
مومنِ آلِ فرعون کا ذکر	٣٥١٣
حضرت موسیٰ ؑ کی مصر سے مدین کی طرف روانگی	٣٥١٥
نیک عمل سے بھلائیوں کے باب کھل جاتے ہیں	"

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
حضرت موسیٰؑ کی مدین کے شہر میں آمد	۳۵۱۵
حاجت پوری کرنا دس حجوں کا ثواب ہے	۳۵۱۷
حضرت موسیٰؑ کی حضرت شعیبؑ کے پاس آمد	۳۵۱۸
اسباق	۳۵۲۰
اِس زمانے میں نکاحِ اجارہ جائز نہیں	۳۵۲۱
حضرت موسیٰؑ کا نکاح	۳۵۲۳
حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ کی خدمت کیوں کی ؟	〃
حضرت موسیٰؑ کی مدین شہر سے روانگی	۳۵۲۵
حضرت موسیٰؑ کی کوہِ طور پر آمد	۳۵۲۷
حضرت موسیٰؑ کا عصا	۳۵۲۸
معجزہ تمام تر خدا کا فعل ہوتا ہے۔	〃
جان کے معنی	〃
حضرت موسیٰؑ کو معجزوں کی عطا	۳۵۲۹
حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے ایک مددگار کی فرمائش کی	۳۵۳۱
اور آنحضرتؐ نے بھی ایک مددگار کی فرمائش کی	〃
حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں کیسے پہنچے	۳۵۳۳
تکبر صرف خدا کا حق ہے	۳۵۳
فرعون کا تکبر	۳۵۳۹
ظالم اور متکبر کا انجام	۳۵۴۰
فرعون کی حماقتیں	〃
برائیوں کی طرف بلانے والے امام	۳۵۴۱
نتیجہ اور حاصلِ کلام۔ ایک سوال اور جواب	۳۵۴۲
ائمۂ نور - اور - ائمۂ نار	〃

عناوین	صفحہ
پیغمبروں کو بھیجنے کی وجہ	۳۵۴۹
حق کو نہ ماننے کے ہزاروں بہانے	۳۵۵۰
شانِ نزول آیت ۴۸	۳۵۵۱
گمراہی کا اصل سبب خواہش پرستی ہے	۳۵۵۶
شانِ نزول آیت ۵۲	۳۵۵۸
غلط فہمی کا ازالہ	〃
مومنین کا طریقہ	۳۵۶۲
جناب رسولِ خداؐ کے محافظ پر اتہام	۳۵۶۳
ہدایت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے	۳۵۶۵
اب ایک سوال ؟ روحِ مفہوم۔ نتیجہ	۳۵۶۹
روزِ قیامت بھی تبرا بازی ہوگی	۳۵۷۴
خدا نے خلق اور اختیار کو اپنا فعل قرار دیا ہے	۳۵۷۸
نفئ شرک کی توضیح	۳۵۸۱
دن اور رات - دو نعمتوں کا ذکر	۳۵۸۳
گواہ سے مراد	۳۵۸۵
خدا کے ارشاد فرمانے کا اصل مقصد	۳۵۸۶
قارون کا قصّہ	۳۵۸۷
حضرت موسیٰؑ نے تین ظالم طاقتوں کے خلاف جہاد کیا تھا	۳۵۸۸
قارون کی آمدنی کا ذریعہ	۳۵۸۹
نصیحتیں	۳۵۹۰
قارون کے قول پر قرآن کا جواب	۳۵۹۲
مجرم اور مذنب میں فرق	۳۵۹۴
قارون نے اپنی دولت کی نمائش کی	۳۵۹۵
سعادتِ ابدی علمِ حقیقی اور عمل پر منحصر ہے	۳۵۹۶

www.drhasanrizvi.com

اَمَّنْ خَلَقَ پارہ ۲۰

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (۶۰) وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور
وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ زمین کو پیدا کیا؟ اور تمہارے لیے
مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا آسمان سے پانی برسایا؟ پھر اس سے
بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ خوبصورت، بارونق اور پربہار باغات اگائے،
مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا جن کے درختوں کو اگانا تمہارے بس
شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ کی بات نہ تھی؟ کیا اللہ کے ساتھ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ۶۰ دوسرا معبود (خدا) ہے جو ایسے
کام کرسکتا ہے)؟ (نہیں) بلکہ یہی لوگ ہیں جو سیدھے راستے سے ہٹتے ہی
چلے جارہے ہیں۔

توحید پر اتمامِ حجت

جب سرے سے درختوں کا اُگانا تک تمہارے بس کی بات نہیں، تو بھلا اُن میں پھول، پھل لانا تمہارے بس کی بات کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر زمین و آسمان کا پیدا کرنا، بارش برسانا وغیرہ یہ سارے کام تم کیسے انجام دے سکتے ہو؟

غرض یہ سارے کام صرف اللہ ہی نے انجام دیے ہیں۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

★ خداوندِ عالم کا ارشاد فرمانا: "درختوں کا اُگانا تمھارے بس کی بات نہ تھی۔"

یعنی: کاشتکاری ہو یا باغبانی، اس ساری صنعت میں انسان بہت سے کام انجام دے ہی نہیں سکتا۔ مثلاً (۱) زمینی صلاحیت پیدا کرنا (۲) مٹی کو قوتِ نمو دینا (۳) بارش کا برسانا (۴) بارش کے قطروں میں قوتِ نمو، (۵) ذراسے بیج میں یہ قوت کہ سخت زمین کے سینے کو پھاڑ کر نرم کونپل کا باہر نکلنا، اور (۶) زمین سے اپنی ضرورت کے تمام اجزاء حاصل کرنا (۷) سورج سے اپنی نشوونما کے لیے خراج وصول کرنا، (۸) کھاد اور پانی میں پیداواری صلاحیتیں ہونا۔ یہ تمام چیزیں کس نے پیدا کردیں؟ (سبحان اللہ) کیا یہ سارے کام انسان کے بس کی بات ہوسکتے ہیں؟

★ ...... (تفسیر ماجدی)

★ پھر آخر میں خداوندِ عالم کا ارشاد فرمانا کہ: "یہ کیسے (احمق) لوگ ہیں کہ اس قدر قدرتِ خدا کے کرشموں کو دیکھ کر بھی خدا کے مقابلے پر دوسروں کو خدا کا مدِ مقابل ٹھیرائے چلے جارہے ہیں۔"

یہاں پر خداوندِ عالم نے "یَعۡدِلُوۡنَ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اگر یہ لفظ "عدول" کے مصدر سے مانا جائے تو اس کے معنی "حق سے منحرف ہونے" کے ہیں۔

★ ...... (تفسیر علی بن ابراہیم، شاہ ولی اللہ)

★ اگر "یَعۡدِلُوۡنَ" کو عدل کے مصدر سے مانا جائے، تو پھر اس کے معنی "عدیل" یعنی ہمیشہ اور برابر کے قرار دیے جائیں گے۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "وہ ایسے (احمق) ہیں کہ (خدا کا) مدِ مقابل یا برابر تجویز کرتے ہیں۔ (ایسے احمقوں کو حماقت کا سب سے بڑا تمغہ ملنا چاہیے۔)

★ ...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر تبیان، فصل الخطاب، تفسیر کبیر امام رازی)

★ "حَدَآئِقَ" حدیقہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ایسے باغ کے ہیں جس کے چاروں طرف دیوار کھنچی گئی ہو اور جو بالکل محفوظ ہو جیسے آنکھ کا حدقہ (ڈھیلا) پلکوں کے پپوٹوں کے درمیان محفوظ ہوتا ہے۔

★ ...... (تفسیر کبیر امام رازی)

حاصلِ مطلب	یہ ہے کہ: "خدائے برحق کے علاوہ یہ سارے کے سارے انتظامات کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔" (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَا أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

(۶۱) وہ کون ہے جس نے زمین کو تمہارے رہنے کی جگہ بنایا، اور اُس میں بیچ بیچ میں نہریں بہادیں، اور اُس کے (قرار) کے لیے بوجھل پہاڑ بھی پیدا کردیے۔ نیز دو (کھارے اور میٹھے) دریاؤں کے درمیان پردے (حدِ فاصل) بنادیے۔ (جو ایکدوسرے کو خلط ملط نہیں ہونے دیتے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود (ان کاموں میں شریک ہوسکتا) ہے؟ (نہیں) بلکہ اُن میں کے اکثر لوگ علم ہی نہیں رکھتے۔ (یا) سمجھتے ہی نہیں۔

★ اِس آیت میں بھی یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ: کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تھر تھراتی زمین کو انسان کے لیے رہنے کی جگہ بنا سکے۔؟ زمین پر وزنی پہاڑ قائم کر کے اُس کو ساکن بنا سکے۔؟

غرض اِس آیت میں خدا نے اپنی رحمتوں کو بیان فرمایا ہے کہ (۱) زمین کا پُر سکون ہونا۔ (۲) پہاڑوں کا زمین پر قائم ہونا، (۳) کڑوے اور میٹھے پانیوں کا الگ الگ رہنا بھی خدا کی بڑی نعمت اور قدرت ہے۔ اِس سے زراعت کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ (۴) پھر میٹھے پانی کی نہروں کا جاری کرنا، جو ہریالی اور غذاؤں کو پیدا کرتی ہیں، کیا اِس قسم کا چھا ُلا منضبط نظام خدا کے سوا کوئی اور پیدا کرسکتا ہے؟ کیا اِس نظام میں بتوں کا کوئی حصّہ ہوسکتا ہے؟ لیکن اکثر لوگ بے عقلی سے سمجھتے ہی نہیں۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ (۶۲) کون ہے جو مضطرب اور پریشان[a]
اِذَا دَعَاهُ وَ یَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ کی دعا، یا فریاد کو سنتا اور قبول کرتا
وَ یَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ہے، اور اُس (پریشان) کی تکلیف
ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا کو دور کردیتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے
تَذَكَّرُوۡنَ ؕ (۶۲) اور (کون ہے جو) تمھیں زمین میں ایک

دوسرے کی جگہ پر لاتا رہتا ہے؟ (یا) اور (کون ہے جو) تم کو زمین میں صاحبِ تصرّف بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (جو یہ کام کرسکے؟) تم لوگ بہت کم سوچتے سمجھتے اور غور کرتے ہو۔

★ [a] فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین ؑ کے حوالوں سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"یہ آیت (حقیقی اور اوّلین معنی میں) امام مھدی، قائمِ آلِ محمدؑ کے بارے میں اُتری ہے۔ خدا کی قسم! وہی مضطر (بے چین اور بے قرار) ہوں گے، جب وہ مقامِ ابراہیمؑ پر آکر دو رکعت نماز پڑھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا قبول فرمائے گا (اور اس کے بعد اُن کا ظہور ہوگا) اور سب سے پہلے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے حضرت جبرئیلؑ ہوں گے، پھر ۳۱۳ مرد اُن کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

(کاش اُن میں ہم بھی شامل ہوں) (تفسیر صافی ص۳۰۳، تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

★ جب عالم اسباب کے تمام دروازے انسان پر بند ہو جاتے ہیں، اور وہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے، تب خدا ہی انسان کی مشکلات کو حل کرتا ہے، مایوسیوں کو دور کرتا ہے، اُمید کی کرن دلوں میں روشن کرتا ہے، اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کوئی اور نہیں۔ یہ حقیقت فطری احساس کے طور پر ہر انسان کے دل میں پائی جاتی ہے "حتیٰ کہ بت پرست بھی جب سمندر کی بے رحم موجوں میں گھر جاتے ہیں تو سارے بناوٹی خداؤں کو بھول کر صرف اور صرف اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں، پھر جب وہ سمندر کی مہیب لہروں سے نجات دے کر اُن کو خشکی میں پہنچا دیتا ہے تو وہ (بت پرست) شرک کرنے لگتے ہیں۔"
(سورۃ عنکبوت ۲۹ آیت ۶۵ پ ۲۱)

★ نہ صرف خدا مشکلات کو دور کرتا ہے، بلکہ تمھیں زمین کا خلیفہ یعنی متصرّف بھی قرار دیتا ہے پھر بھی تم خدا کے ساتھ کسی اور کو خدا مان رہے ہو، تم لوگ واضح دلیل کے باوجود نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

★ خلفاءِ ارض سے ساکنانِ زمین مراد ہیں یعنی خدا نے انسان کو زمین پر تصرّف حاصل کرنے اور اُس کو استعمال کرنے کی طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

★ پھر جب انسان لاچار ہو کر خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور خداوندِ کریم اُس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے، اِس سے انسان کی خلافتِ عمومی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔
★ ...... (تفسیر نمونہ)

★ اِس آیت میں مشرکین کو سخت تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی لاچار اور مجبور ہو کر صرف خدائے واحد ہی کو پکارتے ہو، اور اپنے گھڑے ہوئے جھوٹے خداؤں کو خود بھول جاتے ہو، اُس وقت کی فطرت اور ضمیر کی شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں نہیں یاد رکھتے؟ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَٰتِ (۶۳) الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ تَعَٰلَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۳﴾

کون ہے جو خشکی اور سمندروں کے اندھیروں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے؟ اور جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے؟ کیا کوئی اور معبود ہے اللہ کے ساتھ (جو یہ کام کر سکے)؟ بہت بلند و بالا ہے خدا کی ذات اُس شرک سے جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

★ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ کیا وہ خدا بہتر ہے جو تمھیں سمندروں اور صحراؤں کی تاریکیوں میں ستاروں کے ذریعہ راستے کی ہدایت کرتا ہے، اور جو اپنی رحمت کو ہواؤں کی شکل میں بھیجتا ہے وہ ہوائیں جو بارش برسنے سے پہلے بارش کی خوشخبریاں دیتی ہیں۔ یہ ہوائیں صرف خدا ہی بھیج سکتا ہے اور وہ خدا کی رحمت کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتی ہیں، یہی ہوائیں خشک اور پیاسی زمینوں کو سیراب کرتی ہیں۔ زمینوں کو حیاتِ نو بخشتی ہیں، رحمتِ خدا اور خوشیوں کو پھیلاتی ہیں۔

آیت کے آخر میں مشرکوں سے کہا جا رہا ہے کہ: "کیا خدا کے ساتھ اِن کاموں میں کوئی شریک ہے"؟ پھر فرمایا گیا ہے کہ "اللہ اس بات سے بلند و برتر ہے کہ اُس کا کوئی شریک قرار دیا جائے"۔

٭ ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ۶۴

(۶۴) (اور) وہ کون ہے جو مخلوق کو پیدا کرنے کی ابتداء کرتا ہے؟ اور پھر اُن کو دوبارہ بھی (موت کے بعد) اُٹھائے گا اور کون تمھیں آسمان اور زمین سے روزی عطا کرتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (جو اِن کاموں میں حصّہ دار بن سکے)؟ (اِن سے) کہدو کہ لے آؤ اپنی کوئی دلیل، اگر تم سچّے ہو۔

مبدء و معاد پر خدا کا تصرّف ہے

اِس آیت میں خداوندِ عالم نے مبدء و معاد کو بیان فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ: کیا تمھارے وہ گھڑے ہوئے خدا بہتر ہیں جو کچھ بھی نہیں کرسکتے؟ یا وہ خدا بہتر ہے جس نے خلقت کو شروع کیا ہے اور پھر اپنی مردہ مخلوق کو دوبارہ بھی زندہ کرے گا؟ پھر وہ خدا جو تمھیں روزی بھی عطا کرتا ہے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی۔ کیا پھر بھی تم خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو شریک بنائے چلے جارہے ہو؟ اگر اب بھی تمھارا یہی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ہے تو اُس کی دلیل لے آؤ۔

اِس آیت میں خاص طور پر معاد یعنی انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اِس لیے کہ ہر آغاز انجام کا متقاضی ہوتا ہے۔ غرض آیات کا رُخ مشرکین کی طرف ہے۔ یہ تمام سوالات دلیل کے طور پر ہیں۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

خدائے تعالےٰ آسمان وزمین سے روزی دیتا ہے

خداوندِ کریم کے آسمان سے روزی دینے کا مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم آسمان کی بلندیوں سے بارش کا پانی برساتا ہے، سورج سے روشنی بھیجتا ہے جس سے فصلیں پکتی ہیں۔ مستقبل میں ممکن ہے کہ دوسرے سیاروں سے بھی روزی ملنے کے دروازے کھل جائیں (انشاء اللہ) (تفسیر بیان، فصل الخطاب)

★ اور زمین سے روزی دینے کے معنی نباتات کا اُگنا۔ (علاوہ ازیں زمین سے نکلنے والی تمام معدنیات مثلاً لوہا، سونا، چاندی، تانبا، پیتل اور نمک، تیل، گیس وغیرہ) ★...... (تفسیر کبیر)

★ ضمنی طور پر یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ آسمان سے رزق سے مراد بارش، سورج کی روشنی، اور زمین کے رزق سے مراد نباتات اور مختلف غذائیں اور اناج ہیں۔ (تفسیر کبیر)

★ قرآن کئی جگہ اپنے مخالفین سے عقلی دلائل ان الفاظ میں طلب کرتا ہے۔ مثلاً

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥ (سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۱۱۱)

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥ (سورۃ النمل ۲۷، پ ۲۰ آیت ۶۴)

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ (سورۃ القصص ۲۸ آیت ۷۵) پ ۲۰

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقلی دلیل مانگی ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ "بُرْهَان" ایسی محکم دلیل کو کہتے ہیں جس میں ہمیشہ سچائی پائی جائے۔ ★...... (امام راغب)

توحید کے اہم نکات (از آیت ۵۹ تا ۶۴) کا خلاصہ

★ اللہ سبحانہٗ نے اپنے کمالِ لطف سے اِتمامِ حجت کے طور پر اپنی توحید پر اس رکوع میں آیت ۵۹ سے آیت ۶۴ تک کافی روشنی ڈالی ہے۔ اور اِن آیاتِ مجیدہ میں کائناتی اُمور میں سے پندرہ ۱۵ اہم افعال کا ذکر فرمایا ہے کہ اِن سب کو ہم نے انجام دیا ہے، اور اس امر میں میرا کوئی شریک نہیں۔ (اور آخری آیت ۶۴

www.drhasanrizvi.com

ہیں مشرکوں سے دلیل بھی لے آنے کو فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل و برہان پیش کرو۔ پندرہ افعال یہ ہیں:

(۱) آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا (۲) آسمان سے پانی برسانا۔

(۳) سبزیوں اور باغات وغیرہ کو اُگانا۔ اِن تین اوصاف کے بعد فرمایا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللهِ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ ہے۔ یعنی اِن کا فاعل صرف میں ہوں۔

(۴) زمین کو ٹھہرنے کے قابل بنانا۔ (۵) دریاؤں اور نہروں کا پیدا کرنا

(۶) پہاڑوں کا پیدا کرنا (۷) دو پانیوں (تلخ اور شیریں) کے درمیان پردہ قائم کرنا

(۸) مصیبت زدوں کی فریادوں کو سننا اور قبول کرنا۔

(۹) صاحبانِ مصیبت کی پریشانیوں کو دور کرنا اور مشکلیں آسان کرنا۔

(۱۰) زمین پر نسل کے بعد نسل کو تصرّف دینا اور گذشتگان کا خلیفہ بنانا۔ اِن تین صفتوں کو بیان فرما کر پھر چیلنج کیا کہ کوئی دوسرا اِلٰہ ہے جو مصیبت زدگان کی فریادوں کو سنے اور اُن کی حاجت روائی، مشکل کشائی کرے، اور زمین پر تمہاری نسل کو قائم رکھے۔؟

(۱۱) بحر و بر، سمندروں اور خشکی کی تاریکیوں میں ہدایت کرنا۔

(۱۲) بارانِ رحمت سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا لانا جن میں بارش کی خوشخبری موجود ہو۔ پھر اِن دو صفتوں کے بعد چیلنج کو دہرایا کہ کوئی ہے اور اِلٰہ جو یہ کام کر سکے۔

(۱۳) مخلوق کا ابتداءً پیدا کرنا۔ (۱۴) دوبارہ زندہ کر کے اُٹھانا۔

(۱۵) آسمان و زمین کے وسائل سے رزق دینا۔ اِن اوصاف کا ذکر کر کے پھر چیلنج کیا کہ کوئی دوسرا اِلٰہ ہے جو یہ کام کر سکے۔ یعنی جو بھی اِن کی نسبت اللہ کے سوا کسی اور کی طرف دے، گویا اُس نے اُس کو اللہ کا شریک قرار دیا۔ حالانکہ اِن اُمور میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور پھر اِن پندرہ اوصاف و افعال کے بعد اِن میں شریک کی نفی فرمائی پھر اعلان فرمایا: اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي (۶۵) اُن سے کہدو کہ اللہ کے سوا
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں کوئی "غیب"
الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا (یعنی) تمام چھپی ہوئی باتوں کو نہیں
يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ جانتا، اُن کو یہ تک خبر نہیں کہ وہ کب
اُٹھائے جائیں گے؟

غیب کا علم صرف خدا کو ہے

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب صرف اور صرف خدا سے تعلّق رکھتا ہے، خدا کا ذاتی علم ہے، خدا سے مخصوص ہے۔

اب جو دوسرے افراد علمِ غیب جانتے ہیں وہ خدا ہی کی عطا ہوتی ہے۔ لیکن قیامت کی تاریخ کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اور نہ خدا نے کسی کو عطا فرمایا ہے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم کو بلا بتائے سب کچھ معلوم ہے جبکہ کوئی دوسرا ایسا نہیں کہ بغیر بتائے سب کچھ جانتا ہو۔ ★ (تفسیر ماجدی)

★ یعنی انسان اپنے ذرائعِ معلومات سے ان باتوں کو کسی طرح سے معلوم نہیں کرسکتا۔ ان باتوں کا علم خدا نے چھپا رکھا ہے۔ اب خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے، اپنے مخفی علم میں سے کچھ حصّہ عطا فرمادیا کرتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ ایک دن حضرت امام علیؑ نے بعض ایسی باتیں بتائیں جو ابھی تک ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ کسی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا آپؑ کو علمِ غیب عطا کیا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ علمِ غیب نہیں ہے، یہ باتیں صاحبِ علم سے سیکھنے پر موقوف ہیں۔ علمِ غیب تو قیامت کا علم ہے۔ خدا نے اس کے سوا اپنے نبیؐ کو سب علم عطا فرمادیا، اور انھوں نے وہ مجھے سکھا دیا ہے۔ (صافی ۳/۳) بحوالہ نہج البلاغہ

www.drhasanrizvi.com

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى (۶۶) بلکہ رفتہ رفتہ آخرت کی منزل میں جاکر
الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ کہیں انھیں اس کا پورا علم ہوگا۔ حالانکہ
مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ (ابھی تو یہ اس وقت ہی کے بارے میں ع ۵
شک میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ اس وقت
کی طرف سے اندھے (بنے ہوئے) ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا (۶۷) اور (حد تو یہ ہے کہ) اب یہ کافر ابدی
كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا حقیقتوں کے منکر کہتے ہیں: "کیا جب
لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں
گے، تو ہمیں واقعی (قبروں سے) نکالا جائے گا؟

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ (۶۸) ایسے (جھوٹے) وعدے ہم سے، اور ہم سے
وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ پہلے ہمارے باپ داداؤں سے بہت کیے جا چکے
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ ہیں۔ یہ سب کچھ بھی تو نہیں ہے سوائے
اگلے (گذشتہ) لوگوں کے بے سند قصے، کہانیوں اور افسانوں کے۔

www.drhasanrizvi.com

منکرین کی جہالت کی تین نشانیاں

آیت ۶۶، ۶۷، ۶۸ کی تشریح:

اِن آیات میں منکرینِ حق (کافروں) کی جہالت کی تین نشانیاں بتائی گئی ہیں۔

(۱) اُن کا انکار اور اعتراض اِس بناء پر ہے کہ وہ آخرت کو نہیں جانتے۔ اب جس نے حقیقت کو سمجھا ہی نہیں وہ افسانہ طرازیوں کے سوا کیا کرسکتا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ وہ آخرت کے وجود ہی میں شک و شبہ کرتے ہیں۔ اِسی لیے قیامت کے آنے کی تاریخ کا سوال کرتے ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ آخرت کے دلائل کی کمی نہیں، مگر وہ توحید اور معاد (یعنی دوبارہ زندہ اُٹھائے جانے) پر غور ہی نہیں کرتے۔ یعنی میں نہ سمجھوں اور میں نہ مانوں پر اَڑے ہوئے ہیں۔ اب جو غور ہی نہ کرے، اُس کو کیسے سمجھایا جاسکتا ہے؟

(تفسیرِ نمونہ) ...... ٭

٭ سورۃ الملک[۶۷] میں دوزخیوں کے لیے فرمایا گیا ہے کہ جب وہ جہنم میں داخل کیے جائیں گے تو یہ کہہ رہے ہوں گے: "وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ (سورۃ الملک[۶۷] آیت ۱۰-۱۱ پ ۲۹)

یعنی: "اور وہ کہیں گے کہ اے کاش ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے پس اصحابِ دوزخ کے لیے تباہی ہے۔"

٭ بار بار اپنے اسی سوال کو کافر دہراتے رہے کہ مٹی ہونے کے بعد ہمیں کیوں کر دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ یہی باتیں ہمارے باپ دادا بھی سنتے آئے ہیں۔ اور یہ تو پرانی کہانیاں ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ اور اُن کو بار بار یہی جواب دیا گیا کہ جو ذات ایجاد پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہا اولیٰ قادر ہے۔ جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا، وہی دوبارہ زندہ کرکے تم کو اُٹھائے گا۔

(تفسیر انوار النجف) ...... ٭

www.drhasanrizvi.com

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ (۶۹) کہدو ذرا زمین پر چل پھر کر تو
فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ دیکھو کہ (تم جیسے) گناہگار مجرموں کا
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۶۹﴾ کیا حشر اور کیا انجام ہو چکا ہے؟
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا (۷۰) اور (اے رسولؐ!) آپؐ اِن لوگوں
تَكُن فِي ضَيْقٍ مِّمَّا کے حال پر بالکل رنجیدہ نہ ہوں
يَمْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ اور نہ ان کی باتوں پر دل تنگ ہوں۔

عبرت کا مشورہ دیا گیا ہے

اے کافرو! تم سے پہلے کے لوگوں اور تمہارے آباء واجداد کو بھی یہ خبریں دی گئی تھیں، تو اُنھوں نے بھی انبیاء کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تھا، پھر دیکھ لو کہ اُن کا حشر کیا ہوا۔ (جاؤ اور اُن کے تباہ و برباد شدہ محلوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو) اب اگر تم نے بھی اُنہی کی طرح حق کا انکار کیا، تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ ...... (جلالین)

رسولِ خداؐ کی مخلوقِ خدا سے محبت

کیوں کہ جنابِ رسولِ خداؐ کو اپنی شرافت کی وجہ سے مخلوقِ خدا سے بے پناہ محبت تھی، اس لیے آپؐ کافروں کی گمراہی پر رنجیدہ ہوتے تھے۔ اس لیے خدا نے آنحضرتؐ سے ارشاد فرمایا کہ آپؐ ان احمقوں، حق دشمنوں کا غم نہ کھائیں۔

دوسرا غم یہ تھا کہ اِن اسلام دشمنوں کی دشمنی سے اسلام کی ترقی رک جائے گی۔ اس لئے خدا نے فرمایا کہ:
"ہم خود اسلام کی حفاظت کے ضامن ہیں، آپؐ غم نہ کریں۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ (۷۱) اور اب تو وہ یہ پوچھتے ہیں کہ

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝۷۱ "تمہارا وہ (قیامت یا عذاب کا) وعدہ

کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو"۔

قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ رَدِفَ (۷۲) کہدیجیئے: "کچھ عجب نہیں کہ اُس

لَكُم بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ۝۷۲ (عذاب) کا کچھ حصّہ تو تمہارے بالکل ہی

نزدیک آگیا ہو، جس کے آنے کی تم جلدی

مچارہے ہو"۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ (۷۳) اور حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا

عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ پالنے والا مالک تمام لوگوں پر بڑا

أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝۷۳ فضل وکرم کرنے والا ہے (کہ ایسی

ایسی جسارتوں اور بدتمیزیوں کے باوجود اُن کو اصلاح کی مہلتیں اور نعمتیں

مسلسل دیئے ہی چلا جارہا ہے) مگر اِس باوجود اُن کے اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے۔

ف۱ "وَيَقُولُونَ" یہ جھوٹوں کا دستور ہے کہ ایک سوال کو چھوڑ کر دوسرا پھر تیسرا شروع کر دیا، پھر کہنے لگے کہ اچھا تم جس عذاب

www.drhasanrizvi.com

کی خبر ہم کو سناتے ہو وہ کب آئے گا۔؟

خداوندِ عالم نے فرمایا: جس عذاب کی تم جلدی مچاتے ہو اُس میں بعض کو تو عنقریب چکھ لوگے اور باقی دائمی عذاب بعد میں ہوگا۔ "قریبی عذاب سے مراد جنگِ بدر میں قتل و قید کا عذاب ہے۔

*..... (تفسیر انوار النجف)

آیت ۷۰ کی تشریح:

★ جناب رسولِ خداؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپؐ کافروں کی احمقانہ باتوں پر غمزدہ نہ ہوں اس لیے کہ (۱) آپؐ حق پر ہیں۔ (۲) ہم آپؐ کے ناصر اور حامی ہیں۔ (۳) یہ حق دشمن ضدی لوگ ہیں اس لیے آپؐ ان کی زیادہ پرواہ نہ فرمائیں۔

اس پر اُن احمقوں نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو عذابِ الٰہی کا وعدہ کب پورا ہوگا؟

جواباً فرمایا گیا کہ "جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اُس کا کچھ حصہ شاید تمہارے آس پاس ہی ہو۔ تم عذاب کی جلدی کر کے خود اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہو، خود اپنے اوپر رحم نہیں کھا رہے ہو؟ آخر خدا کا عذاب نے کوئی مذاق نہیں ہے جبکہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

*...... (تفسیر نمونہ)

آیت ۷۲ کی تشریح:

"ردف" کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنے کے ہیں۔ اِسی لیے گھوڑے پر جو شخص کسی سوار کے پیچھے بیٹھتا ہے اُس کو "ردیف" کہتے ہیں۔ اِس لیے اُن چیزوں کو بھی ردیف کہتے ہیں جو ایکدوسرے کے پیچھے ہوتی ہیں۔ (جیسے شعر میں آخری لفظ کو ردیف کہتے ہیں) *... (امام راغب)

——— * اس کا مطلب یہ ہے کہ "عذاب بس تمہارے پیچھے پیچھے لگا ہوا ہے۔

★ اِس عذاب سے مراد (۱) جنگِ بدر کا عذاب ہے جس میں ستّر کافر سردار قتل ہوئے اور ستّر گرفتار ہوئے
(۲) یہ احتمال بھی ہے کہ اِس سے مراد عمومی عذاب ہو۔ جو حضورؐ کے وجود کی وجہ سے اُن سے ہٹا لیا گیا ہو۔

*...... (تفسیر نمونہ)

★ پھر یہ خدا کا فضل و کرم ہے کہ تم پر عذاب نہیں کر رہا ہے اور تمھاری تمام حق دشمنیوں کے باوجود تمھیں مہلتوں پر مہلتیں عطا فر رہا ہے تاکہ تم اپنی اصلاح کر لو۔

*.... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۴﴾

(۷۴) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کا پالنے والا مالک خوب جانتا ہے جو کچھ اُن کے سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں، اور اُسے بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں

وَمَا مِنۡ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۵﴾

(۷۵) اور (کیونکہ) آسمان اور زمین کی کوئی چھپی ہوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو (ہماری) ایک کھلی ہوئی واضح کتاب (کتابِ مبین) میں لکھی ہوئی نہ ہو

آیت ۷۴ کی تشریح : کافروں کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ خدا اُن کی حرکتوں کو نہیں جانتا اس لیے اُن پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا اُن کے دلوں کی سوچ تک سے خوب واقف ہے عذاب نہ لانے کی وجہ خدا کا فضل و کرم ہے "تاکہ اُن کو اصلاح کی مہلت مل جائے۔ خدا اُن کے ظاہر و باطن سب سے واقف ہے۔ اصولی طور پر خدا کے نزدیک ظاہر و باطن سب یکساں ہیں۔ یہ ظاہر و باطن ہمارے لیے ہے" اور ہماری ہی بنائی ہوئی اصطلاحیں ہیں۔ ورنہ ایک لامحدود ذات کے لیے ایسے الفاظ اور ہماری بنائی ہوئی اصطلاحیں بے حقیقت ہیں۔ (اُس کے لیے شہود سے غیب نہیں)

* ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

خدا کا علم لامحدود، وسیع ترین ہے۔

آیت ۷۵ کی تشریح

پھر بتایا جا رہا ہے کہ: خدا کا علم اس قدر وسیع ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کے علم میں نہ ہو۔ کیوں کہ غائب کے معنی بہت وسیع ہوتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو ہماری حس سے مخفی ہے وہ سب کا سب غائب میں شامل ہے۔ اور وہ سب کچھ خدا کے علم میں موجود ہے، خواہ وہ بندوں کے باطنی اعمال ہوں یا اُن کی نیتیں ہوں۔ یا وہ آسمان و زمین کے خفیہ راز ہوں خواہ وہ قیامت کا وقت ہو، خواہ وہ نزولِ عذاب کا وقت ہو، ہر چیز خدا کے علم میں ہے۔

"کتابِ مبین" سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ یہ خدا کے لامحدود علم کا دوسرا نام ہے۔
★ .... (تفسیر نمونہ)

کتاب مبین سے مراد

یعنی کھلی ہوئی واضح کتاب۔ اس سے یہاں مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں خداوندِ عالم نے ہر چھوٹی بڑی ہونے والی چیزیں لکھ دی ہیں۔
★ .... (معالم)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:-

★ "اس کتاب کو ملائکہ پڑھ پڑھ خدا کے احکامات کو پورا کرتے ہیں، اور اسی کتاب کو انبیاء اور اولیاءِ خدا بھی خدا کی اجازت سے پڑھ سکتے ہیں۔"
★ .... (از نہج البلاغۃ)

★ فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ "پھر ہم نے اپنی (اسی) کتاب کا وارث اُن کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔"
(سورۃ فاطر آیت ۳۲ پ ۲۲) (القرآن)

★ پس ہم (محمدؐ و آلِ محمدؐ) ہی وہ خدا کے مقرب بندے ہیں جن کو خدا نے اس کام کے لیے چن لیا ہے۔ اور ہمیں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے جس میں تمام باتوں کا بیان بہترین اور واضح ترین انداز سے فرمایا گیا ہے۔"
★ .... (تفسیر صافی صفحہ ۳۷۲ بحوالہ اصول کافی)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ (۷۶) حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قرآن
عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ بنی اسرائیل کو اکثر اُن باتوں کی
الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ حقیقت بتاتا ہے جس میں وہ
ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔

قرآن نے اختلاف دور کر دیا

یعنی قرآن نے وہ باتیں فیصلہ کن بیان کیں جن میں قوم یہود اختلاف رکھتی تھی مثلاً اُن کے درمیان حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعے میں اختلاف تھا، اور قرآن نے اُس کو مفصل بیان کر دیا۔ اِسی طرح تورات میں جس نبیؐ کی آمد کی خوشخبری دی گئی تھی بعض اُس سے یوشعؑ مراد لیتے تھے اور بعض کہتے تھے کہ ابھی آنے والا ہے۔ اور قرآن نے اُس کو واضح کر دیا کہ اس سے مراد حضور اکرمؐ کی ذات ہے۔ اور قوم یہود کی کتابوں کا مطالعہ نہ ہونے کے باوجود اِن اُمور کا ذکر حضور اکرمؐ کا ناقابلِ انکار معجزہ ہے۔ * (تفسیر انوار النجف)

قرآن بائیبل سے نہیں لیا گیا

یہ آیت علماءِ یہود و نصاریٰ کے اُس احمقانہ اعتراض کا جواب ہے کہ وہ کہتے تھے کہ قرآن بائیبل سے نقل کر لیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن بائیبل کے مقابلے میں اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہے اپنے واضح بیانات میں، اور ساتھ ساتھ قرآن نے بائیبل کی اُن غلطیوں کو بھی درست فرما دیا ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اُس میں بڑھا دی تھیں، تاکہ اُن کی بدمعاشیوں کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔ (قرآن نے اِن تمام اختلافات اور اضافات کا دو ٹوک فیصلہ فرما دیا۔)

*...... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ (۷۷) اور (اِس لیے بھی) واقعاً یہ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قرآن سراسر ہدایت اور رحمت ہے
ایمان لانے والوں کے لیے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ (۷۸) یقیناً تمھارا پالنے والا مالک اُن
بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے گا
اپنے حکم سے، (کیوں کہ) وہ زبردست طاقت والا بھی ہے،
اور ہر چیز کا اچھی طرح سے جاننے والا بھی ہے۔

★ سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن اُن باتوں کی وضاحت کرتا ہے جس میں بنی اسرائیل اختلاف کیا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل ہمارے نبیؐ کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے تو قرآن نے بتایا کہ مسیحؑ نے خود کہا: اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ (سورۃ مریم آیت ۳۰)

یعنی: "میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور اُسی نے مجھے نبی بنایا ہے"

پھر قرآن نے اسی اختلاف کی مزید وضاحت فرمادی کہ: "اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ... (سورۃ آلِ عمران آیت ۵۹)

یعنی: تحقیق اللہ کے نزدیک عیسٰیؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے اُس نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔"

www.drhasanrizvi.com

پھر سورۃ الصف میں خدا نے فرمایا کہ : وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورۃ الصف آیت ۶ پ ۲۸)

یعنی : " اور جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے بنی اسرائیل ! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک رسولؑ ہوں، تصدیق کرتا ہوں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے موجود ہے اور خوشخبری دیتا ہوں اُس رسولؐ کی جو میرے بعد آنے والا ہے، اُس کا نام احمدؐ ہوگا۔"

اس آیت کے ذریعہ قرآن نے اختلاف کو بالکل واضح الفاظ میں حضور اکرمؐ کا نام لے کر دور کر دیا۔

غرض خدا نے تمام اختلافات کو حل فرما دیا، اور یہ اختلافات کا حل فرمانا خدا کی رحمت ہے۔

* آیت ۷۷ میں فرمایا کہ : " اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ قرآن مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اس لحاظ سے ہدایت اور رحمت ہے کہ (۱) قرآن اختلافات کو دور کرتا ہے (۲) خرافات کی نفی کرتا ہے۔ (۳) اس کے مطالب نہایت صحیح اور عظیم ہیں (۴) صحیح راستے کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ اور صحیح راستے پر چلنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے۔ (۵) مومنین کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ مومنین ہی طلبِ حق رکھتے ہیں، اس لیے صرف وہی فیضِ الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ * (تفسیر نمونہ)

* آیت ۷۸ کی تشریح : اب کیوں کہ بنی اسرائیل کے بہت سے گروہوں نے قرآن کی بات نہ مانی، اس لئے فرمایا کہ : ان کا فیصلہ خود خدا فرمائے گا۔ اور یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ فرمایا: " تمہارا رب قیامت کے دن ان لوگوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کردے گا جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے تھے۔" (سورۃ جاثیہ آیت ۱۷ پ ۲۵)

آیت میں خدا کے دو اوصاف (۱) عزیز (۲) علیم بیان کیے گئے ہیں۔ کیوں کہ ان ۲ صفتوں کے بغیر کوئی فیصلہ کرنے والا قاضی قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ خدا میں علم بھی ہے، اور اپنے فیصلے کو نافذ کرنے کی طاقت بھی ہے۔ اس طرح یہ الفاظ رسولؐ کی تسکین کا سبب بھی ہیں۔ بعد والی آیت میں خدا پر بھروسہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّكَ (۷۹) پس آپؐ تو اللہ پر پورا بھروسہ
عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ رکھیں (کیوں کہ) اس میں کوئی شک ہی
نہیں کہ آپؐ بالکل واضح طور پر حق پر ہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (۸۰) (البتہ) یہ بھی حقیقت ہے کہ آپؐ مردوں
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ کو (حق کی آواز) نہیں سنا سکتے، اور
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ نہ بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہیں
جبکہ وہ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگے ہی چلے جا رہے ہوں

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ (۸۱) اور نہ آپؐ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے
عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ بچا کر راستہ دکھا سکتے ہیں، آپؐ تو اپنی
اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا بات صرف اُن لوگوں ہی کو سنا سکتے ہیں
فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ جو ہماری دلیلوں، نشانیوں اور آیتوں کو
دل سے ماننے کے لیے تیار ہوں۔ پھر یہی لوگ اسلام قبول کرنے والے
فرماں بردار بن جاتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۸۰ کی تشریح:- اِس آیت سے بعض مفسرین نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ مردے کچھ نہیں سن سکتے۔ حالانکہ یہاں مقصد صرف تشبیہ دینا ہے۔ کیوں کہ مُردوں سے ہمیشہ مراد مرنے والوں کا جسم ہوا کرتا ہے۔ روح مراد نہیں ہوا کرتی۔ اِس لیے اِس آیت میں مُردوں کے بے حس جسموں کے لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ سُن نہیں سکتے لیکن اس سے روحوں کے سننے کی نفی نہیں ہوتی۔

نیز یہ کہ یہاں لفظ "تُسْمِعُ" استعمال کیا گیا ہے جو باب افعال سے ہے۔ جس کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ "تم مردہ جسموں میں سننے (سمجھنے) کی طاقت پیدا نہیں کر سکتے" اور سننے کی طاقت سے عام طور سے مراد ظاہری کانوں کے پردوں سے ہوا کا ٹکرانا ہوا کرتا ہے، جو مردہ جسموں میں پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

(تفسیر ماجدی۔ فصل الخطاب) ...... *

روحیں سنتی اور بولتی ہیں

آجکل Spiritual Societies نے پوری مغربی دنیا میں عملاً ثابت کر دیا ہے کہ روحیں سُنتی اور بولتی ہیں۔

برٹن رسل جو برطانیہ میں دنیا کا سب سے بڑا فلسفی مانا گیا ہے۔ اُس نے ان سوسائٹیز societies کو درست قرار دیا ہے۔ خود میں نے لندن میں ارواح سے باتیں کی ہیں اور اپنی باتیں سنائی ہیں۔ خود اُن کو سنتے ہوئے پایا ہے۔ اب اس میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا ہے۔

(مؤلف) ..... *

★ بہرے آدمی سے تو پھر بھی یہ اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ اشاروں یا لبوں کی حرکتوں سے کچھ نہ کچھ سمجھ لے گا، لیکن اگر کوئی شخص بہرا بھی ہو اور ساتھ ساتھ پیٹھ پھرائے گدھوں کی طرح بھاگا بھی جا رہا ہو تو اُس سے کوئی اُمید ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ سن سکے گا۔ * (مجمع البیان)

★ کفار آپؐ کی باتوں کے لیے مُردوں کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر زندہ ہیں تو بہروں کی طرح ہیں جو پیٹھ پھرائے ہو جا رہے ہوں کیونکہ یہ لوگ بھی قرآن کو سن کر پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں جس طرح اندھوں کو راستہ دکھانا ممکن نہیں ہے۔ البتہ ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ آپؐ کی ڈیوٹی نہیں ہے۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (٨٢) أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا
لَا يُوقِنُونَ ۝٨٢ ع

اور جب ہماری بات کے پورے ہونے کا حکم آجائے گا، تو ہم اُن کے لیے زمین سے ایک "دآبّۃ الارض" (چلنے پھرنے والا) نکالیں گے، جو اُن سے بات چیت کرے گا، اس بناء پر کہ لوگ ہماری باتوں، نشانیوں اور احکامات پر یقین نہیں کرتے۔ (یہ آیت رجعت عقیدے کا منھ بولتا ثبوت ہے)

★ "دآبّۃ" عربی میں "دآبّۃ" ہر چلنے پھرنے، رینگنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ صرف جانوروں ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتا، بلکہ آدمیوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً خود قرآن میں فرمایا گیا ہے: "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا" (سورۃ ہود آیت ۶ پ ۱۲)

یعنی: "اور زمین پر کوئی دآبّۃ چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمّے نہ ہو"

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کے حوالے سے روایت فرمائی ہے کہ: "ایک دن جناب رسولِ خدا مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت علیؑ ریت کی ڈھیری پر سر رکھے ہوئے مسجد میں سو رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے پیر سے اُن کو

www.drhasanrizvi.com

حرکت دی اور فرمایا: "قُمْ یَا دَآبَّۃَ الْاَرْضِ" یعنی: "اُٹھ کھڑے ہو اے دابۃ الارض"

یہ سن کر صحابہ میں سے کسی نے عرض کی: "حضورؐ! کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس لقب سے پکار سکتے ہیں"؟

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خدا کی قسم! یہ نام (لقب)، صرف علیؑ کے لیے مخصوص ہے" اور یہی وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت کی، اور فرمایا: "اے علیؑ! جب آخری زمانہ آئے گا تو خدا تم کو نہایت خوبصورت شکل میں ظاہر فرمائے گا، اور تمھارے پاس میسم (نشان لگانے والا آلہ) ہوگا، جس سے تم اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگا دو گے"۔ (الحدیث)

یہ سن کر ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر طنز کیا کہ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ علیؑ قیامت کے دن لوگوں کو زخمی کرتے پھریں گے"۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: "ایسا کہنے والوں کو خدا جہنم کی آگ سے زخمی کرے گا"۔

★ ...... (تفسیر صافی صـ۳۷۳، تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین، انوار النجف)

★ منقول ہے کہ ایک شخص نے عمارؓ بن یاسر سے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت نے میرا دل خراب کر دیا ہے اور مجھے شک میں مبتلا کر دیا ہے"۔ اور وہ یہی آیت پڑھنے لگا۔ اور دابۃ الارض کے معنی دریافت کیے عمارؓ نے جواب دیا کہ: "بخدا میں تجھے کھانے پینے اور بیٹھنے سے پہلے دابۃ الارض دکھلا دوں گا"۔

پس عمارؓ اُس کو جناب امیر المومنینؑ کے پاس لے گئے، اُس وقت آپؑ خرما اور مکھن کھا رہے تھے۔

آپؑ نے عمارؓ کو بھی دعوت دی، پس وہ بھی آپؑ کے پاس بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ وہ شخص حیرت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ جب وہاں سے اُٹھ کر چلے تو اُس نے کہا: سبحان اللہ! تم نے تو قسم کھائی تھی کہ کھانے پینے اور بیٹھنے سے پہلے تجھے دابۃ الارض دکھا دوں گا، وہ وعدہ کیا ہوا؟ عمارؓ نے کہا: "اگر تیرے پاس عقل ہے تو میں تجھے دابۃ الارض دکھا چکا۔" اور حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے: "دابۃ الارض میں ہوں"۔

★ ... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ (۸۳) اور ذرا اُس دن کا تو تصوّر کرو
أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ جس دن ہم ان لوگوں میں سے ایک
بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ فوج کی فوج کو گھیر کر لے آئیں گے
جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے،
پھر انھیں صفوں میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے تفسیر ائمۂ آلِ محمدؐ کے مطابق یہ قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے، کیوں کہ قیامت کے دن تو سب کے سب اُٹھا کر کھڑے کر دیے جائیں گے۔ اس لیے یہ رجعت کے موقع پر ہوگا کہ کچھ خاص لوگ زندہ کر کے کھڑے کیے جائیں گے، اور یہ کام قیامت سے پہلے ہوگا، جس میں صرف کامل الایمان اور سخت ظالمین اور منافقین، کافرین و مشرکین کو اُٹھایا جائے گا۔

پھر آخر میں خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ: "تم نے میری نشانیوں کو جھٹلایا تھا"؟

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی۔"؟

یہاں آیتوں سے مراد حضرت امام علی امیر المومنینؑ اور باقی تمام ائمۂ طاہرین علیہم السلام ہیں
(تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

٭ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: "امامِ وقت سے زیادہ خدا کی حجت اور خدا کی نشانی کون ہو سکتا ہے"؟
٭..... (تحف العقول)

www.drhasanrizvi.com

حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَکَذَّبْتُمْ (۸۴) یہاں تک کہ جب سب آجائیں گے

بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا تو ارشادِ (خداوندی) ہوگا "کیا تم نے

عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ میری دلیلوں کو جھٹلا دیا تھا حالانکہ

تمہارا علم اُس پر حاوی بھی نہ تھا؟ اگر یہ

نہیں تھا تو تم اور کیا کر رہے تھے"؟

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا (۸۵) غرض اُن کے اسی ظلم کی وجہ سے

ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ ہمارے عذاب کا حکم اُن پر جاری

ہو کر پورا ہو جائے گا۔ تب وہ کچھ بھی نہ بول سکیں گے۔

★ آیت ۸۲ کی تشریح: شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: "قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکے کا پھٹے گا، اُس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت بالکل نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں کو نشان دے دے کر جدا کر دے گا۔"

(یہ اہلِ سنت کی تفسیر ہے) ...... (موضح القرآن)

★ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانے میں ہوگا، جب سورج مغرب سے نکلے گا قیامت نام ہی اُس وقت کا ہے جب نظامِ کائنات کا سارا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے۔ اس لیے اِس قسم کی حیران کُن باتوں پر تعجب کی ضرورت نہیں۔ ... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّیۡلَ (۸۶) کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ
لِیَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ النَّہَارَ ہم نے رات بنائی، تاکہ وہ لوگ
مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ اُس میں آرام وسکون حاصل
لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۶﴾ کریں، اور دن کو روشن بنایا،

(تاکہ وہ دیکھ بھال کر کام کرسکیں، صرف) اِسی بات میں
بہت سی نشانیاں اور حقیقتیں ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو حقیقتوں کو دل سے
ماننے کے لیے تیّار ہوں۔

★ یعنی کیسے کیسے کھلے کھلے واضح نشانات خدا نے دنیا میں دکھا دیے، مگر منکروں نے اُن پر ذرا غور نہ کیا۔ صرف ایک رات دن کے آنے جانے پر ہی غور کر لیتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون سی ہستی ہے جو اِس قدر مضبوط اور محکم انتظامات کے ساتھ، برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن لا رہی ہے۔ جس نے دن کو روشن کر رکھا ہے (اور رات کو سکون کے لیے بنایا ہے) کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لیے گمراہیوں کے اندھیروں کو دور نہ کرے گا؟ معرفت اور ہدایت کی روشنی نہ بھیجے گا؟
پھر رات کیا ہے؟ نیند خود موت کا ایک نمونہ ہے۔ پھر دن آیا تو زندگی آئی۔ اسی طرح اگر خدا تمھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھا لے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے۔ (جبکہ تم روزانہ رات کو مرتے ہو اور دن کو پھر زندہ اٹھ کھڑے ہوتے ہو۔ یہ سب کچھ کون کرتا ہے؟) (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (۸۷) اور (کیا گذرے گی) اُس دن
فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ جب صور میں پھونکا جائے گا اور
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ وہ سب کے سب بری طرح گھبرا
شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو
دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ زمین میں ہیں۔ سوا اُن کے جن کو

خدا (اُس گھبراہٹ اور ہولِ عظیم سے بچانا) چاہے گا۔ پھر سب کے سب خدا کے سامنے کان دبائے، سر جھکائے، دبے جھکے حاضر ہو جائیں گے۔

صور میں نفخ

" نفخ " کے معنی پھونکنا (پھونک مارنا)

" صور " جنابِ رسالت مآب ؐ سے مروی ہے کہ وہ (صور) نور کا ایک سینگ ہے۔ جس کا ایک کنارہ چوڑا اور دوسرا تنگ ہے پس اُس کا ایک کنارہ اسرافیل فرشتے کے منھ میں ہے کہ (جیسے ہی خدا کا حکم ہوگا) وہ نفخ کرے گا (یعنی وہ فوراً ہی اُس میں پھونک مارے گا)
(تفسیر صافی ؒ۔ انوار النجف)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ تین دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو تمام آسمان و زمین کے رہنے والوں کے دل دہل جائیں گے، دوسری نفخ صور پر تمام ذی روح مر جائیں گے اور تیسری بار جب نفخ صور ہوگا تو سب زندہ ہو کر دوبارہ محشور ہوں گے۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرافیلؑ ہے، جو خداوندِ عالم کے حکم کے انتظار میں اب بھی تیار کھڑا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ:

آیت میں جن لوگوں کا استثنار کیا گیا ہے وہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ (ملک الموت) ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ شہداء بھی اس استثناء میں شامل ہیں۔

★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ" "سوائے اُن کے جن کو اللہ چاہے" (اُن پر نفخ صور سے گھبراہٹ نہ ہوگی)
یہ اُن کا استثناء ہے جن میں چار فرشتے جبرآئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ ہیں۔ اور مروی ہے کہ شہداء پر بھی گھبراہٹ نہ ہوگی، اور اس میں انبیاء و ائمہ معصومین داخل ہیں۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک بار صور پھنکے گا جس سے ساری مخلوق مرجائے گی۔ دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب جی اٹھیں گے۔ اس کے بعد صور پھونکا جائے گا تو پھر سب گھبرا جائیں گے پھر پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں۔ پھر پھنکے گا تو سب ہوشیار ہو جائیں گے۔ غرض صور کئی دفعہ پھونکا جائے گا۔ ★ ... (موضح القرآن)

★ مگر بہت سے علماء نے صرف دو مرتبہ صور کا پھونکنا تسلیم کیا ہے۔ ★ ... (تفسیر کبیر)

صور کا پھونکا جانا اور قیامت صغریٰ کا منظر

★ تفسیر برہان میں منقول ہے کہ اسرافیلؑ کے پاس جو صور (بگل یا نرسنگا) ہے، اُس کے دو رُخ ہیں۔ ایک آسمان والوں کے لیے، دوسرا زمین والوں کے لیے۔ پہلا صور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رُخ کر کے کیا جائے گا تو سب ذی روح اہلِ زمین مرجائیں گے پھر صور کا رُخ آسمان کی طرف کر کے نفخ کرے گا تو تمام اہلِ آسمان مرجائیں گے۔ اور حکمِ خدا سے اسرافیلؑ بھی مرجائیں گے۔ پس ایک وقت مقررہ تک سناٹا رہے گا۔ زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ پھر اللہ کی صدا ہوگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ "آج ملک کس کا ہے

www.drhasanrizvi.com

پھر زبانِ قدرت ہی جواب دے گی "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" یعنی (سب ملک صرف اللہ کا ہے
جو اپنی قدرت سے سب پر غالب و قاہر ہے) پھر اللہ کے حکم سے تمام مخلوق زندہ ہو کر حساب کے لیے پیش ہوگی۔
* ..... (تفسیر نور الثقلین)

* اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ :

" جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو جو شخص جس حال میں ہوگا' اچانک صور کی آواز سنتے ہی مر جائے گا
دریاؤں' نہروں، چشموں وغیرہ کے پانی خشک ہو جائیں گے ، درخت' پہاڑ' مکان' زمین کے تمام باشندوں
وغیرہ کو زمین نگل لے گی۔ سطحِ زمین ہموار ہو جائے گی ' آسمانوں کے فرشتے ' حجاب ہائے قدرت ' سرادقات
کے فرشتے ، حاملانِ عرش و کرسی اور کرّوبیین تمام کے تمام موت سے ہم آغوش ہو جائیں گے۔ پس جبرائیلؑ
میکائیلؑ ، اسرافیلؑ ، عزرائیلؑ بچ جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ عزرائیلؑ (ملک الموت) سے پوچھے گا۔" بتاؤ اب
کون کون موت سے بچ گیا ہے ؟" عزرائیلؑ ہولِ قیامت سے گھبرائے ہوئے انتہائی کرب کی حالت میں بیشِ پروردگار
حاضر ہو کر عرض کریں گے : "جبرائیلؑ ، میکائیلؑ ، اسرافیلؑ اور یہ عبدِ حقیر باقی ہیں۔" حکمِ پروردگار ہوگا : جبرائیلؑ
کو موت کی نیند سلا دو۔" عزرائیلؑ ، جبرائیلؑ کو حالتِ رکوع و سجود میں دیکھ کر کہیں گے ." اے جبرائیلؑ ! سب مر چکے
ہیں اب تمہاری باری ہے۔" جبرائیلؑ اللہ سے موت کی تلخی سے آسانی کی دعا کریں گے پس ان کی روح قبض کر لی جائے گی

غرض اسی صورت سے میکائیلؑ و اسرافیلؑ کو موت کی نیند سلا دیا جائے گا۔ آخر میں عزرائیلؑ (ملک الموت)
کو حکمِ خدا ہوگا: "تو بھی مر جا". چنانچہ ملک الموت کے مرنے کے بعد ہر [illegible] سناٹا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کہاں ہیں
وہ ظالم و جابر بادشاہ جو میرا رزق کھاتے تھے اور میری ہی نافرمانی کرتے تھے ؟ آج کس کی بادشاہی ہے ؟" پس ایک
وقفہ کے بعد اس کا جواب خود ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" یعنی بادشاہی اللہ کے لیے ہے
جو غالب و قہار ہے ۔" بعضوں نے چالیس برس کے برابر وقفہ بیان کیا ہے ۔ ملخص از (تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۵)

* بہر کیف اس کے بعد خداوندِ کریم آبِ حیات جاری فرمائے گا جس کی بدولت زمین کی سب
مخلوق میں حس و حرکت کی رَو پیدا ہوگی۔ یعنی گوشت پوست ، ہڈیاں وغیرہ جڑ کر صحیح سالم اجسام ہو جائیں گے

www.drhasanrizvi.com

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "جب خداوندِ کریم سب مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو چالیس دن تک متواتر آسمان سے بارش برستی رہے گی (اور وہ پانی زمین اپنے اندر جذب کرلے گی جو آبِ حیات ہوگا) پس اُس کی بدولت مُردوں کے تمام متفرّق اجزاء اکٹھے ہوں گے۔ (اور اپنے اپنے اجسام سے مل جائیں گے) اِن جسموں میں روح نہ ہوگی۔" (تفسیر انوار النجف جلد ۱۲: صفحہ ۱۳۲)

پس سب سے پہلے بحکمِ پروردگار اسرافیلؑ زندہ ہوں گے، اور اُن کو حکم ہوگا کہ صور اُٹھاؤ۔ اس صور میں تمام مخلوق کی روحوں کی تعداد کے برابر سوراخ ہوں گے اور تمام ارواح کو اُس میں جمع کردیا جائے گا پس اسرافیل صور کو لے کر بیت المقدّس کے صخرہ (پتھر) پر کھڑے ہوکر آواز دیں گے۔ اس ندا کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے: "وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ" (سورۃ قٓ آیت ۴۱ پ ۲۶) (اور سنو! جس دن منادی قریبی مکان سے آواز دے گا) کہ: اے بوسیدہ ہڈیاں، اے ریزہ ریزہ ہونے والے گوشت، منتشر بال متفرق صورتیں! کھڑے ہوجاؤ کہ اب تم کو اپنے اپنے اعمال کی جزاء دینے والے بادشاہ کے دربار میں پیش ہونا ہے۔

اسرافیلؑ کی اِس ندا کے بعد صور کے سوراخوں سے تمام ارواح نکل کر آسمان و زمین کی بسیط فضاء میں پھیل جائیں گی۔ مؤمنوں کی روحیں نورانی ہوکر نکلیں گی اور کافروں کی ارواح سیاہ ہوکر نکل پڑیں گی۔ اور ہر روح اپنے ہی جسم میں داخل ہوگی۔ جسے دنیا میں چھوڑ آئی تھی۔ پھر اُن کے سر کی جانب سے زمین پھٹے گی، اور ہر انسان اپنے اپنے اعمال نامہ کے ساتھ نکل کھڑا ہوگا اور میدانِ حشر میں سب جمع ہوجائیں گے۔

جس کے اعمال اچھے ہوں گے تو وہ اعمال نامہ قبر سے حشر تک اُس کا مونس و مددگار ہوگا اور احوالِ قیامت سے اُس کو تسلّی و تشفّی دیتا رہے گا، اور آواز آئے گی "اے میرے دوست! گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں تیرے ساتھ ہوں، گھبراہٹ تو اللہ کے نافرمان، آیات کی تکذیب کرنے والوں، خواہشِ نفس کے مطیع لوگوں کے لیے ہے۔ تم تو اللہ کے فرماں بردار تھے، تم ابھی جنّت میں داخل ہوجاؤ گے۔ اور خطاکار اور بغیر توبہ کے مرجانے والے جب قبر سے نکلیں گے تو اُس بداعمال نامے سے آواز آئے گی "اے دشمنِ خدا! تمام تر سختیاں تیرے ہی لیے ہیں۔" ملخص از (تفسیر انوار النجف ج ۱۲ صفحہ ۱۳۵) ......

www.drhasanrizvi.com

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا (۸۸) اور آج جو تم پہاڑوں کو دیکھتے
جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ خوب جمے ہوئے
السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ ہیں، مگر حقیقتاً یہ بادلوں کی طرح
الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اڑ رہے ہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت
اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ کا کرشمہ ہے، جس نے (اپنی
حکمت سے) ہر چیز کو بڑا مضبوط بنا رکھا ہے۔ حقیقتاً وہ
خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کچھ کیا کرتے ہو۔

روزِ قیامت پہاڑ اُڑیں گے

یعنی جن بڑے بڑے پہاڑوں کو تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ ہمیشہ سے زمین میں اسی طرح جمے کھڑے ہیں، کبھی حرکت نہ کر سکیں گے، قیامت کے دن روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اُڑتے پھریں گے اور بادلوں کی طرح تیز رفتار ہوں گے۔ اور سورۃ الواقعۃ آیت ۵-۶ میں فرمایا:

"وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ" یعنی: "اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور پھر وہ پراگندہ، بکھرے ہوئے غبار بن جائیں گے۔" (پارہ ۲۷)

★ یعنی یہ عظیم توڑ پھوڑ تخریبی نہ ہوگی۔ کیوں کہ خدا کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ کام بھی ایک بڑی حکمت کا نتیجہ ہوگا۔ یہ توڑ پھوڑ انسانوں کا حساب کتاب لینے کے لیے ہموار میدان بنانے کے لیے ہوگی۔ اور پھر تمام لوگوں کو اُن کے عمل کی جزاء یا سزا دینے کا فیصلہ عدل کے مطابق ہوگا، کسی کی حق تلفی نہ ہوگی۔

.... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

(۸۹) (اب) جو شخص بھی نیکی یا بھلائی لے کر آئے گا تو اُسے اُس سے کہیں بہتر صلہ ملے گا، اور وہ لوگ اُس دن کی بڑی سخت گھبراہٹ سے بھی محفوظ ہوں گے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

(۹۰) اور جو بُرائی لیے ہوئے آئے گا، تو ایسے سب لوگ اوندھے منھ آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ کیا تم لوگ اس کے سوا کوئی اور بدلہ پا سکتے ہو؟ (ہرگز نہیں تم جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے۔)

"حَسَنَة" فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حسنہ ہم اہلِ بیتؑ کی محبت اور ولایت کی معرفت ہے۔ اور "سَیِّئَة" ہم اہلِ بیتؑ سے بغض رکھنا اور ولایت سے انکار کا نام ہے۔ (اصول کافی۔ انوار النجف) (صافی ص ۳۷۵)

★ "فَكُبَّتْ" حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے "حَسَنَة" سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کی محبت ہے۔ اور "سَیِّئَة" ہم سے بغض رکھنا مراد ہے۔

★ جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اگر میری اُمت روزے رکھے کہ کمزوری کی وجہ سے دھاگے کی طرح ان کے جسم کمزور ہو جائیں، اور نمازیں اس قدر پڑھیں کہ اُن کی کمریں جھک جائیں لیکن تم سے بغض رکھیں تو منھ و ناک کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ (تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ (۹۱) (غرض اے رسولؐ کہدیجئے) مجھے تو
رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ اِس شہر (مکّہ)
حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ کے پالنے والے مالک کی بندگی (مکمّل
وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ اطاعت) کروں، جس نے اُسے محترم قرار دیا ہے
الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور مجھے تو یہ حکم
دیا گیا ہے کہ میں "مسلم" (یعنی) خدا کا مکمّل
فرماں بردار بن کر رہوں۔
وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ (۹۲) اور یہ بھی کہ (تمھیں قرآن کی آیتیں)
اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ پڑھ پڑھ کر سناؤں۔ اب جو ہدایت کا راستہ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اختیار کرے گا، وہ اپنے ہی فائدے کے لیے
إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ اُس کو اختیار کرے گا، اور جو گمراہی پر
برقرار رہے گا تو اُس سے کہدیجئے کہ میں تو بس بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرانے والوں میں
سے (ایک) ہوں۔

www.drhasanrizvi.com

خانۂ کعبہ کی حرمت

آیت ۹۱ کی تشریح: شہر سے مراد شہر مکّہ ہے۔ جسے خداوند تعالیٰ نے عزت بخشی ہے۔ اسی عزّت کی وجہ سے رب کی نسبت مکّے کی طرف کی گئی۔ ورنہ ہر چیز کا مالک خدا ہی ہے۔

★ اِنَّمَآ اُمِرْتُ (سوائے اس کے نہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔)

صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"جب قریش نے کعبے کو گرا دیا۔ تو اُس کی بنیادوں میں ایک پتھر دیکھا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا پس اُنھوں نے ایک پڑھے لکھے آدمی سے اُس کو پڑھوایا۔ اُس کی تحریر کا مطلب یہ تھا کہ:

"میں اللہ مکّے کا مالک ہوں، میں نے اس کو حرمت والا بنایا ہے جس دن سے زمین و آسمان کو پیدا کیا، اور میں نے اس کو ان دو پہاڑوں کے درمیان رکھا، اور اپنے سات فرشتوں کو اس پر موکّل کیا ہے۔" (از تفسیر انوار النجف)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ جس دن فتح کر کے مکّے میں داخل ہوئے تو کعبے کا دروازہ کھولا، اور کعبے کے اندر بنی ہوئی مورتیوں کو مٹایا، اور پھر دہلیزِ کعبہ کو پکڑ کر فرمایا: خبردار! اللہ نے مکّے کو حرمت والا بنایا جس دن سے آسمانوں اور زمین کو اُس نے پیدا کیا۔ پس وہ اللہ کی حرمت سے حرمت والا رہے گا۔ قیامت تک نہ اس کے اندر شکاری جانور کو خوفزدہ کیا جائے گا، اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا، نہ اس کا لقطہ اُٹھانا کسی کے لیے جائز ہوگا، سوائے اس کے جو اُس کو اس غرض سے اُٹھائے کہ مالک کو تلاش کر کے واپس دے گا۔" حضرتؐ کے چچا عباسؓ نے عرض کی حضورؐ! اذخر تو عام کام آنے والی چیز ہے۔" تو آپؐ نے فرمایا: اس کو مستثنا قرار دیا گیا ہے۔

★ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ " یعنی میں نے قرآن مجید کے ذریعے تبلیغ کرنی ہے پس جو مان لے گا اُس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جو گمراہ رہے گا، تو نقصان اُس کی اپنی ذات کو ہوگا میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ (تفسیر انوار النجف)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ (۹۳) اور (اُن سے) کہدیجیے کہ ساری کی
آيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا ساری تعریف اللہ کے لیے ہے،
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وہ بہت جلد تمھیں اپنی نشانیاں ع ۱۱ ۷
دکھا دے گا، اور تم اُنھیں (خوب اچھی طرح سے) پہچان بھی لوگے۔ اور
تمھارا پالنے والا مالک اُن کاموں سے ذرا بھی بے خبر نہیں ہے، جو تم کیا کرتے ہو۔

خداوندِ عالم کا سورے کے آخر میں یہ فرمانا کہ "ساری حمد (تعریف) اللہ کے لیے ہے۔"
اہلِ اشارات کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنا ہر کام اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہکر ختم کرنا چاہیے۔
★ اور عرفا نے نتیجہ نکالا کہ مجاہدہ کے تمام نتائج کو اللہ کی عطا سمجھنا چاہیے۔
★ ----- (مرشد تھانوی، تفسیر ماجدی)

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم خود خدا کی سزا کو اپنی آنکھوں سے آتا ہوا دیکھ لوگے تم میری تمام
باتوں کا یقین کرلوگے۔ اُس وقت تم کو میری نصیحتوں کی قدر ہوگی۔ ★ (ابن جریر)

★ اور آخر میں خداوندِ عالم جلّ جلالہٗ کا یہ فرمانا کہ "خدا تمھارے کاموں سے ذرا بھی غافل نہیں ہے" حقیقت
میں گناہگاروں کے لیے سخت ترین تنبیہ ہے۔ مگر اہلِ ذوق و محبت کے لیے بڑی میٹھی اور دلکش بشارت ہے کہ اُن کا
خلوص و محبت خدا سے ذرا بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ★ (تفسیر ماجدی)

★ آخری مطلب یہ ہے کہ جو عمل اور جو معاملات تم کر رہے ہو، سب خدا کی نظر میں ہیں اُسی کے موافق
آخرِ کار تمھیں بدلہ ملے گا، اگر سزا میں کچھ تاخیر ہو تو ہرگز یہ نہ سمجھ لینا کہ خدا ہمارے کرتوت سے بیخبر ہے۔
★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ (سورۃ النمل ختم ہوا۔ ۱۳ر جولائی ۲۰۰۷ء شب جمعہ) ★

www.drhasanrizvi.com

۲۸ سورۃ قصص * کے خصوصیات *

۱۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے: "جو شخص اس سورۃ کو پڑھے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں اور اُن کی تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی تمام آسمانوں اور زمین کے فرشتے اُس کی سچائی کی گواہی دیں گے۔" (مجمع البیان)

۲۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ "جو شخص اس سورۃ کو لکھے اور دھو کر پی لے اُس کے تمام درد والم دور ہو جائیں گے۔"

۳۔ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "اگر اس سورۃ کو لکھ کر اسہال، تلّی، دردِ جگر، اور دردِ شکم کے مریض کو باندھا جائے تو وہ شفایاب ہوگا۔ نیز اس کو برتن میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پلایا جائے تو تمام درد و تکالیف دور ہوں گی، اور مریض شفایاب ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اُس کی شکایات ختم ہوں گی۔ * (تفسیر برہان)

* ——————— ماخوذ از تفسیر انوار النجف مولانا حسین بخش جاڑا مجتہد * (نوّر اللہ مرقدہٗ) *

۴۔ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص طواسینِ ثلاثہ (یعنی) سورۃ القصص ۲۸، سورۃ النمل ۲۷ اور سورۃ الشعراء ۲۶

www.drhasanrizvi.com

کو ہر شبِ جمعہ پڑھے گا، اُس کا شمار خداوندِ عالم کے دوستوں میں ہوگا، اور وہ جوارِ الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی حمایت میں رہے گا۔ اور آخرت میں اُس کو خداوندِ کریم ورحیم اِس قدر انعامات عطا فرمائے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

بلکہ

اُس کی خوشی ومسرت کی حالت راضی ہونے سے بھی کہیں زیادہ ہوگی۔

..... (تفسیر نورالثقلین، کتاب ثواب الاعمال) .....

(نوٹ)

* یاد رہے کہ یہ ثواب صرف اُن لوگوں کے لیے ہے۔ جو

(۱) ان سورتوں کو (جو اوپر مذکور ہوئیں) سمجھ کر پڑھیں گے، اور

(۲) ان کے احکامات پر اِس طرح عمل کریں کہ دنیا کے قارونوں اور فرعونوں کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جہاد کریں اور مشکلات کے وقت حق کے دشمنوں سے ہار نہ مانیں چاہے ظاہری شکست کی ذلّت کو گوارا کریں۔ کیوں کہ خداوندِ عالم کی نعمتیں مفت نہیں ملا کرتیں۔ (بلکہ اُس کی راہ میں بڑی سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں)

..... (تفسیر نمونہ) .....

ے ناگوارا کو جو کرتا ہے گوارا انساں ٭ زہر کھا کر کے مزہ شیر وشکر پاتا ہے۔

* * *

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۸۸	سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ	رکوعاتھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

★ ★ ★ ★ ★

طٰسٓمّٓ ① (۱) طا سین میم۔

تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ (۲) یہ روشن، واضح کتاب کی آیتیں
الْمُبِیْنِ ② ہیں۔ ●

★ طٰسٓمّٓ : (طا سین میم) یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے خفیہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ اللہ، اللہ کے رسول ص جن پر قرآن نازل ہوا، ائمہ اہلِ بیت ع کے علاوہ کوئی ان حروف کی حقیقت اور مخفیات سے واقف ہونے کا دعوٰے نہیں کرسکتا۔ ان حروف کے بارے میں گذشتہ دوسرے مقامات پر بیان کیا جاچکا ہے۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر انوار النجف)

★ "مبین" کے معنی وہ چیز جو خود بھی واضح اور دوسروں کو بھی آشکار کرے، اور جو راہِ راست کو گمراہی سے الگ کردے۔ ★ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ (۳) (اے ہمارے رسولؐ!) ہم آپؐ کے
مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ سامنے موسیٰؑ اور فرعون کی کچھ خبریں
لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے
ہیں، ایسے لوگوں کے فائدے کے لیے جو ابدی حقیقتوں کو دل سے ماننے
کے لیے تیّار ہوں۔

★ مطلب یہ ہے کہ مسلمان لوگ فرعون اور بنی اسرائیل کے واقعات سن کر اپنے حالات کو سمجھ لیں (کیوں کہ مسلمانوں کے حالات بنی اسرائیل کے حالات سے قطعاً مشابہ ہیں۔)
★ ۔۔۔۔۔ (موضح القرآن)

★ آیت میں "مِنْ نَّبَاِ" استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے طویل قصّے میں سے یہاں پر کچھ حصّہ بیان کیا گیا ہے۔ (مِنْ تبعیض کا ہے) (تفسیر ماجدی)

★ اور آیت میں بِالْحَقِّ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ یہاں بیان کیا گیا ہے، وہ ہر قسم کی خرافات اور مہمل باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

★ خدا کے فرمانے کا اصل مطلب یہ ہے کہ اے مکّے والو! جو خدا فرعون کے گھر موسیٰؑ کی پرورش کرا سکتا ہے، اور جو خدا بنی اسرائیل کے مظلوم غلاموں کو دنیا کا حکمراں بنا سکتا ہے، وہ خدا فرعون جیسے ظالموں، طاقتوروں کو انتہائی ذلّت کی موت دے سکتا ہے، اور جو ایک شیر خوار بچّے موسیٰؑ کی حفاظت دریا کی مہیب لہروں میں کر سکتا ہے، اور فرعون کے لاکھوں ساتھیوں کو نیل کی موجوں میں دفن کر سکتا ہے، وہ خدا تمھیں برباد کر کے مومنین کو نجات اور فتح بھی عطا فرما سکتا ہے۔
★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۴﴾

(۴) درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فرعون نے خود کو بڑا سمجھتے ہوئے زمین میں بڑی سرکشی کی۔ اُس نے زمین پر بسنے والوں کو مختلف گروہوں، طبقوں اور جماعتوں میں بانٹ رکھا تھا، پھر وہ (ایک گروہ کے ذریعے) اُن میں کے دوسرے گروہ کو کمزور بنا کر ذلیل کرتا تھا (اس طرح کہ) وہ اُن کے بیٹوں کو تو ذبح (قتل) کرا دیتا تھا اور اُن کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ رکھ لیتا تھا۔ حقیقتاً وہ خرابی پھیلانے والے فسادیوں میں سے تھا۔

بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ فرعون کو ایک کاہن نے پیشگوئی کے طور پر خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا موجب ہوگا۔ (اس لیے فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ اور لڑکیوں سے کوئی خوف نہ تھا، اس لیے اُن کو زندہ رہنے دیتا تاکہ کنیزی میں رہیں۔)

★ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فرعون نے خواب میں دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی جانب سے ایک آگ اُٹھی،

www.drhasanrizvi.com

جس نے مصر کا رخ کیا، اور مصر کے تمام گھروں پر چھا گئی۔ اور اُس نے قبطیوں کے گھروں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور بنی اسرائیل کو ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچائی۔ فرعون خواب سے سراسیمگی و بدحواسی کے عالم میں بیدار ہوا۔ اور اپنے درباری علماء وغیرہ کو بلا کر اپنا خواب بیان کیا۔ انھوں نے خواب کی تعبیر یہ بیان کی، کہ اِس شہر سے ایک آدمی خروج کرے گا، جو اہلِ مصر کی ہلاکت کا موجب ہوگا۔

* ...... (تفسیر انوار النجف)

★ کہتے ہیں کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا، جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی تھی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھوں تیری حکومت ختم ہوگی۔ اِس لیے فرعون نے یہ احمقانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہیئے، تاکہ وہ کبھی مقابلہ نہ کرسکیں۔ اِس لیے اُن ہاں پیدا ہونے والے لڑکوں کو فوراً ذبح (قتل) کر دینا چاہیئے، تاکہ اُس کی حکومت باقی رہ سکے۔ البتہ لڑکیوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے، اِس لیے اُن کو زندہ رہنے دیا جائے، تاکہ بڑی ہو کر کنیزی میں آکر ہماری خدمت کریں۔

* ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ ابن کثیر نے لکھا کہ بنی اسرائیل حضرت ابراھیمؑ کی اُس پیشگوئی کا ذکر کیا کرتے تھے کہ ایک اسرائیلی جوان فرعونیوں کی حکومت کو ختم کرے گا۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے اُس نے اسرائیل کے خاندانوں میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

* ...... (ابن کثیر)

★ فرعون نے قبطیوں کو حکومت دے رکھی تھی، اور اسرائیلیوں کو غلام بنا رکھا تھا، اُن سے سخت محنت کا کام لیا جاتا تھا اور اُس کا اجر کچھ نہ ملتا تھا، اِس لیے وہ سخت فقیر ہو گئے تھے۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

★ آیت میں بچوں کو ذبح کرنے کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ فرعونی اسرائیلیوں کو جانوروں کی طرح سمجھتے تھے، اور وہی سلوک کرتے تھے جو جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

★ مورّخین نے اُن ذبح ہونے والے بچوں کی تعداد لاکھوں لکھی ہے۔ فرعون کا زعمِ باطل یہ تھا کہ

www.drhasanrizvi.com

اِس طرح وہ خدا کی مرضی کو پورا ہونے سے روک دے گا۔ اور اس طرح اسرائیل ہمیشہ کے لیے اُن کے غلام ہی بنے رہیں گے، اور کبھی سر نہ اُٹھا سکیں گے۔"

*۔۔۔۔۔ (مؤلف)

★ آیت ۵ میں خدا نے ایک قانون کلّی بیان فرمایا ہے۔ کیوں کہ یہاں مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کا یہ وعدہ صرف بنی اسرائیل کے مظلوموں کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ خدا کا وعدہ ہر مظلوم کے حق میں ہے۔ بغرض ہر فرعون کی تباہی کا وعدہ ہے۔ کیوں کہ خدا کے الفاظ یہ ہیں کہ: "ہم ایسا ہی کرتے رہنا چاہتے ہیں۔"

فرعون یہ چاہتا تھا کہ حکومت ہمیشہ ہمیشہ متکبرین ظالمین کے قبضے میں رہے۔ لیکن ہم (خدا) نے یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ حکومت کمزوروں کے سپرد کر دیں۔" اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔

★ خداوندِ عالم نے یہاں پانچ وعدے کیے ہیں:

(۱) ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے ہماری نعمتوں سے فیضیاب ہوں۔

(۲) ہم چاہتے ہیں کہ اُن کمزوروں کو دنیا کا پیشوا بنائیں۔

(۳) ہم چاہتے ہیں کہ اُن کو جابروں، ظالموں کی حکومت کا وارث بنا دیں۔

(۴) ہم اُن کو ایک مستقل پائیدار حکومت عطا کریں گے۔

(۵) ہمارا وہ وعدہ جس سے فرعونی ڈر رہے تھے، ہم ضرور پورا کریں گے۔

یعنی، فرعون صفت جابروں کی حکومتوں کو ضرور ملیا میٹ کر کے رکھ دیں گے۔

*۔۔۔۔۔ (تفسیر کبیر)

بنی اسرائیل پر مظالم کیوں ہوئے

★ جب بنی اسرائیل نے برائیوں کو اپنا شیوہ بنا لیا اور اللہ کے حکم سے بالکل سرکش ہو گئے تو اللہ نے حضرت ارمیا (پیغمبرؑ) پر وحی فرمائی۔ "بنی اسرائیل پر ایک بدترین شخص کو مسلط کروں گا، جوان کو قتل کرے گا، عورتوں کو قید کرے گا اور اُن کے شہروں کو خراب کرے گا۔" (یہ فرعون کے بعد کا واقعہ ہے)

ملخص از عنب۔۔۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)

www.drhasanrizvi.com

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى (۵) اور ہم چاہتے ہیں کہ :
الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي احسان (مہربانی) کریں اُن لوگوں پر
الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً کہ جن کو کمزور بنا کر پیسا گیا تھا۔
وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ پھر اُنہی کو (دنیا کا) پیشوا بھی بنائیں
اور اُنہی کو آخر میں ہر چیز کا مالک و وارث بھی بنادیں۔

★ محققین اور عرفاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ : "کسی فرد یا قوم کا کمزور، مغلوب یا مظلوم ہونا از خود خدا کی توجہ کا مرکز بننے کا سبب بن سکتا ہے۔"

★ ..... (تفسیر ماجدی : تفسیر کبیر)

○ بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن ☆ اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

یعنی : مظلوموں کی آہ سے ڈرتے رہو کیوں کہ جب وہ اللہ سے دادخواہی کی دعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعاء کو فوراً سنتا اور قبول فرمالیتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

★ تفسیر برہان میں بروایت ابنِ بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب صلعم نے حضرت امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسین علیہم السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا : "اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ بَعْدِیْ" یعنی تم لوگ وہ ہو کہ جو میرے بعد کمزور سمجھے جاؤ گے۔" راوی مفضل نے امامؑ سے اِس کا مطلب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ میرے بعد عہدۂ امامت سے فیض یاب ہو گے۔" پھر امامؑ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

★ ..... (تفسیر نور الثقلین۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ : "یہ آیت (اوّلین معنی میں) ہم آلِ محمدؐ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔" (یعنی اس آیت کے اوّلین مصداق ائمہؑ و آلِ رسولؐ ہیں۔)

★ ...... (تفسیر صافی صـ ۳۷۶، معانی الاخبار، المجالس)

★ اسی طرح خداوندِ عالم نے دوسری جگہ بطور وعدہ فرمایا ہے:۔

" اللہ کا وعدہ ہے کہ تم میں جو لوگ واقعتاً مجھے دل سے مانتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، انھیں زمین پر اپنا خلیفہ بنائے گا۔" (القرآن) (سورۃ النور آیت ۵۵ پ ۱۸)

ظاہر ہے کہ یہ وعدہ انہی افرادِ اُمّت سے کیا جا رہا ہے جنھیں دبا کر پیس دیا گیا تھا۔ انہی کو خدا ضرور ایک دن زمین کا وارث اور مالک ظاہری طور پر بھی بنائے گا۔ اور یہ وعدہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے آنے کے بعد پورا ہوگا۔

★ ...... (فصل الخطاب)

مستضعفین کی عالمگیر حکومت

خدا کا وعدہ صرف بنی اسرائیل کے لیے نہ تھا بلکہ کلّی قانون بیان کیا گیا ہے (آیت ۵) کیونکہ آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ : "ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ستم رسیدہ کمزور بنا دیے گئے لوگوں کو اپنی نعمتیں عطا کریں اور ان کو ساری اقوام کا پیشوا اور زمین کی حکومت کا وارث قرار دیں۔"

اصل میں یہ ایک عالمگیر بشارت ہے کہ آخر کار حق باطل پر اور ایمان کفر پر غالب آکر رہے گا۔ (تفسیر نمونہ)

★ حضرت امام علیؑ سے روایت ہے کہ : "دنیا اپنی سرکشی کے بعد اُس اونٹنی کی طرح ہو جائے گی جو وہ دودھ دوہنے والے سے اپنے دودھ کو اپنے بچّے کے لیے بچا لیتی ہے۔ یعنی حکومتِ دنیا آخر کار ہماری طرف رُخ کرے گی۔" پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

★ ...... (نہج البلاغۃ ۔ کلمات قصار)

★ آپ ہی سے روایت ہے کہ : "ہم وہ آلِ محمدؐ ہیں کہ اِن زحمتوں اور مصیبتوں کے بعد خدائے تعالےٰ ہم میں سے مہدیؑ کو پیدا کرے گا اور اُن کو عزّت دے گا اور اُن کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔"

★ ...... (تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ (۶) اور ہم اُن کو زمین میں اقتدار
وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ بخشیں، اور فرعون و ہامان اور اُن کے
وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا تمام لشکروں کو وہی کچھ دکھلادیں جس
يَحْذَرُونَ ۝ سے وہ ڈرتے تھے اور بچنا چاہتے تھے

★ "مِنْهُمْ مَّا" هُمْ کی ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں۔ یعنی فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو بنی اسرائیل کی طرف سے جس چیز کا خطرہ تھا اور جس کی پیش بندی کے طور پر اُس نے بنی اسرائیل کو مظالم کا شکار اور نشانہ بنایا ہوا تھا، ہم اُن کو (فرعون وہامان اور اُن کے ساتھیوں کو) وہی انجام دکھانا چاہتے تھے پس جو ہم نے چاہا وہی ہو کے رہا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فرعونی حکومت و اقتدار کا تختہ اُلٹ گیا۔ اور جس زمین میں بنی اسرائیل غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیے گئے تھے، اُسی زمین پر اُن کی سلطنت کا جھنڈا لہرانے لگا۔" تفسیر مجمع البیان میں ہے "کہ فرعون چار سو برس زندہ رہا۔ وہ چھوٹے قد کا بدصورت آدمی تھا۔" ★..... (تفسیر انوار النجف)

★ فرعون کا وزیر ہامان تھا، اور یہی اُس کا خاص آلۂ کار تھا۔ یعنی جس خطرے کی وجہ سے اُنھوں نے ہزاروں بنی اسرائیل کے بچے قتل کیے تھے، ہم نے چاہا کہ وہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے اُس اسرائیلی بچے سے لاکھ جان چھڑانی چاہی، مگر تقدیرِ الٰہی کب ٹل سکتی ہے۔

خدا نے اُسی بچے (حضرت موسیٰؑ) کو اُسی (فرعون) کی گود میں پلوا دیا۔ اُسی کے بستر پر سلایا، اور اُسی کے محلات میں شاہانہ ناز و نعم سے رکھوایا، اور پرورش کرائی۔"

تدبیر کُند بندہ، تقدیر زَنَد خندہ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی (۷) اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾

اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو وحی کی کہ تم موسیٰؑ کو دودھ پلاؤ۔ اس کے بعد جب تمھیں اُس کی جان کا خطرہ ہو تو اُسے دریا میں ڈال دینا، اور ڈرنا نہیں، نہ غم کرنا، ہم اُسے تمھارے ہی پاس واپس لے آئیں گے، اور اُس کو پیغمبروں میں سے قرار دیں گے (پیغمبر بنا دیں گے)

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ : حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو جو وحی ہوئی اُس کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) یہ ایک الہام تھا کہ خدا نے اُن کے دل میں ایک بات ڈال دی۔ یہ وحیٔ نبوت نہ تھی۔

(۲) حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے سے وحی ہوئی۔

(۳) خواب کے ذریعے سے اُن کو جتلایا گیا، اور علمائے بنی اسرائیل نے اُس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ اُس کو دریا میں ڈال دیا جائے۔

* ...... (تفسیر انوار النجف)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "مادرِ موسیٰؑ کے دل میں پڑ گیا، یا خواب میں دیکھا"

* ...... (موضح القرآن)

★ پرانی تفسیروں میں یہ بھی لکھا ہے کہ: آسمان سے آواز بھی آئی اور صندوق بھی آسمان ہی سے اُترا تھا۔

* ...... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.com

★ یہ بھی روایت میں ہے کہ جبرئیل نے یہ پیغام پہنچایا تھا۔
★۔۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ اس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کا منصب اور وحی عورتوں پر بھی آتی ہے۔
★۔۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰؑ کی ماں کے نام کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ سلیمان جمل نے اُن کا نام "محیانہ" بنتِ یصھر بن لاوی لکھا ہے۔

★ ثعلبی نے اُن کا نام "لوخا" بنتِ یاور بن لاوی لکھا ہے۔
★۔۔۔۔۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ ص ۵)

★ حضرتِ موسیٰؑ کی ماں کو الہام ہوا یا خواب دکھایا گیا کہ جب تک موسیٰؑ کے قتل کا خطرہ نہ ہو، برابر دودھ پلاتی رہیں۔ اور جب خوف قتل کا ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دیں۔ ساتھ ہی ماں کو یہ تسلّی بھی کر دی کہ "ڈرو مت۔ بچہ صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دو۔ بچہ محفوظ رہے گا کوئی غم نہ کرو۔ ہم بہت جلد واپس تمہاری ہی گود میں پہنچا دیں گے" کیوں کہ خدا کو اُسی سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ اُس کو نبی بنانا ہے، اور کوئی طاقت اللہ کے کاموں کو روک نہیں سکتی۔ خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر کے اپنا مقصد ضرور حاصل کرے گا۔ آخرِ کار ماں نے بچّے کو صندوق میں ڈال کر دریا کے پانی میں بہا دیا۔
★۔۔۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں ولادتِ موسیٰؑ کے بعد سخت خوفزدہ تھیں کہ فرعونی سپاہی اُن کو ذبح نہ کر دیں، اُن کے رونے کی آواز نہ سن لیں۔ اتنے میں خدا کا الہام ہوا جس سے موسیٰؑ کی ماں کے دل کو سکون ملا۔ الہام یہ تھا کہ دریائے نیل میں موسیٰؑ کو بہا دو۔ اُنھوں نے ایک مصری بڑھئی کو تلاش کیا جو فرعون کی قوم سے تھا۔ اُس نے ایک چھوٹا سا صندوق بنایا، اور بعد میں جلادوں کو خبر دینے گیا، مگر خدا نے اُس کی زبان گنگ کر دی اور وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اور اشارے کرتا رہا، سپاہیوں نے سمجھا کہ بیوقوف بنا رہا ہے۔ اور اُسے مار کر بھگا دیا۔

www.drhasanrizvi.com

غرض ماں نے بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا۔ دریائے نیل کی موجوں نے اُس کو کنارے سے دور کر دیا۔ اور ماں نے محسوس کیا کہ اُس کا دل سینے سے نکل کر دریا کی موجوں پر تیر رہا ہے۔ اگر اُس وقت خدا اُن کے دل کو سکون نہ بخشتا تو وہ زور زور سے رونے لگتیں اور سارا راز فاش ہو جاتا۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

★ بالآخر وحیِ الٰہی کے مطابق فرعونی قوم کے ایک ترکھان (بڑھئی) سے صندوق بنوایا۔ اُس نے پوچھا یہ صندوق کس کام کے لیے بنوایا ہے؟ مادرِ موسیٰؑ جھوٹ نہ بول سکتی تھیں۔ سچ سچ بتا دیا۔ ترکھان ولادتِ موسیٰؑ کی خبر دینے کے لیے پہنچا، لیکن قوتِ گویائی ختم ہو گئی اور بلا کچھ کہے وہاں سے واپس ہوا۔ جب اپنی دکان پر آیا تو زبان کھل گئی، دوبارہ جلادوں کے پاس جا پہنچا، تو خدائی قفل نے پھر زبان بند کر دی۔ غرض تین بار یہ واقعہ پیش آیا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ خدائی کرشمہ ہے۔ اِس لیے وہ خبر دینے سے رُک گیا۔

غرض حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے صندوق میں اپنے لختِ جگر کو کانپتے ہاتھوں سے رکھ کر امرِ پروردگار کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے صندوق کو دریا کی ہیبت موجوں کے حوالے کر دیا اور دل پر صبر و رضا کا پتھر رکھ دیا بقدرتِ خدا صندوق کچھ دور جا کر پھر کنارے پر آ لگا، آپ نے پھر اُسے پانی کی موجوں کے سپرد کر دیا، لیکن صندوق پھر ساحل کے قریب آ گیا۔ غالباً یہ مادرِ موسیٰؑ کی ممتا کا امتحان تھا جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہو گئیں۔

اور آخر کار بہتے ہوئے پانی کا تیز دھارا صندوق کو چشم زدن میں ماں کے دیکھتے ہی دیکھتے بہا کر لے گیا۔ دل سے محبت کا دھواں اُٹھا جو آنسو بن کر ٹپکا اور دریا کی موجوں سے جا ملا۔ لیکن اب وہ صندوق بہت دور پہنچ چکا تھا۔ ماں کی ممتا کے آنکھوں سے بہنے والے آنسو دریا کی موجوں پر سوار ہو کر بھی فرزندِ دل بند تک پہنچ جانے سے قاصر تھے۔ البتہ ماں کی نظروں نے صندوق کا تعاقب اُس وقت تک کیا جب تک وہ نظر آتا رہا۔ اور جیسے ہی وہ نگاہوں سے اوجھل ہوا، دل پر ہاتھ رکھا زبان سے فریاد کرنے کو جی چاہا لیکن اللہ کی تسکین نے صبر کا پتھر دل پر رکھ دیا۔ اور خاموشی سے واپس آ گئیں۔

* ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ (۸) پس (آخرکار) موسیٰؑ کو فرعون کے
لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ گھر والوں نے اُٹھا لیا، تاکہ (انجامِ کار)
اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَ وہ اُن لوگوں کے لیے اُن کے دشمن اور
جُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـِٕيۡنَ ۝۸ باعثِ رنج وغم بنیں۔ واقعی فرعون
اور ہامان اور اُن کے لشکر (اپنی تدبیروں میں بڑی) غلطی کر بیٹھے۔

★ جب صندوق فرعون کے محل کے قریب سے بہتا ہوا گذرا تو فرعون نے حکم دیا کہ اس کو لایا جائے۔ جب صندوق لایا گیا، پھر اُسے کھولا تو اُس میں ایک بچے کو فرعون کی ملکہ نے دیکھا تو اُس کی نگاہوں کے سامنے بجلی سی چمکی، جس نے اُس کے دل کو روشن و منوّر کر دیا اور بچہ کی محبت اُس کے دل میں سما گئی۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ فرعونیوں نے حضرت موسیٰؑ کو پال کر سخت غلطی کی۔ مگر غلطی نہ کرتے تو کیا کرتے؟ کیا وہ خدا کی تقدیر کی بدل سکتے تھے؟ یا خدا کے ارادے کو روک ٹوک سکتے تھے؟ اُن کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ خدا کے فیصلوں کو بدلنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ غلطی یہ بھی تھی کہ وہ یہ ضرور سمجھے کہ کسی بنی اسرائیل نے بچے کو پانی میں بہا دیا ہے، مگر ایک بچے کو قتل نہ کرنے سے کیا آسمان ٹوٹ پڑے گا، اُنھیں کیا خبر تھی کہ یہی بچہ اُن کی حکومت کو تباہ کر دے گا۔ پھر اُن احمقوں کو یہ خیال بھی تھا کہ جب ہم بنی اسرائیل کے بچے کی پرورش کریں گے تو وہ ہمیں کیوں تباہ کرے گا۔ (عثمانی)

★ اُن کی خطائیں یہ تھیں کہ اُنھوں نے ظلم و جور اور شرک پر اپنی حکومت کو قائم کیا، لاکھوں بچوں کو ذبح کیا اور بے خبری میں حضرت موسیٰؑ کی خود تربیت کی۔ ★ ... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ (۹) اور فرعون کی بیوی نے (اس سے)
قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ کہا: "یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں
لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ کی ٹھنڈک ہے۔ تم لوگ اِسے قتل نہ
يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا کرو۔ بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ پہنچائے، یا پھر ہم اسے اپنا بیٹا ہی
بنالیں۔" مگر وہ (لوگ اپنے) انجام سے بے خبر تھے

★ حضرت عبداللہ ابنِ عباس سے روایت ہے کہ "فرعون نے اپنی بیوی کا یہ قول سن کر کہا: "موسیٰ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تو ہو، مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہ ہو۔"
★ ...... (بحار الانوار)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کی قسمیں ہم کھایا کرتے ہیں، کہ اگر فرعون بھی اس بات کا اقرار کرلیتا کہ موسیٰ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یا ہوگا، تو خدا حضرت موسیٰ کے ذریعے سے فرعون کو بھی ہدایت کی توفیق عطا فرما دیتا، جس طرح کہ اُس کی بیوی کو خداوندِ کریم نے ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔"
★ ..... (تفسیر نور الثقلین)

★ عرفاء نے نتیجے نکالے

(۱) خدا کی توفیقات انسان کو اپنی کوششوں کے نتیجے میں ملتی ہیں یعنی: جو لوگ خود اپنی مدد کرتے ہیں، خدا بھی اُن کی مدد کرتا ہے۔ (۲) خدا صرف مستحقین کو اپنی

www.drhasanrizvi.com

توفیقات عطا فرماتا ہے۔ خدا کی عنایات اندھا دھند نہیں ہوا کرتیں۔

(۳) انبیاءؑ اور اولیاءؒ سے محبت کرنا خدا کی توجہات اور توفیقات کا سبب بن جاتا ہے۔ جب فرعون جیسے سرکش ظالم انسان کو حضرت موسیٰؑ کی محبت توفیقاتِ الٰہی کا مستحق بنا سکتی تھی تو حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت یقیناً انسان کو خدا کی خاص توجہات کا مرکز بنا دیتی ہے کیوں کہ یہ محبت اجرِ رسالت بھی ہے
(اصولِ کافی ، بقول حضرت امام جعفر صادقؑ)

★ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص ہماری خوشی میں خوش ہوتا ہے، اور ہماری مصیبتیں سن کر اس کے دل میں دکھ درد، رنج و غم پیدا ہوتا ہے "مَعَنَا فِی دَرَجَاتِنَا" "وہ ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے درجات میں ہوگا۔"
(بحار الانوار)

★ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی یہی ارشاد فرمایا: "مَنْ اَحَبَّنَا لِلّٰهِ وَرَدْنَا نَحْنُ وَ اِیَّاہُ عَلٰی نَبِیِّنَا هٰكَذَا (وَضَمَّ اِصْبَعَیْهِ) وَمَنْ اَحَبَّنَا لِلدُّنْیَا تَسَعُ الْبَرَّ وَ الْفَاجِرَ" (بلاغت الحسین)

یعنی: "جس نے ہمیں خوشنودیٔ خدا کے لیے محبوب یا دوست رکھا، تو ہم اور وہ دونوں اپنے نبیٔ اکرمؐ کی خدمت میں یوں اکٹھے وارد ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (آپؑ نے دو انگلیوں کو ملا کر بتایا کہ ایسے) اور جو ہمیں دنیا کے لیے محبوب و دوست رکھے گا، تو دنیا تو نیک اور بد سب ہی کو حاصل ہو جاتی ہے۔"

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" یعنی: "(روزِ قیامت) ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔"
(صحیح بخاری)

(۴) تیسرا نتیجہ محققین نے یہ نکالا کہ:

"کاملین بھی خطرات سے فطری طور پر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔"
(تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی (۱۰) اور اُدھر موسیٰؑ کی ماں کا دل بےچینی اور
فٰرِغًا ؕ اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ اضطراب کی وجہ سے بے قابو ہوا چلا جارہا تھا
بِہٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی بس قریب تھا کہ وہ راز ہی فاش کر دیتیں
قَلۡبِہَا لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰﴾ اگر ہم اُن کے دل کو تھام کر مضبوط نہ کر دیتے
تاکہ وہ (اللہ کی قدرت و حکمت پر) ایمان لانے
والوں میں سے ہو جائیں۔

وَقَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ ۫ (۱۱) اور اُنھوں نے بچے کی بہن سے
فَبَصُرَتۡ بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ کہا: "ذرا اس (بہتے ہوئے صندوق)
وَّہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ کے پیچھے جا۔ چناں چہ وہ صندوق کو
الگ سے اِس طرح سے دیکھتی رہی کہ (فرعونیوں کو بالکل) پتہ نہ چل سکا۔

آیت ۱۰ کی تشریح: حضرت موسیٰؑ کی ماں موسیٰؑ کو دریا میں بہا تو آئیں مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے بیٹھنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰؑ کا خیال آتا رہا۔ دل سے قرار جاتا رہا، قریب تھا کہ صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور چیخ کر بتا دیں کہ میں نے اپنا بچہ خود دریا میں بہا دیا، کسی آدمی کو مل جائے تو لا دے۔ لیکن خدا کی وحی کو یاد کر کر کے تسلی ہوتی رہی۔ یہ خدا ہی کا کام تھا کہ ان کے دل کو

www.drhasanrizvi.com

مضبوط باندھ دیا کہ خدائی راز قبل از وقت کھلنے نہ پائے اور تھوڑی دیر بعد موسیٰؑ کی والدہ کو یقین آجائے کہ اللہ کا وعدہ ضرور سچا ہوتا ہے۔

* ..... (مؤلف)

* فَارِغًا (دل خالی ہوگیا) اِس میں مفسرین کے تین قول ہیں:

(۱) موسیٰؑ کو دریا میں ڈال کر ماں کا دل ہر بات سے خالی ہوگیا۔ بس اُن کے دل میں حضرت موسیٰؑ کی فکر تھی، اور کسی چیز کی طرف اُن کا دل لگتا ہی نہ تھا۔

(۲) اللہ کے وعدے کے مطابق چوں کہ اُن کو بچے کی زندگانی کی تسلی تھی، لہٰذا اِس فکر سے اُن کا دل خالی تھا۔

(۳) اُن کا دل وحی سے خالی ہوگیا، کیوں کہ اسے فراموش ہوگئی، لہٰذا وہ موسیٰ کے فراق میں غمزدہ ہوئیں۔

* لَتُبْدِیْ بِہٖ (اُسے ظاہر کردے)۔ اِس میں بھی تین قول ہیں:

(۱) بیٹے کی جدائی کے صدمے میں قریب تھا کہ واویلا اور فریاد کرکے اپنا راز ظاہر کر بیٹھتیں، اگر ہم نے اپنی وحی کے ذریعے سے اُن کے دل کو مضبوط نہ کردیا ہوتا۔

(۲) بچے کے ڈوب جانے کے خوف سے قریب تھا کہ ماںتا کی وجہ سے محبّت کو ظاہر کردیتیں، اگر ہم نے تسکین بہم نہ پہنچائی ہوتی۔

(۳) فرعون کے دربار میں جب رضاعت کے لیے طلب کی گئیں تو خوشی میں آکر قریب تھا کہ اپنا ماں ہونا ظاہر کردیتیں، اگر ہم نے اُن کے دل کو تقویّت کے ساتھ صبر وضبط کی تلقین نہ کی ہوتی۔

* .... (تفسیر انوار النجف)

آیت ۱۱ کی تشریح: ماں نے موسیٰؑ کی بہن کو صندوق کے پیچھے پیچھے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ دریائے نیل سے نکلنے والی نہر کے پہلو میں بنے ہوئے نمائشی تالاب کے کنارے سیرگاہ میں صندوق ٹھہرا۔ آسیہ زوجۂ فرعون نے اُس کو نکلوایا، صندوق میں سے موسیٰؑ کو احتیاط سے اٹھایا گیا، آسیہ و فرعون کے ہاتھوں تک موسیٰؑ کا پہنچ جانا، یہ سب کچھ موسیٰؑ کی بہن چھپ کر دیکھتی رہی۔ دونوں کو موسیٰؑ کی محبت میں گرفتار دیکھا.....الخ

* (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿١٢﴾

(۱۲) اور اُدھر ہم نے پہلے ہی بچّے پر دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام کر رکھّا تھا۔ پس اُس لڑکی نے کہا: "کیا میں تم کو ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتادوں جو اِس بچّے کو تمھارے لیے پرورش کردیں۔ اور وہ اِس بچّے کی بھلائی چاہنے والے بھی ہوں۔

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

(۱۳) پس (اس طرح) ہم نے موسیٰؑ کو اُن کی ماں کی طرف پلٹا دیا، تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، اور وہ غمگین نہ ہوں، اور تاکہ وہ یہ بات جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچّا (ہوتا) ہے مگر اُن میں کے اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

المراضع ۱ ع ۱۳ ۲

www.drhasanrizvi.com

حضرت موسیٰؑ اپنی ماں کی آغوش میں

اور حضرت موسیٰؑ کی بہن نے یہ بھی دیکھا کہ

فرعون اور اُس کی زوجہ آسیہؑ موسیٰؑ کے لیے دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں پریشان ہیں۔ کیوں کہ حضرت موسیٰؑ کسی دوسری عورت کے دودھ منھ بھی نہیں لگاتے۔ پس ایسے میں وہ اُن کے قریب جاکر کہنے لگی: "میں ایک ایسی نیک سیرت پاکباز خاتون کی نشاندہی کرسکتی ہوں، جو تمھاری خاطر اس بچّے کو دودھ پلانا قبول کرلے گی، اور وہ اس بچّہ کی خیر خواہی بھی کرے گی۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے، کہ ہامان کو موسیٰؑ کی بہن پر شک ہوا اور کہنے لگا کہ "یہ لڑکی اس بچّے کے حقیقی رشتہ داروں کو جانتی ہوگی"۔ لیکن لڑکی نے فوراً ہی جواب دیا کہ (آیت میں "لہٗ" میں ضمیر غائب کا مرجع فرعون ہے) "میرا مقصد یہ ہے کہ جس گھرانے کا پتہ میں دینا چاہتی ہوں، وہ بادشاہ کے اس معاملے (پریشانی) میں خیر خواہ ہیں"۔ یہ سن کر ہامان شرمسار ہوا اور کچھ نہ بولا۔ جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو طلب کیا اور وہ وہاں پہنچیں، تو موسیٰؑ نے ماں کی خوشبو محسوس کی تو گریہ ختم کردیا، اور دودھ قبول کرلیا۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ فرعون نے کہا: تم اس بچّے کی تربیت کرو کہ یہ تمھارا ہم پر احسان ہوگا، اور ہم تمھیں اس کا اچھا بدلہ دیں گے۔ ...... ★ (تفسیر انوار النجف)

★ فرعون کے آدمی دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں تھے کہ موسیٰؑ کی بہن نے کہا کہ "میں تمھیں ایک ایسا گھر بتا سکتی ہوں جو بچّے کو پال دیں گے کیوں کہ وہ بہت شریف گھرانہ ہے، اس لیے انعام کی خاطر بچّے کو اچھی طرح پال دیں گے"۔ اِس طرح حضرت موسیٰؑ کی والدہ بلائی گئیں۔ انھوں نے جیسے ہی بچّے کو چھاتی سے لگایا، موسیٰؑ دودھ پینے لگے۔ یہ دیکھتے ہی فرعون کے گھر والے بہت خوش ہوئے۔ بڑی خوشیاں منائی گئیں، انعام واکرام دیا گیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کی ماں نے کہا: "میں یہاں نہیں رہ سکتی، اپنے گھر لے جاکر پالوں گی۔ بہر حال موسیٰؑ پھر اپنے ہی گھر پہنچ گئے۔ فرعون نے اُن کی ماں کا وظیفہ مقرر کردیا۔
...... ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ خداوندِ کریم کا بہر حال ارادہ یہ تھا کہ موسیٰؑ جو ابھی شیر خوار تھے جلد اپنی ماں کے پاس پلٹ آئیں

www.drhasanrizvi.com

تاکہ ماں کے دل کو قرار آ جائے۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ: "ہم نے تمام دودھ پلانے والی دائیوں کا دودھ موسیٰؑ پر حرام کر دیا تھا"۔ ظاہر ہے کہ دودھ پینے والا بچہ کتنی دیر بھوکا رہ سکتا ہے؟ جلدی ہی دودھ کے لیے مچل مچل کر رونے لگا ہوگا۔ اس لیے فرعون کے لیے ضروری تھا کہ موسیٰؑ کے لیے کسی دودھ پلانے والی عورت کا جلد ہی بندوبست کرے۔ کیوں کہ ملکہ (زوجۂ فرعون) بچے کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ (وہ اُس بچے کے رونے کو کیسے برداشت کر سکتی تھی)، اسی لیے شاہی حکم کے بموجب جلد جلد دودھ پلانے والیوں کو بلایا اور بالآخر مادرِ موسیٰؑ ہی دودھ پلانے پر پوری اُتریں۔

(تفسیر نمونہ)

* ......

آیت ۱۳ کی تشریح: خداوندِ عالم نے جو دو وعدے کیے تھے، اُن کو پورا ہوتا ہوا آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقے سے خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اس لیے موسیٰؑ کی والدہ سمجھ گئیں کہ دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

* ......

نتیجہ: خدا کے وعدے ہمیشہ پورے ہو کر رہتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی تاخیر یا بہت سے پھیر پڑ جاتے ہیں جس سے بہت سے لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں۔

(موضح القرآن)

* ......

★ بروایت قمی۔ راوی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: "ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے کتنا عرصہ غائب رہے"؟ آپؑ نے فرمایا: "تین دن"۔ (الحدیث)

(تفسیر انوار النجف)

★ علماء نے لکھا کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ پر تمام دوسری دائیوں کا دودھ اس لیے حرام کر دیا تھا کہ خدا یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت موسیٰؑ ایسا دودھ پئیں جو حرام سے آلودہ ہو۔ یعنی جو ناجائز مال کھا کر بنا ہو۔ (تفسیر نمونہ)

★ معلوم ہوا کہ خدا انبیاء کرامؑ کو مشرک و نجس عورتوں کے دودھ سے پاک رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے رسولؐ سردارِ انبیاءؑ ہیں، اس لیے اُن کے والدین بھی مسلمان ہوں گے، پاک و پاکیزہ ہوں گے۔

(مؤلف)

* ......

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

(۱۴) اور جب موسیٰؑ اپنی پوری جوانی کو پہنچے اور اُن کی نشو و نما مکمل ہوگئی تو ہم نے انھیں "حکم" (یعنی) حکمت، دانائی، قوّتِ فیصلہ، فہم و فراست اور (ہر قسم کا دینی اور دُنیوی) علم عطا کیا۔ اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

★ یعنی جب موسیٰ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے اُن کو بہت سی حکمت کی باتیں سمجھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا۔ کیوں کہ بچپن ہی سے موسیٰ بڑے نیک کردار تھے۔ ایسے ہونہاروں کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

★ ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "اَشُدَّ" کا مادہ شدت ہے۔ یعنی طاقتور ہونا۔

★ "اِسْتَوٰی" کا مادہ اِسْتَوَا ہے۔ جس کے معنی خلقت کا کمال اور اعتدال ہوتا ہے

★ اشد کے لیے بعض نے کہا ہے کہ وہ مقام ہے جب انسان قوائے جسمانی کے اعتبار سے سرحدِ کمال کو پہنچ جاتا ہے جو ۱۸ سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ (تفسیر نمونہ - مفردات القرآن)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "اشد" ۱۸ سال کی عمر ہے اور "استویٰ" عمر کا وہ حصہ جب داڑھی مونچھ نکل آئے۔"

★ ..... (معانی الاخبار)

www.drhasanrizvi.com

نتیجہ یہ نکلا کہ جب حضرت موسٰی علیہ السلام جسمانی اور عقلی کمال کو پہنچے تو نبوت کا کام عطا ہوا۔

حکم اور علم میں یہ فرق ہے کہ

"حکم" سے مراد عقل و فہم ہے، اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت۔

"علم" کے معنی ایسی آگاہی اور دانش ہے جس میں جہل کا شائبہ نہ ہو۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* جوانی کو پہنچنے سے مراد اٹھارہ ۱۸ سے تیس ۳۰ سال کی عمر ہوتی ہے۔

* ...... (اقرب)

نتائج

محققین نتیجہ نکالا کہ (۱) رسالت کا عہدہ نبوت کے عہدے سے بلند ہوتا ہے۔

(۲) خدا کا یہ فرمانا کہ: "ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں"۔ بتاتا ہے کہ حضرت موسٰیؑ کے ہاتھ سے قبطی کا قتل ہو جانا کوئی برا کام نہ تھا کیوں کہ انھوں نے اصل میں مومن اور مظلوم کی حمایت میں قبطی کو مکا مارا تھا، پھر یہ کہ ان کا ارادہ اُس شخص کو قتل کرنے کا نہ تھا' یہ اور بات ہے کہ مکا اتنا شدید تھا کہ وہ ظالم وہیں تڑپ کر مر گیا۔

* ...... (تفسیر ماجدی)

(۳) محققین نے نتیجہ نکالا کہ اکابرین سے بھی اتفاقی طور پر ترکِ اولٰی ہونا ممکن ہوتا ہے جو نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔

* ...... (فصل الخطاب)

(۴) خدا کے ہاں کے عہدے اندھا دھند نہیں ملا کرتے، صلاحیت اور اعمال کی بناء پر ملا کرتے ہیں یہ اور بات ہے کہ خدا کا علم تجربے کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ (فصل الخطاب)

(۵) اتفاقی قتل، قتلِ عمد نہیں ہوا کرتا۔

* ...... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

فرعون کی داڑھی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت فرعون کے شاہی محل میں ہوتی رہی۔ دوسرے اسرائیلی بچوں کے قتل عام کے باوجود فرعون حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کافی اُنس و پیار اور عزت و اکرام سے پیش آتا تھا۔ ایک دن فرعون کی موجودگی میں حضرت موسیٰؑ کو چھینک آئی تو آپؑ نے فوراً زبان پر کلمۂ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جاری فرمایا۔ فرعون یہ سن کر طیش میں آگیا اور حضرت موسیٰؑ کے چہرے پر طمانچہ مارا پس حضرت موسیٰؑ نے فوراً ہی جوابی کارروائی میں فرعون کی داڑھی پکڑلی جو کافی لمبی تھی اور پورے زور سے اُسے کھینچا حتیٰ کہ کافی حد تک داڑھی کی صفائی ہوگئی۔

فرعون غصے میں بھر گیا اور حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوا لیکن فرعون کی زوجہ جناب آسیہ نے مزاحمت کی اور فرعون کو سمجھایا کہ یہ ابھی نئی عمر کا لڑکا ہی ہے اسے شاہی آداب کا کیا پتہ ہے تُو نے پہلے اِس کو طمانچہ مارا تھا، اِسے تکلیف پہنچائی تو اس نے بھی اپنے بچپنے کی وجہ سے جوابی انتقام لے لیا، ابھی تو اِس کا لڑکپن ہے اِس عمر میں کسی لڑکے کو اتنی عقل و سمجھ کب ہوتی ہے۔

فرعون نے کہا: یہ بے سمجھی نہیں تھی، اِس نے سوچ سمجھ کر میری داڑھی پکڑی ہے۔

آسیہ نے کہا: "اچھا تو آزمائے لیتے ہیں"۔ چنانچہ ایک طرف کھجوروں کا طشت اور دوسری طرف آگ کے انگاروں کا طشت رکھا گیا اور حضرت موسیٰؑ کو اِن دونوں کے درمیان بٹھا یا دیا گیا تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ لڑکا کتنا سمجھ دار ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے کھجوروں کے طشت کی طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت جبریلؑ نے بحکم ربِ جلیل نازل ہوکر اُن کا ہاتھ انگاروں کی طرف بڑھا دیا، اُنھوں نے ایک انگارہ اُٹھا کر منھ میں بھی رکھ لیا، منھ میں انگارے کا رکھنا تھا کہ حضرت موسیٰؑ آگ کی تکلیف سے چیخ پڑے زبان پر آگ نے اپنا اثر دکھایا، اور زبان پر ورم آگیا۔ آسیہ نے جلدی سے بڑھ کر اُٹھا لیا، اور فرعون سے کہا کہ میں نے نہیں کہا تھا کہ ابھی یہ بچہ ناسمجھ ہے۔ چنانچہ فرعون نے درگزر کر دیا۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۙ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۙ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

(۱۵) اور ایک دن موسیٰؑ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب شہر کے لوگ غفلت اور بےخبری میں (پڑے سو رہے) تھے، وہاں موسیٰؑ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک تو اُن ہی کا شیعہ (یعنی) دوست ' ماننے والا اور برادری میں سے تھا، اور دوسرا اُن کے دشمنوں میں سے تھا۔ پس اُس نے جو اُن کے شیعوں میں سے تھا، دشمن قوم والے کے خلاف فریاد کرتے ہوئے (موسیٰؑ کو) مدد کے لیے پکارا۔ تو موسیٰؑ نے اُس کے ایک گھونسا مار دیا اور اُس کا کام تمام ہوگیا۔ موسیٰؑ نے کہا: "یہ (جھگڑا) تو شیطان کی کارستانی ہے۔ بلاشبہ وہ (ہمارا) کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔"

www.drhasanrizvi.com

حضرت موسیٰؑ، اُن کے شیعہ اور قبطی کا قصہ

آیت میں دو لڑنے والوں کا ذکر ہے۔

★ اُن دو لڑنے والوں میں سے ایک تو وہی عقیدہ رکھتا تھا جو حضرت موسیٰؑ کا عقیدہ تھا (حضرت موسیٰؑ کا شیعہ) اور دوسرا فرعون کا طرفدار تھا۔ (یعنی قبطی تھا۔)

★ ..... (تفسیر قمی)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں سے فرمایا:

"تمہارے لیے شیعہ کا لقب مبارک ہو۔" پھر آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

★ ..... (تفسیر نور الثقلین)

★ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں بھی خدا نے قرآن میں فرمایا:

"اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ"

یعنی: "واقعاً ابراہیمؑ بھی اُن (نوحؑ) کے شیعوں میں سے تھے۔"

★ البتہ قرآن میں جہاں کہیں خدا کے دشمنوں یا کافروں کا ذکر آیا تو اُن کو شِیَعًا فرمایا ہے یعنی کافروں کے پیروکار۔ (اُن کے لیے شِيْعَة کا لفظ نہیں فرمایا)

★ ..... (تفسیر نور الثقلین)

★ عرفاء نے لکھا کہ اصل میں حضرت موسیٰؑ کا ارادہ قبطی کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ مگر اتفاقاً ایک ہی مُکّے میں قبطی کے مرجانے پر فرمایا: "یہ اس کا اچانک مرجانا شیطان کا کام ہے۔" اس کا صاف مطلب ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ کا ارادہ قتل کرنے کا ہوتا تو یہ جملہ نہ فرماتے اور نہ افسوس فرماتے۔ بلکہ خوشی کا اظہار فرماتے۔

★ ..... (تفسیر ماجدی)

غفلت کا وقت

(عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ) موسیٰؑ جوان ہو کر ایک دن شہر پہنچے جب لوگ غافل سو رہے تھے۔ شاید دوپہر ہوگی یا رات۔ ★ ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم لوگ ساعتِ غفلت میں نافلہ نماز

www.drhasanrizvi.com

پڑھا کرو، خواہ ہلکی پھلکی دو رکعتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ یہ دو رکعتیں دار الکرامت (جنت) کا وارث بنا دیتی ہیں۔ اور ساعتِ غفلت نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیان کا عرصہ ہے"۔
★..... (وسائل الشیعہ جلد ۵ - من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱)

★ ایک قول ساعتِ غفلت کے بارے میں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا اور لوگ سو رہے تھے

(۲) دوسرا قول ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ عید کا دن تھا اور لوگ اپنے لہو و لعب میں مشغول تھے۔

ایک قول کے مطابق یہ ہے۔ چوں کہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان مسئلۂ توحید میں اختلاف ہو گیا تھا اور فرعون نے آپؑ کے قتل کی تجویز دل میں ٹھان لی تھی، اس لیے حضرت موسیٰؑ دار السلطنت سے نکل کر دور دور دیہاتوں میں بسر اوقات کرتے تھے۔ اب بنی اسرائیل سے ملاقات کے لیے غفلت کے وقت میں داخلِ شہر ہوئے، تاکہ اپنی جماعت سے مل کر ملکی سیاست پر تبصرہ اور انقلابی اقدام کی تجویز پر غور ہو سکے۔
★..... (تفسیر انوار النجف)

حکامِ جور کے مددگار علماء کے لیے تنبیہ

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "محمد بن مسلم زہری ایک عالم شخص تھا، وہ بنی اُمیہ کے خلیفہ ہشام بن عبد الملک سے تعاون کیا کرتا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس کو روکا اور فرمایا: "کیا بنی اُمیہ نے تم کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی؟ کیا انھوں نے تم کو ایسا محور نہیں بنایا جس کے گرد اُن کے ظلم کی چکی گھومتی ہے؟ کیا انھوں نے تم کو وہ پُل نہیں بنا لیا جس کو عبور کر کے وہ اپنی بلاؤں کی طرف جا رہے ہیں؟ کیا انھوں نے تم کو اپنی گمراہی کے لیے سیڑھی نہیں بنایا؟ وہ تمھارے ذریعے سے علماء کو شک میں مبتلا کرتے ہیں اور جہلاء کے دلوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔ جو کچھ وہ تم سے لیتے ہیں اُس کا کتنا کم معاوضہ تمھیں دیتے ہیں، تمھارے ذریعے سے جتنا وہ برباد کرتے ہیں، اُس کے مقابلے میں کتنا کم آباد کرتے ہیں۔ پس اے زہری! تم اپنے اوپر غور کرو کیوں کہ تم سے زیادہ تمھارا کوئی اور ہمدرد نہیں ہے لہٰذا تم خود اپنا حساب کر لو۔"
★..... (تحف العقول صـ۲۶)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ (۱۶) پھر موسیٰؑ نے دعا کی: "اے میرے
نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ پالنے والے مالک! میں نے تو اپنے
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ ہی اوپر ظلم کر ڈالا، اب تُو مجھے معاف
کر دے۔" تو خدا نے اُنھیں معاف کر دیا۔
حقیقتاً وہ بڑا معاف کرنے والا، بیحد مسلسل رحم
کرنے والا ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ (۱۷) (پھر موسیٰؑ نے) عہد کیا کہ: "اے میرے
عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا پالنے والے مالک! یہ احسان جو تُو
لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ نے مجھ پر کیا ہے کہ مجھے تُو نے اپنی
نعمت سے نوازا ہے، پس اب اس کے بعد میں
مجرموں گناہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا (۱۸) پس دوسرے دن صبح سویرے موسیٰؑ
یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ ڈرتے ہوئے شہر میں نکلے تو دفعتاً دیکھا کہ وہی

www.drhasanrizvi.com

بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ	شخص جس نے کل اُنھیں مدد کے لیے
قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ	پُکارا تھا، آج پھر وہی شخص اُنھیں
لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾	پکار رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا: "واقعاً تو بڑا
	بہکا ہوا اور کھلا ہوا گمراہ شخص ہے۔"
فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ	(۱۹) اب جو اُنھوں نے چاہا کہ اُس پر حملہ کریں
بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ	جو اُن دونوں کا دشمن تھا تو وہ پکار
قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ	اُٹھا: "اے موسیٰؑ! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے
تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا	بھی قتل کر ڈالو جس طرح کل تم نے ایک
بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ	آدمی کو قتل کیا ہے؟ تم اس ملک
اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی	میں جبّار و سرکش بن کر رہنا
الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ	چاہتے ہو؟ اور تم یہ نہیں چاہتے کہ
تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾	(دنیا میں) صلح صفائی اور اصلاح کرو۔"

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۶ کی تشریح: فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "مالک! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، مجھے معاف کر دے" سے مراد یہ ہے کہ خدایا! مجھے جس مقام پر نہیں آنا چاہیئے تھا، میں وہاں آگیا۔ مجھے اس شہر میں ہرگز داخل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

اور حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا: "فَاغْفِرْ لِیْ" مراد یہ ہے کہ مجھے میرے دشمنوں سے چھپالے تاکہ وہ مجھ پر غالب نہ آسکیں۔ (غفران کے اصل معنی چھپانے کے ہوتے ہیں)

٭...... (تفسیر نور الثقلین - عیون الاخبار)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "کاملین کی یہی عادت ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنی معمولی سے معمولی بے احتیاطی اور غیر ارادی غلطی کو بھی اپنے لیے اپنی خطاؤں کا پہاڑ سمجھتے ہیں۔"

٭...... (بیضاوی)

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: "کاملین کو بھی غصہ آتا ہے۔"

٭...... (تفسیر ماجدی)

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: "عام آدمیوں کے لیے جو خطا نہیں ہوتی، وہ کاملین کے لیے ترکِ اولیٰ ہوتا ہے۔ (یعنی: حسنات الابرار سیئات المقربین)

٭...... (فصل الخطاب)

یعنی: "جو باتیں نیک لوگوں کے لیے نیکیوں کا سبب بنتی ہیں، اگر اللہ کے مقرب بندے اُن نیکیوں کو ترک کر دیں تو اُن کے لیے گناہ سیئات کہلائے جاتے ہیں۔" مثلاً نافلہ نمازیں اگر نیک لوگ پڑھیں تو اُن کے لیے حسنات ہیں اور اگر مقربین (معصومینؑ) نہ پڑھیں تو اُن کے سیئات کہلائیں گی۔)

★ آیت ۱۹ کی تشریح: علامہ طبرسیؒ نے لکھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے فرمایا کہ "تو ہی بہکا ہوا آدمی ہے۔" پھر اسرائیلی کو بچانے کے لیے قبطی (فرعونی) پر حملہ کرکے دونوں کو

الگ الگ کر دیا۔ مگر کیوں کہ پہلے اسرائیلی کو ڈانٹ چکے تھے تو اسرائیلی یہ سمجھا کہ اب موسیٰؑ مجھ پر بھی حملہ کریں گے، اس لیے اُس نے کل والے قتل کا راز فاش کر دیا۔

★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں توحید کے مسئلے پر اختلاف ہو چکا تھا، اس لیے آپؑ نے شہر کو چھوڑ دیا اور نواحی آبادی میں چلے گئے۔ وہاں سے اسرائیلیوں سے مشورے کے لیے شہر میں داخل ہوئے، تو ایک جگہ دو آدمیوں میں جھگڑا ہوتے دیکھا، اُن میں ایک اُن کا شیعہ (اسرائیلی) تھا، دوسرا قبطی۔ اسرائیلی نے آپؑ کو مدد کے لیے پکارا۔ آپؑ نے قبطی کو مُکا مارا۔ اتفاقاً مُکا کسی نازک جگہ لگا اور قبطی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ تو درحقیقت ایک کافر کے مقابلے پر مومن کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن اُن کے مُکے سے قبطی مر گیا۔ یہ امر غیر ارادی واقع ہو گیا۔ اس لیے آپؑ اس قبل از وقت قبطی کے قتل پر پچھتائے، جو عین فطرت تھا اور سیاسی حالات کے تحت یہ قتل قبل از وقت ہو گیا۔ آپؑ نے کہا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ۔ اس جگہ ظلم خسارے اور گھاٹے کے معنی میں ہے جیسے حضرت آدمؑ نے کہا تھا۔ سیّد مرتضےٰ علم الہدیٰ اعلی اللہ مقامہٗ نے اس کی دو توجیہات کی ہیں۔ (۱) یہ اللہ کی طرف انقطاع اور خشوع کے طور پر مناجاتی فقرہ ہے کہ تیری نعمتوں کا جو میرے اوپر حق واجب ہے، اُس کو ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لحاظ سے مجھے خسارہ ہوا پس تُو درگزر فرما۔ (۲) قبطی کا قتل چونکہ ترکِ اولیٰ تھا، اگر قبطی اس وقت قتل نہ ہوتا تو میں جلا وطن نہ ہوتا۔ اور انقلابی تحریک کامیاب نہ ہو سکتی۔

غرض دوسرے دن اُس قتل کے انجام کی فکر میں شہر میں نکلے ہی تھے کہ پھر اُسی مومن کو دوسرے قبطی سے جھگڑا کرتے دیکھا تو فرمایا کہ: تُو ہی فسادی آدمی ہے۔ لیکن اُس مومن نے پھر فریاد رسی کے لیے آپؑ کو پکارا۔ جب آپؑ اُس مومن کی نصرت کے لیے آگے بڑھے اور قبطی پر سختی کا ارادہ کیا تو قبطی نے فوراً محسوس کر لیا کہ کل والے قتل کا ملزم بھی یہی شخص ہے چناں چہ اُس نے کہہ دیا کہ کل کا قتل بھی تو نے ہی کیا ہے اور آج دوسرے قتل کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی خاموشی سے مزید یقین ہو گیا۔ چنانچہ اُس قبطی نے آپؑ کے خلاف فرعونی عملہ تفتیش کو اطلاع دے دی۔ اس طرح اُن کی گرفتاری کے احکامات جاری ہو گئے۔ اور پولیس کا خاص دستہ حضرت موسیٰؑ کی گرفتاری کے لیے روانہ ہو گیا۔ ★

(تفسیر انوار النجف) (ملخص)

www.drhasanrizvi.com

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا (۲۰) اور اُدھر شہر کے آخری حصے سے
الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ ایک شخص دوڑتا بھاگتا آیا اور اُس نے کہا:
يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ "اے موسیٰ! تمام بڑے آدمیوں اور سرداروں
بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ میں تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں،
لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۰ بس تم یہاں سے (فوراً ہی) نکل جاؤ
میں تمہاری بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ (۲۱) یہ خبر سنتے ہی موسیٰ وہاں سے ڈرتے
قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ سہمتے نکل کھڑے ہوئے اور انھوں نے
الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۱ ع دعا کی: "اے میرے پالنے والے مالک! ع ۲ ۸ ۵
مجھے ظالموں کی قوم سے بچالے۔"

★ فرعون نے موسیٰؑ کے قتل کرنے کو اپنے لیے چیلنج دھمکی سمجھا۔ اِس لیے اُس نے انھیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ مگر ایک شخص جو فرعون کا درباری تھا، موقع پا کر، آنکھ بچا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ آپؑ کے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں اور فرعون نے حکم جاری بھی کر دیا ہے اس لیے آپؑ فوراً ہی شہر سے نکل جائیں۔ میں آپؑ کا خیر خواہ ہوں۔" یہ شخص حزقیل تھا۔

www.drhasanrizvi.com

جو مومنِ آلِ فرعون کے لقب سے مشہور ہوا، یہ فرعون کا قریبی رشتے دار اور اُس کا مشیرِ خاص بھی تھا۔ اِس کو فرعون کے جرائم سے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ وہ اِس انتظار میں تھا کہ فرعون کے خلاف کوئی بغاوت کرے تو وہ اُس کی مدد کرے۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے طور طریقے میں انقلابی جذبات دیکھ رہا تھا (کیوں کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں پرورش پا رہے تھے، اور یہ بھی فرعون کا درباری تھا۔ فرعون اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان جو اختلافات توحید کے بارے میں پیدا ہوئے وہ سب اس کے سامنے کی باتیں تھیں) اِسی لئے اُس نے حضرت موسیٰؑ کی جان بچائی۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

★ یہ آنے والا شخص فرعون کا خزانچی تھا جبکہ دل میں حضرت موسیٰؑ کو نبی مانتا تھا۔ ★ (تفسیر قمی)

★ اِدھر فرعون کو خبر ملی کہ حضرت موسیٰؑ نے اُس کے ایک آدمی (قبطی) کو قتل کر دیا ہے۔ بس فوراً ہی اُن کی گرفتاری کا حکم فرعون نے جاری کر دیا۔ اِدھر فرعونیوں میں سے کسی کے دل میں موسیٰؑ کی محبت آئی تو اُس نے جلدی جلدی مختصر راستے سے خفیہ طور پر موسیٰؑ کے پاس آیا اور مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکل کھڑے ہو۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ اسی طرح کا واقعہ حضورؐ کے ساتھ پیش آیا، آپؐ شبِ ہجرت کفّار کے درمیان سے نکل کر مکّے سے چلے گئے۔ (موضح القرآن)

آیت ۲۱ کی تشریح: عرفا نے نتیجے نکالے (۱) طبعی خوف کمال کے منافی نہیں ہوتا۔ (۲) کاملین بہرحال اپنا تعلق خدا سے جوڑے رکھتے ہیں۔ ★.... (تفسیر ماجدی)

★ ؎ بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی ∴ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے۔؟ (اقبالؔ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسین علیہ السّلام نے مدینے سے کربلا کے لیے ہجرت کے وقت اسی آیت کی تلاوت فرمائی تھی، کیوں کہ آپؑ کا رابطہ خدا سے، بھروسہ خدا پر اور وعدہ خدا سے تھا۔ نتیجہ سامنے ہے کہ: بقولِ شاعر:

؎ ڈوب کر پار اُتر گیا اسلام ∴ آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے؟

؎ تم مل ملا کے بابری مسجد بچا سکے ∴ تنہا حسینؑ دینِ نبیؐ کو بچا گیا ★ (ہندو شاعر)

؎ اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں ∴ اک ضربِ یداللّٰہی، اک سجدۂ شبیری (اقبالؒ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ
قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي
سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾

(۲۲) اور (مصر سے نکل کر) جب موسیٰ ؑ
مدین کی طرف روانہ ہوئے تو (دل میں)
کہا: "اُمید ہے کہ میرا پالنے والا مالک مجھے
سیدھے راستے کی طرف لے جائے گا۔"

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ
وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِنَ
النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ
مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ
تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ
قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ
الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ
كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾

(۲۳) اور جب وہ مدین کے پنگھٹ
پر پہنچے تو اُنھوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ تو
اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور
اُن سب سے الگ دو عورتیں ہیں جو (اپنے جانوروں
کو پانی سے) روک روک کر الگ ہٹا رہی ہیں،
موسیٰ نے اُن سے پوچھا: "تم دونوں کا کیا مسئلہ ہے؟"
اُنھوں نے کہا: "ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں
پلا سکتے، جب تک کہ یہ چرواہے نہ چلے جائیں،
اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں۔"

www.drhasanrizvi.com

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى (۲۴) پس موسیٰؑ نے اُن دونوں کے جانوروں
اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ کو پانی پلا دیا، پھر ایک (طرف) سائے
اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ میں آبیٹھے اور دعا کی: "اے میرے پالنے
مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ والے مالک! (اس وقت) تو مجھ پر
جو نعمت بھی اُتارے میں اُسی کا محتاج ہوں۔"

حضرت موسیٰؑ کی مصر سے مدین کی طرف روانگی

آیت ۲۲ تا آیت ۲۴ کی تشریحات۔

★ حضرت موسیٰؑ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، مگر راستوں سے واقف نہ تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ چناں چہ اللہ نے مدین کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا، جہاں پہنچ کر اُن کو امن وامان ملا۔ یہاں سے خدا کو انھیں بہت دور تک سیدھی راہ پر لے جانا تھا۔
(شیخ الاسلام عثمانی)

ایک نیک عمل سے بھلائیوں کے باب کھل جاتے ہیں

حضرت موسیٰؑ خوف زدہ مصر سے نکلے اور خدا کے فضل وکرم سے مدین پہنچے۔ تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے۔ ایک کنویں کے پاس جا بیٹھے تو دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے الگ کھڑی ہیں اور لوگ کنویں سے پانی بھر رہے ہیں۔ اپنی پریشانی بھول گئے، اور عورتوں کی پریشانی نہ دیکھی گئی۔ اُن سے پوچھا: "تمھارا کیا مسئلہ ہے؟" یہ ہوتی ہے انسانی شرافت، اور انسانیت سے انس ومحبت۔

؎ خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

مظلوموں کو ظلم سے بچانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فطرت تھی کہ بے وطن ہو کر بھی اُنھوں نے اپنی روش زندگی نہ بدلی ظلم دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے۔ "یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے"۔

اُن لڑکیوں نے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتا، ہمارا کوئی بھائی بھی نہیں ہے اس لیے ہم خود ہی یہ کام کرتی ہیں۔ ...... (تفسیر نمونہ)

★ مدین مصر سے آٹھ دس دن کی راہ پر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں بھوکے پیاسے پہنچے تو دیکھا کہ لوگ کنویں پر اپنے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ دو عورتیں اپنی بکریاں لیے حیا سے کنارے پر کھڑی ہیں، اتنی قوت نہ تھی کہ مردوں کو ہٹا کر اپنے مویشیوں کو پانی پلا سکیں۔ شاید بچا بچایا پانی پلاتی ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے پوچھا: تمھارے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ یعنی تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں"۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اگر جوان ہوتا تو ہمیں نہ آنا پڑتا، اور ہم اِن مردوں کے درمیان جا نہیں سکتیں، جب یہ سب فارغ ہو کر چلے جائیں گے تب ہمارا نمبر آئے گا"۔

اب نبیؑ کے احساسات کا اندازہ لگائیے کہ خود بھوکے پیاسے، تھکے ماندے تھے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ میرے ہوتے ہوئے یہ عورتیں بے سہارا رہ جائیں۔ اُٹھے، اور مجمع کو ہٹا کر کنویں سے پانی نکالا اور لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کر دیا۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی گرفتاری کا حکم جاری کیا تو اُس کے چچازاد بھائی حزقیل، مومنِ آلِ فرعون نے خفیہ طور پر چھوٹے راستے سے جلدی جلدی جا کر حضرت موسیٰؑ کو بتایا کہ آپ کی گرفتاری کے لیے فرعون کی پولیس کے سپاہی روانہ ہو چکے ہیں لہٰذا آپ بہت جلد مصر سے نکل جائیں۔ پس آپؑ نے جنگل کی طرف رُخ کیا اور مدین کی طرف پیدل چل پڑے۔ اللہ کی مدد سے آٹھ دس دن بھوکے پیاسے چلتے چلتے مدین شہر کے باہر ایک کنویں کے قریب جا بیٹھے۔ جہاں سب چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے اور دو پردہ دار عورتیں اپنے مویشیوں کو

www.drhasanrizvi.com

روکے ہوئے الگ کھڑی تھیں۔ آپؑ نے اُن سے دریافت کیا کہ: "تم اپنے مویشیوں کو الگ کیوں روکے ہوئے ہو۔" اُنھوں نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ "ہم مردوں کے درمیان داخل ہو کر کنویں سے پانی نہیں بھر سکتیں، اور نہ اپنے مویشیوں کو اُن کے مویشیوں کے ساتھ مخلوط کرنا مناسب سمجھتی ہیں پس جب یہ سب لوگ فارغ ہو کر چلے جائیں گے تو ہم اپنے مال (مویشیوں) کو سیراب کرلیں گی۔ اور کیوں کہ ہمارے والد ضعیف اور کمزور ہو چکے ہیں، وہ خود یہ کام انجام نہیں دے سکتے، اِس لیے ہم یہ فریضہ خود ہی انجام دینے کے لیے آئی ہیں۔"

پس حضرت موسیٰؑ تو ہیکل جوان تھے، اُن عورتوں کی روئداد سن کر اُٹھ کھڑے ہوتے، اور اپنی تھکان اور کوفت کی پرواہ نہ کی۔ اُن کے ہاتھ سے ڈول لے لیا۔ اور مجمع میں گھس کر کنویں سے پانی کھینچنا شروع کر دیا اور اُن مویشیوں کو سیراب کر دیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے مال (مویشیوں) کو لے کر اپنے گھر واپس چلی گئیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ درخت کے سائے میں جا بیٹھے اور اللہ سے دعا کی:

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی دن کے بھوکے تھے دورانِ سفر پتے اور گھاس کھا کر گذارا کیا، اور اللہ سے روٹی کا سوال کیا.........

.......* (تفسیر انوار النجف)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ"

یعنی: لوگوں میں سب سے اچھا آدمی وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔" (الحدیث)

★ حضور اکرم صؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلدُّعَآءُ سِلَاحُ الْاَنْبِيَآءِ" (الحدیث)

یعنی: "دُعاء انبیاءؑ کا اسلحہ (ہتھیار) ہے۔"

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ "کسی کی حاجت پوری کرنا دس حجوں کے ثواب کے برابر درجہ رکھتی ہے۔"

(الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ؗ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

(۲۵) (ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) اُن دونوں عورتوں میں سے ایک عورت شرم و حیا کے انداز میں چلتی ہوئی آئی، اور کہا کہ: "میرے والد آپؑ کو بلا رہے ہیں، تاکہ آپؑ کو اس کی اُجرت دیں، جو آپؑ نے ہماری خاطر ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے" پس جب موسیٰؑ اُن کے (حضرت شعیبؑ کے) پاس آئے اور انھیں اپنا سارا قصہ کہہ سنایا، تو اُنھوں نے کہا: "اب تم کچھ خوف نہ کرو اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو۔"

حضرت موسیٰؑ کی حضرت شعیبؑ کے پاس آمد

حضرت شعیبؑ کی ایک بیٹی شرمیلے انداز میں حضرت موسیٰؑ کے پاس آئی، اور اپنے والد کا پیغام اُن کو دیا، کہ آپؑ کو ہمارے والد بلاتے ہیں تاکہ آپؑ کو، مویشیوں کو پانی پلانے کی اُجرت دیں۔" اِدھر حضرت موسیٰؑ خدا سے خیر طلب کر ہی رہے تھے کہ خدا نے غیر متوقع طور پر اپنا فضل بھیج دیا۔ پھر یہ دعوت قبول کیوں نہ کرتے، اُٹھ کر اُس عورت کے ساتھ چل دیئے۔ مگر چلتے وقت اُس عورت کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا، تم پیچھے پیچھے راہ بتاتی ہوئی

www.drhasanrizvi.com

چلی آؤ، تاکہ میری نگاہ تم پر نہ پڑے۔ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتلاتی ان کو اپنے گھر لے آئی۔

حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ سے ملاقات کے دوران اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ تو انھوں نے ان کو تسلی دی کہ اب تم اُس ظالم قوم کے پنجے سے بچ نکلے ہو۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

★ حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی طرزِ گفتگو اور شخصیت دیکھ کر سمجھ گئے کہ انھیں ایک عالی ظرف اُستاد مل گیا ہے۔ اور حضرت شعیبؑ بھی سمجھ گئے کہ ایک لائق و فائق شاگرد انھیں حاصل ہو گیا۔ اِس لئے دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت اختیار کر لی۔

★..... (تفسیر نمونہ)

★ حضرت شعیبؑ کی بڑی بیٹی صفورا حضرت موسیٰؑ کے پاس شرم و حیاء کے ساتھ پردہ کرتی ہوئی آئی اور بولی کہ آپ کو ہمارے والد پانی پلانے کی اُجرت دینے کے لیے بلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ سوچا کہ نہ جاؤں، لیکن دفعتاً خیال آیا کہ یہاں جنگل میں رات بے چینی سے گذرے گی۔ لہٰذا اُٹھ کر اُس کے ہمراہ چلے تو لڑکی کو اپنے پیچھے چلنے کی ہدایت فرمائی کہ ہم عورتوں پر نظر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ حضرت موسیٰؑ لڑکی کے گھر اُس وقت پہنچے جب حضرت شعیبؑ عشاء کا کھانا کھانے کے لیے تیار تھے۔ انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے رسمی مختصر سی گفتگو کے بعد کھانے کی دعوت دی، اُنھوں نے انکار کیا تو حضرت شعیبؑ نے پوچھا: کیا آپ کو بھوک نہیں ہے۔"؟

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: "مجھے کھانے کی طلب تو ہے لیکن اس بات سے گھبراتا ہوں کہ مجھے اُس کارِ خیر کا بدلہ نہ دیا جا رہا ہو، جو میں نے کیا ہے۔ کیوں کہ ہم جو کام رضائے پروردگار کے لیے کرتے ہیں، اُس پر مزدوری نہیں لیا کرتے۔"

حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ: "یہ مزدوری نہیں ہے بلکہ مہمان نوازی میرا آبائی طریقہ ہے۔"

پس حضرت موسیٰؑ نے اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنا قصہ بھی سنایا۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا: اب بے فکر ہو جاؤ۔ یہ ہمارا

www.drhasanrizvi.com

علاقہ ہے جو فرعونی سلطنت کی حدود سے باہر ہے۔ لہٰذا اب تم امن و سکون سے رہو۔
*۔۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

اسباق

(۱) چھوٹا سا کارِ خیر بھی باعثِ برکت ہو سکتا ہے

(۲) خاصانِ خدا کسی کی معمولی سی خدمت کو بھی بلا معاوضہ نہیں رہنے دیتے۔

حضرت شعیبؑ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے بلا معاوضہ اُن کی بیٹیوں کی خدمت کی ہے تو اُن کو بلوا کر اُن کو بھرپور معاوضہ ادا کیا۔

(۳) خاصانِ خدا، خدا کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔ خواہ کتنی ہی مشکلات درپیش آئیں، یا کتنی ہی فارغ البالی ہو۔ ایسے دشوار حالات میں بھی حضرت موسیٰؑ نے کسی سے سوال نہ کیا۔ اور سوال کیا، اور حاجت طلب کی تو اپنے پالنے والے مالک سے۔ اور خدا نے بھی اُن کی حاجت کو فوراً پورا کر دیا۔

★ جب قبطی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تب بھی انھوں نے خدا کو یاد کیا اور عرض کی:
"اے میرے پالنے والے مالک! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف کر دے" (القرآن) ۔۔۔۔ (سورۃ القصص ۲۸ آیت ۱۶ پ ۲۰)

★ جب مصر سے باہر آئے تو عرض کی: "اے میرے پالنے والے مالک! تو مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے" (القرآن) (سورۃ القصص ۲۸ - آیت ۲۱ پ ۲۰)

★ جب مدین کی طرف روانہ ہوئے تو عرض کی: "مجھے اُمید ہے کہ میرا پالنے والا مالک مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرمائے گا۔" (القرآن) (سورۃ القصص ۲۸ آیت ۲۲ پ ۲۰)

★ پھر جب مدین کے کنویں سے بھیڑ بکریوں کو پانی سے سیراب کیا تو ان عورتوں سے کوئی مزدوری نہ مانگی، اور خدا ہی سے سوال کیا: "اے میرے پالنے والے مالک! تو مجھے وہی نعمت عطا فرما جس کا میں محتاج اور ضرورت مند ہوں۔" (القرآن) (سورۃ القصص ۲۸ آیت ۲۴ پ ۲۰)

*۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ (۲۶) اُن دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا:

اسۡتَاۡجِرۡهُ ۡ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اے ابا جان! اِن کو آپؑ مزدوری پر

اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ﴿۲۶﴾ نوکر رکھ لیجیے۔ (کیوں کہ) یقیناً بہترین

شخص جسے آپؑ مزدوری کے لیے رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو طاقت ور بھی ہو

اور امانت دار بھی۔

★ حضرت شعیبؑ پیغمبرِ خدا نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ: "موسیٰؑ کی طاقت کا تو تمھیں اِس بات سے اندازہ ہوا کہ اُنھوں نے بہت جلد کنوئیں سے ڈول کھینچ کھینچ کر تمھارے جانوروں کو پانی پلا دیا، مگر تمھیں موسیٰؑ کی امانت داری کا علم کیسے ہوا"؟

حضرت شعیبؑ کی بیٹی نے عرض کی: "ابا جان! جب میں موسیٰؑ کو آپؑ کے پاس لا رہی تھی تو اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو (اور راستہ بتاتی جاؤ) کیوں کہ ہم لوگ غیر عورتوں کی پُشت بھی نہیں دیکھتے۔"

★ ...... (تفسیر صافی ص۳۷۷، تفسیر قمی، تفسیر نمونہ، تفسیر ابن ابراہیم)

★ حضرت شعیبؑ کی دو لڑکیاں تھیں ایک صفورا اور دوسری لیا۔ اور ایک روایت میں بڑی کا نام صفرا اور چھوٹی کا صفیرا تھا۔ بہر کیف بڑی صفورا یا صفرا حضرت موسیٰؑ کو بلا کر لائی تھی۔ اور چھوٹی نے باپ کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ ہمیں گھریلو کام کے لیے بالخصوص مویشیوں کو چرانے کے لیے ایک مزدور کی ضرورت تو ہے ہی کیوں کہ آپؑ بوڑھے اور کمزور ہیں اور ہم پردہ دار ہیں۔ پس بہتر یہ ہے کہ آپؑ اِن کو مزدوری پر رکھ لیجیے۔ یہ طاقتور اور امانتدار ہیں۔ طاقت ور اس طرح ثابت ہوئے کہ اکیلے نے جانوروں کو کنوئیں سے ڈول جلدی جلدی کھینچ کر پانی پلا یا اور امین اس طرح معلوم ہوئے کہ اُنھوں نے ہم پر نظر نہ جمائی اور ہمیں پیچھے چلنے کا مشورہ دیا۔" حضرت شعیبؑ نے یہ تجویز مان لی۔ (تفسیر

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾

(۲۷) اِس پر اُس کے باپ نے موسیٰؑ سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال میرے ہاں اُجرت پر نوکری کرو۔ اور اگر دس سال پورے کردو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا اور میں تم پر کوئی سختی کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے اچھا اور خوش معاملہ آدمی پاؤ گے۔"

اِس زمانے میں نکاحِ اجارۃ جائز نہیں

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اب اِس زمانے میں نکاحِ اجارۃ جائز نہیں۔ یعنی اِس طرح نکاح کرنا جائز نہیں کہ یہ کہا جائے کہ تم اتنے عرصے تک اُجرت پر میرا کام کروگے تو میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کردوں گا۔ کیوں کہ اِس صورت میں وہ کام حقِ مہر بن جاتا ہے جبکہ حقِ مہر لڑکی کا حق ہے، لڑکی کے باپ کا حق نہیں، نہ لڑکی کا کفیل مہر لینے کا حقدار ہے۔" (تفسیر صافی صہ ۳۷۸، الکافی، من لایحضرہ الفقیہ)

www.drhasanrizvi.com

★ فقہاء نے لکھا کہ خدا کا فرمانا: اِحْدٰی ابْنَتَیَّ "اپنی بیٹیوں میں سے کوئی ایک"
یہ اشارہ تھا اُس صاحبزادی کی طرف جس نے باپ کو توجّہ دلائی تھی کہ حضرت موسیٰؑ کو نوکر رکھ لیں۔
اس بات سے حضرت شعیبؑ نے سمجھ لیا تھا کہ اُن کی بیٹی حضرت موسیٰؑ کو اپنا شوہر بنانے پر راضی ہے
شاید اسی لیے حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے نکاح کی تجویز پیش کی تھی۔ اسی کو فقہ میں ایجاب
کہتے ہیں جسے حضرت موسیٰؑ نے قبول فرمایا۔
...... (تفسیر علی ابن ابراہیم بقول حضرت امام محمد باقرؑ، تفسیر مجمع البیان)

حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ کی خدمت کیوں کی؟

★ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام خدا کی محبت میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔ اللہ نے دوبارہ بینائی عطا فرمائی۔ پھر آپؑ اسی قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔ اللہ نے پھر بینائی عطا فرمائی۔ غرض چار مرتبہ اسی طرح ہوا۔ تو اللہ نے ارشاد فرمایا: اے شعیبؑ! اگر تم دوزخ کے خوف سے گریہ کرتے ہو تو میں نے دوزخ سے تم کو امان دی اور اگر جنت کے شوق میں گریہ کناں ہو تو میں تم کو جنت عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ حضرت شعیبؑ نے عرض کی کہ: اے میرے پالنے والے! تو بہتر جانتا ہے کہ میں تو صرف تیری محبت میں روتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "اب میں اپنے کلیم موسیٰؑ بن عمران کو تمھاری خدمت کے لیے بھیجوں گا۔"
...... (تفسیر انوار النجف)

★ تفسیر مجمع البیان میں بروایت جناب ابوذرؓ حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
"اگر تم سے کوئی سوال کرے کہ موسیٰؑ نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ تو اُس کو جواب دو کہ دونوں میں سے جو زیادہ وفاشعاری اور بھلائی و خوبی کا پتہ دیتی ہے۔ یعنی دس سال۔ اور اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ: حضرت شعیبؑ کی کونسی بیٹی کے ساتھ حضرت موسیٰؑ نے نکاح کیا؟ تو جواب دو کہ چھوٹی بیٹی کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔"
...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ عٓ ۳

(۲۸) موسیٰ نے کہا: "اچھا تو اب یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔ اِن دونوں مدّتوں میں سے جو مدّت بھی میں پوری کردوں تو مجھ پر کوئی الزام یا جبر نہ ہوگا۔ اور ہماری اِن باتوں پر جو ہم کہہ سن رہے ہیں اللہ گواہ اور نگہبان ہے۔"

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْٓا إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

(۲۹) پس جب موسیٰ نے وہ مدّت پوری کردی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر چلے تو اُنھیں (کوہِ) طُور کی طرف ایک آگ (چمکتی) نظر آئی۔ اُنھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: "تم ذرا ٹھہرو، میں نے ایک آگ چمکتی دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاؤں یا اُس آگ سے کوئی انگارہ ہی اٹھا لاؤں جس سے تم تاپ سکو۔"

www.drhasanrizvi.com

★ آیت ۲۹ کی تشریح : حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ : "حضرت موسیٰؑ نے اپنی شان کے مطابق دس سال حضرت شعیبؑ کی خدمت فرمائی۔

(تفسیر مجمع البیان ، تفسیر ابن عباسؓ) ★......

حضرت موسیٰؑ کی مَدْیَن سے رخصتی، روانگی

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ :

"حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت (دس سال) کے علاوہ دس برس اور بھی حضرت شعیبؑ کے ہاں (رہ کر اُن کی خدمت کرتے) رہے۔ پس پورے بیس برس کے بعد واپس جانے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو حضرت شعیب علیہ السلام نے خوشی سے اُن کو رخصت فرمایا۔

بہرکیف حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ اور دُنبیوں کو لے کر شام کے حکمرانوں کے خطرہ سے غیر معروف راستے پر روانہ ہوئے۔ سردی کا موسم تھا اور اُس دن سردی زوروں کی تھی۔ اور رات کی گھٹاٹوپ تاریکی میں راستے سے بھی کہیں دور ہٹ گئے۔ جب کوہِ طور کے دامن میں پہنچے تو اہلیہ کو دردِ زہ عارض ہوا، سردی کے ساتھ ساتھ ہلکی سی بارش بھی شروع ہوگئی۔ اِسی پریشانی میں بکریاں اور دُنبیاں بھی منتشر ہوگئیں۔ حضرت موسیٰؑ تنہا ہونے کے باوجود صبر و ضبط سے کام لیتے رہے۔ اِسی اثناء میں کوہِ طور کے دائیں جانب روشنی پر نظر پڑی، دل کو تقویت حاصل ہوئی تو اہلیہ سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں اُس آگ کے پاس جا کر راستے کی کوئی خبر لاؤں اور یا تھوڑی سی آگ لے آؤں تاکہ ہم اُس سے تاپ کر کم از کم سردی کی شدت سے بچ سکیں۔ ★.... (تفسیر انوار النجف)

★ کیونکہ رات سخت اندھیری تھی، اور سردی کڑاکے کی تھی، اِس لیئے حضرت موسیٰؑ کا قافلہ راستہ بھول گیا۔ آگ دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ یہ کوئی بستی ہے جہاں سے راستہ بھی معلوم ہوگا، اور سردی سے بچنے کے لیئے آگ بھی مل جائے گی۔ ★ (تفسیر حیدری)

★ حضرت موسیٰؑ اپنے اصل اور قومی فریضے کے پیشِ نظر حضرت شعیبؑ سے رخصت ہوئے اور مصر کی طرف رخ کیا، کوہِ طور کے پاس اُن کو ایک شعلۂ آتش دکھائی دیا، لہٰذا اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، مجھے آگ نظر آتی ہے، میں جاکر آگ بھی لے آؤں تاکہ سردی سے حفاظت ہوجائے اور راستے کا پتہ بھی چل جائے گا۔

★.... (تفسیر نمونہ۔ ملخص)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ (۳۰) پس جب وہ وہاں گئے تو اُس بابرکت
شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ خطّے میں وادی کی داہنی جانب ایک
فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ درخت سے انھیں آواز دی گئی: "اے
الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ موسٰیؑ! میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا
اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾ کا پالنے والا مالک۔
وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا (۳۱) اور یہ کہ تم اپنی لاٹھی پھینک دو۔"
رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ اب جو موسٰیؑ نے (لاٹھی پھینکی اور) اُس کو
وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ دیکھا تو وہ سانپ کی طرح لہراتی ہوئی بل
يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۟ کھا رہی تھی، تو موسٰیؑ پیٹھ پھیر کر مڑے اور پھر
اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ تو پلٹ کر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا) "اے موسٰیؑ!
آگے بڑھو، اور ڈرو مت، تم بالکل محفوظ ہو۔

آیت ۳۰ کی تشریح: وہ آواز جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنی تھی، خدا کی پیدا کی ہوئی آواز تھی اور درخت خدا کے کلام کا صرف محل و مقام تھا جس میں سے آواز آرہی تھی۔ وہ درخت نہیں بول رہا تھا، بلکہ اُس کے

www.drhasanrizvi.com

واسطے سے خدا اول رہا تھا۔ خدا کسی چیز میں داخل نہیں ہوا کرتا کیوں کہ یہ بات خدا کی شان کے منافی ہے۔

★...... (تفسیر تبیان)

★ معلوم ہوا کہ خدا جس چیز میں چاہے بولنے کی طاقت پیدا کر دیا کرتا ہے جس طرح خدا نے ہماری زبان کے چھوٹے سے ٹکڑے میں بولنے کی صلاحیت پیدا کر دی ہے۔ اسی طرح وہ جس چیز کو چاہے بولنے کی طاقت عطا کر دیا کرتا ہے۔

★...... (تفسیر ماجدی)

★ جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اُس آگ کے قریب پہنچے جو انھوں نے دور سے دیکھی تھی، تو انھیں محسوس ہوا کہ وہ آگ تو ہے مگر ایسی آگ نہیں جو عام طور پر ہوتی ہے، کیوں کہ اُس میں حرارت نہ تھی، وہ نور کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی حضرت موسیٰؑ سخت حیران تھے کہ معاً اُس درخت سے آواز آئی جس میں آگ روشن تھی کہ: "اے موسیٰؑ! میں اللہ ہوں، رب العالمین ہوں۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ اسم الفاظ | شاطئ = ساحل۔ وادی = درّہ، پہاڑوں کے درمیان کا وہ راستہ جس سے سیلاب گذرتا ہے۔ ★ ایمن = داہنی جانب۔ اور یہ شاطئ یعنی ساحل کی صفت ہے۔

★ بُقعۃ = زمین کا وہ حصہ جو چاروں طرف کی زمین سے ممتاز یا الگ ہو۔★ (مفردات القرآن امام راغب)

★ حضرت موسیٰؑ جب قریب پہنچے تو وہ آگ درخت سے روشن ہو رہی تھی، آپ نے اپنی قدسی طاقت سے جان لیا کہ یہ کوئی راز ہے پس درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰؑ! میں اللہ ہوں، رب العالمین ہوں۔" تو حضرت موسیٰؑ نے قدسی قوت سے یہ بھی پہچان لیا کہ یہ آوازِ قدرت ہے۔ یہ نبوت کے مقامات میں سے بلند تر مقام ہے۔ (انوار النجف)

★ جب حضرت موسیٰؑ آگ کے پاس گئے اور غور سے دیکھا کہ سبز شاخوں میں سے آگ چمک رہی ہے اور آہستہ آہستہ اُس کی روشنی بڑھ رہی ہے۔ آپؑ اپنی لاٹھی کے سہارے سے جھکے تو آگ خود ہی حضرت موسیٰؑ کی طرف بڑھنے لگی۔ آپؑ پیچھے ہٹے پھر آگے بڑھے۔ اسی کشمکش میں آواز آئی کہ یہ آواز خدا کی ہے کسی غیر کی نہیں۔

★...... (تفسیر نمونہ، نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

حضرت موسیٰ کا عصا

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ عصا حضرت شعیبؑ نے دنبیوں کی حفاظت کے لیے حضرت موسیٰؑ کو دیا تھا۔ (۲) حضرت آدمؑ جنت سے لائے تھے اور اُن کی موت کے بعد جبرئیلؑ واپس لے گئے تھے پھر حضرت موسیٰؑ کو دیا۔ (۳) یہ عصا انبیاءؑ کی وراثت میں حضرت شعیبؑ تک پہنچا تھا اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ کو دیا تھا۔ (۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ عصا جنت کی لکڑی سے تھا اور مَدیَن کی طرف آتے ہوئے حضرت جبرئیلؑ نے حضرت موسیٰؑ کو لاکر دیا تھا۔ (۵) یہ عصا ایک فرشتے نے حضرت شعیبؑ کو لاکر دیا تھا اور آپؑ نے حضرت موسیٰؑ کو دیا۔ ★ (تفسیر الانوار النجف)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ معجزہ تمام تر خدا کا فعل ہوتا ہے۔ نبیؑ یا اولیاءِ خدا صرف اُس کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ (۲) کیوں کہ حضرت موسیٰؑ کو فرعون جیسی عظیم طاقت کے مقابلے پر بھیجنا تھا اس لیے یہ ایک مشق یا ریہرسل تھی، تاکہ اُن کا خوف نکل جائے اور فرعون کے مقابلے پر قوی ہو جائیں۔ کہیں موسیٰؑ اپنے عصا کو اژدہا بنتے دیکھ کر خود ہی ڈر کر نہ بھاگنے لگیں۔ اِس صورت میں یہ بات حضرت موسیٰؑ کے لیے توہین کا باعث ہوگی (۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاءِ کرامؑ بشری صفات سے بَری نہیں ہوتے۔ بھوک و پیاس، خوف و ڈر وغیرہ فطرت کے تقاضے ہیں۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ البتہ انبیاءؑ کے تاثرات عام انسانوں سے بہت اعلیٰ ہوتے ہیں۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا خوف جادوگروں کے مقابلے کے دوران اِس لیے تھا کہ جادوگروں کے کرتب دیکھ کر کہیں خدا کی مخلوق گمراہ نہ ہو جائے اور اُنہی کو خدا نہ سمجھ بیٹھے۔ ★ (نہج البلاغہ)

"جَآنٌّ" اُس چیز کو کہتے ہیں جو موجود تو ہو مگر نظر نہ آئے۔ مجازاً جَآنٌّ اُن چھوٹے چھوٹے سانپوں کو کہتے ہیں جو گھاس کے ڈھیر یا زمین کے اندر سے گذرتے ہیں۔ (مفردات القرآن)

★ حضرت موسیٰؑ کو دو معجزے عطا ہوئے۔ ایک خوف کی علامت تھا۔ دوسرا نور اور اُمید کی علامت تھا۔ گویا یہ دونوں معجزے انذار اور بشارت تھے۔ ★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۙ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

(۳۲) (اچھا اب تم) اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں توڈالو، وہ چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی بیماری یا تکلیف کے۔ اور خوف (دور کرنے) کے لیے تم اپنے بازوؤں کو اپنے (پہلو) سے ملا کر سمیٹ لو (تو تم بیخوف رہو گے) یہ دونوں روشن اور واضح نشانیاں ہیں تمہارے پالنے والے مالک کی طرف سے فرعون اور اُس کے درباریوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے حقیقتاً وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں۔

★ سُوْءٍ سے مراد بغیر کسی بیماری کے۔ یعنی برص کی بیماری جس میں اعضاء سفید ہو جاتے ہیں۔ تمہارا ہاتھ چمکے گا، مگر وہ چمکنا برص کی بیماری کے سبب نہ ہوگا، بلکہ خدا کی قدرت کے سبب سے ہوگا۔ (تفسیر صافی ص ۴۷۸)

★ پھر حکم ہوا۔ اپنا ہاتھ بغل میں ڈالو تو وہ بغیر عیب کے سفید و روشن نکلے گا۔ یہ دو معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ کا دل مطمئن ہو چکا تھا۔ چوں کہ آپ کو فرعون کا خوف دامن گیر تھا اس لئے ارشاد ہوا: تم اپنا پہلو اپنی طرف ملا لو۔ یعنی فرعون کے مظالم کے خوف سے اپنے دل کو بالکل مطمئن کر لو۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ: اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ لو تو خوف جاتا رہے گا۔ اور جو حکم دیا ہے اُس کی تعمیل کرو۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ (۳۳) موسیٰ نے عرض کی: "میرے مالک!
نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں
(اس لئے) ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ (۳۴) اور میرے بھائی ہارونؑ تو مجھ سے زیادہ اچھی
مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ طرح بولنے والے، خوش بیان اور فصیح ہیں
رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ انھیں میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجیے
اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ تا کہ وہ میری تائید و تصدیق کریں (کیونکہ)
میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے (بری طرح) جھٹلا دیں گے۔

آیت ۳۴ کے نتائج حضرت موسیٰؑ کی اس دعا سے محققین نے نتیجے نکالے کہ:

(۱) جب جھٹلانے والوں کی کثرت ہو تو نبیؑ کی یہ خواہش ہوا کرتی ہے کہ کم از کم اُس کا ایک مددگار ضرور ہو۔ جو رسولؑ (نبیؑ) کی تصدیق کرے۔ کیوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے خاص طور پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "کَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا" یعنی: ہم نے محمد مصطفےٰ کو اسی طرح رسولؐ بنا کر بھیجا جس طرح موسیٰؑ کو فرعون کی طرف رسولؑ بنا کر بھیجا تھا۔ (القرآن) سورۂ مزمل ۷۳ آیت ۱۵

۲۹ پارہ

اس لیے لازمی طور پر خدا نے حضرت محمد مصطفےٰ کو بھی ہارونؑ کی طرح کوئی مددگار ضرور عطا فرمایا ہوگا جس نے

www.drhasanrizvi.com

حضرت ہارونؑ کی طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے پہلے تصدیق اور نصرت کی ہوگی۔

اسی لیے قرآن میں جناب رسول اللہؐ اور حضرت امام علی علیہ السلام کے لیے ارشاد فرمایا:

" وہ شخص جو اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے حقانیت کا کھلا ہوا ثبوت رکھتا ہے، اور اُس کے پیچھے پیچھے اس کا ایک گواہ (مراد حضرت امام علیؑ) ہے جو اسی کا جزو ہے۔" (سورۃ ہود آیت ۱۷ القرآن) (پارہ ۱۲)

★ پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! تم میرے نزدیک وہی مقام رکھتے ہو جو ہارونؑ، موسیٰؑ کے پاس رکھتے تھے۔" ★ (صحیح البخاری، باب فضائلِ علیؑ ابن ابی طالبؑ)

★ پھر جناب رسولِ خداؐ نے بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح یہ دعا فرمائی تھی کہ:

" وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ۝ " (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۰ پ ۱۵)

یعنی: "(اے میرے مالک!) اور میرے لیے ایک زبردست مددگار قرار دے"

★ اسی لیے خداوندِ عزیز نے جنابِ رسولِ خداؐ کو حضرت امام علیؑ جیسا زبردست مددگار عطا فرما دیا۔

★ اسی طرح جنابِ رسولِ خداؐ نے آیہ تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے حضرات علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی طہارتِ کاملہ کے لیے دعا کی تھی۔ اصل میں یہ تمام دعائیں خدا کی مشیت اور اشارے پر مبنی تھیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجے میں جنابِ رسولِ خداؐ تشریف لائے۔ اسی لیے حضرت محمد مصطفےٰ کو دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحا کا لقب دیا جاتا ہے۔

★ ...... (فصل الخطاب)

حضرت موسیٰؑ کے عرض کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ: اے خدا! کوئی تو میری تائید کرنے والا میرے ساتھ ہو، تاکہ فطرتاً میرا دل مضبوط رہے۔ اور اگر وہ فرعونی میرا انکار کریں، اور نوبت بحث و مباحثہ، یا مناظرے تک پہنچے، تو اُس وقت ہارونؑ کی زبان کام آئے۔ کیوں کہ اُن کی زبان صاف اور فصیح ہے۔

★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

"اَفْصَحُ" کا مادّہ "فصیح" ہے۔ جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ مراد، ایسی گفتگو جو ہر قسم کے لغویات و زوائد سے خالی ہو، خالص اور بامعنی ہو۔ * (لغات نعمانی)

* "رِدْاً" یعنی: مددگار۔ * ... (مفردات امام راغب)

تشریح: غرض موسیٰؑ کا کام بہت سخت تھا، اس لیے حضرت موسیٰؑ کی آرزو تھی کہ انھیں کسی طرح شکست نہ ہو۔ اس لیے انھوں نے خدا سے یہ تقاضا کیا۔ خدا نے اس کو قبول کیا۔ اس قبولیت دعا نے موسیٰؑ کے دل کو گرم اور ان کے ارادے کو پختہ کردیا۔ * (تفسیر نمونہ)

* تنبیہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ قرآن کی متعدد سورتوں میں اس لیے دہرایا گیا ہے تاکہ قوم یہود کے علماء، جو ہر وقت مسلمان کو چھیڑتے تھے ان پر ان کے نبیؑ کے واقعات سے حجت تمام کی جاسکے

* اَفْصَحُ مِنِّیْ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کے سامنے آگ کا جو انگارہ اٹھا کر منھ میں رکھ لیا تھا، اُس سے جہاں ایک طرف آپؑ کے ہاتھ کو تکلیف پہنچی، وہاں دوسری طرف آپؑ کی زبان میں تتلاہٹ یا ہکلاہٹ پیدا ہوگئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں تکلیفوں کا موسیٰؑ کو اچھا اجر دیا کہ زبان کو کلیم اللہ ہونے کا شرف بخشا، اور ہاتھ کو یدِ بیضا کا معجزہ دیا۔

* جب پروردگار کی طرف سے پیغامِ رسالت پر مامور ہوئے، تو حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے بھی درخواست کی، کہ وہ مجھ سے گویائی میں فصیح تر ہیں۔ کیوں کہ اُن زبان میں تتلاہٹ یا ہکلاہٹ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ میں نے فرعون کے ایک آدمی کو قتل بھی کردیا ہے۔ لہٰذا بیان واحتجاج کے ساتھ ساتھ تصدیق وتائید کے لیے اُن کا میرے ہمراہ ہونا ضروری ہے۔ پس اللہ نے اُن کی درخواست کو قبول فرمایا

* حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ موسیٰؑ نے فرعونیوں کے ایک آدمی کو قتل کیا تھا اس لیے وہاں جانے سے گھبرانے لگے، لیکن علیؑ نے مکّے کے اکابر چن چن کر قتل کیے ہوئے تھے، پھر جب سورہ برأت کی تبلیغ کا حکم ہوا تو بلا جھجک روانہ ہوئے اور نہایت نڈر اور بیباک ہو کر تبلیغ کی اور ذرہ بھر ہچکچاہٹ نہ محسوس کی۔ * ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ (۳۵) اللہ نے فرمایا: "ہم تمہارے بھائی کے
بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا ذریعے سے تمہارا بازو مضبوط کر دیں گے
سُلْطَٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ اور ہم تم دونوں کو ایسا خاص غلبہ اور
بِـَٔايَٰتِنَآ ۚ أَنتُمَا وَمَنِ ٱتَّبَعَكُمَا رعب داب عطا کریں گے کہ وہ لوگ تمہارا
ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿۳۵﴾ کچھ بھی تو نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری (ان)
نشانیوں اور معجزوں کی وجہ سے غلبہ تمہارا اور تمہاری پیروی کرنے والوں ہی کا ہوگا۔

★ جیسا کہ اس آیت میں خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ: "ہم تم دونوں کو ایسا خاص غلبہ اور رعب داب عطا کریں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

یہی خدا داد رعب و داب تھا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پر فرعون جیسا زبردست شہنشاہ جو عالمی طاقت رکھتا تھا، سخت متکبر اور ظالم تھا، قابو نہ پاسکا۔ خداوندِ عالم اسی قسم کا رعب داب انبیائے کرامؑ اور اپنے اولیائے عظامؑ کو عطا فرمایا کرتا ہے جس کے نتیجے میں بڑے بڑے سرکش حکمران (خلیفے) ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے، سوا اس کے کہ جب خدا چاہے اور ان کی شہادت ہی خدا کو منظور ہو۔

★ ...... (تفسیر ماجدی، فصل الخطاب)

★ ائمۂ اہلِ بیتؑ نے جس پامردی کے ساتھ خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے بنی عباس کا مقابلہ کیا، وہ بھی اسی خداداد رعب و داب کا نتیجہ تھا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان خلفاء نے رات کے وقت ائمۂ اہلِ بیتؑ کو قتل کرنے کے لیے بلوایا، مگر ان کے آنے پر زبردست تعظیم کی، انکساری کی اور بجائے قتل کے احترام سے رخصت کیا۔

★ ..... (منتہی الآمال، بحار الانوار، جلاء العیون)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا (۳۶) پھر جب موسیٰؑ ان (فرعونیوں) کے
بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا پاس ہماری کھلی نشانیوں کے ساتھ آئے
سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا تو ان لوگوں نے کہا: "یہ تو سب بناوٹی
بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝۳۶ جادو کے سوا کچھ نہیں ہے" اور (رہیں یہ

تمھاری سب دلیلیں) تو ایسی باتیں ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں کے زمانے میں بھی کبھی نہیں سنیں۔

★ بَيِّنَاتٍ : بطور جمع ہے۔ مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰؑ کو عطا ہوئے تھے۔ (۱) عصا کا اژدہا بن جانا۔ (۲) پھر اس کا اپنی اصلی حالت پر واپس ہونا۔ (۳) ید بیضا یعنی حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ چمک اٹھنا (۴) پھر اس کا اپنی اصلی حالت پر لوٹ جانا۔

★ ...... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ "مُفْتَرًى" کا مادّہ "فریۃ" ہے۔ اس کے معنی تہمت اور جھوٹ کے ہیں۔

★ مصر کے لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کو مفتری اس لیے کہا کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ موسیٰؑ نے خدا کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے، اور مصریوں کا یہ کہنا کہ: "ہم نے ایسی باتیں اپنے بزرگوں سے کبھی نہیں سنیں"۔ شاید اس لیے تھا کہ حضرت نوحؑ کے حضرت ابراہیمؑ، پھر حضرت یوسفؑ کو آئے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا۔

★...... (تفسیر نمونہ)

حضرت موسیٰؑ، فرعون کے دربار میں کیسے پہنچے؟

★ حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر آگ لینے کے لئے گئے تھے، اور رسالت و معجزات لے کر پلٹے۔ یعنی

www.drhasanrizvi.com

" لینے گئے تھے آگ پیمبرؑ بنا دیا۔"

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "آپؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا "جس چیز کی تم توقع رکھتے ہو، اُس سے زیادہ اُس چیز کی اُمید رکھو جس کی تمھیں توقع نہیں ہے۔" ......(تفسیر برہان)*

پھر امامؑ نے حضرت موسیٰؑ کی مثال پیش فرمائی۔ بہرکیف انسان کے حق میں اللہ کا فیصلہ بہت اچھا ہوتا ہے، اور اسی پر رضامند رہنا ہی انسانیت کا طرۂ امتیاز ہے۔ بعض اوقات مٹی اٹھانے کے لیے زمین کھودی جاتی ہے لیکن خزانہ نکل آتا ہے، اور کبھی اِس کا اُلٹا بھی ہو جاتا ہے۔

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ: "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ میں اب بھی اُن کو دیکھ رہا ہوں کہ قدآور، گندمی شکل، پشمینہ پہنے ہوئے، عصا ہاتھ میں لیے، کمربستہ (چُست و پھرتیلے) اور گدھے کے چمڑے کا جوتا پہنے ہوئے دربارِ فرعون کے دروازے پر جا پہنچے اور فوراً ہی پیغام بھجوایا کہ میں عالمین کے پروردگار کا فرستادہ تیرے پاس آیا ہوں۔ فرعون نے حکم دیا کہ ہمارے پالتو شیروں کو کھول دو، تاکہ وہ اُسے چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔"

شاہی دربار تک پہنچنے کے لیے یکے بعد دیگرے نو دروازے تھے، اور ہر دو دروازوں کے درمیان شیر موجود تھے پس جب حضرت موسیٰؑ نے پہلے دروازے پر ہاتھ مارا تو تمام دروازے از خود کھل گئے، جب شیروں نے دیکھا تو وہ آپؑ کے قدموں پر گر کر دُم ہلانے لگے۔ فرعون بھونچکا و حیران دیکھتا رہا اور بولا کہ ہم نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا، پس حضرت موسیٰؑ بے دھڑک فرعون کے سامنے جا پہنچے۔ اُس نے حکم دیا کہ اِس کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے۔ لیکن جبرئیلؑ نازل ہوئے اور چھ فرعونیوں کی گردنیں تلوار سے کاٹ دیں۔ فرعون نے گھبرا کر کہا: "اسے چھوڑ دو۔" حضرت موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کیا اور باہر نکالا تو وہ اتنا روشن ہو گیا کہ فرعون کی آنکھیں چُندھیا گئیں، پھر آپؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور اُس نے پورے فرعونی محل اور درباریوں وغیرہ کو نگلنے کے لیے منہ کھولا۔ فرعون گڑگڑانے لگا اور معافی طلب کرنے لگا، اور غور و فکر کے لیے مہلت مانگی۔

*...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ مُوسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

(۳۷) اور موسیٰؑ نے جواب دیا: "میرا پالنے والا مالک خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی طرف سے ہدایت (کا سامان) لے کر آیا ہے اور آخرت کی کامیابی کس کے لیے ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ آخرت کی کامیابی ہرگز نہیں پائیں گے۔

★ حضرت موسیٰؑ کس طرح سلیقے، ادب اور نرمی کے ساتھ مدلل جوابات فرعون کے سامنے دیئے چلے جا رہے ہیں۔ اس طرح خداوندِ عالم نے ہمیں کیسی عظیم رواداری اور ادب کی تعلیم دی ہے۔ جبکہ آگے مستشرقین اسلام کا تلوار سے پھیلنے کا پروپگنڈہ کر رہے ہیں، حالانکہ قرآن ہمیں زبردست رواداری، تہذیب اور ادب کی تعلیم دیتا ہے۔

★ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ خداوندِ عالم میری حالت سے خوب واقف ہے، اگرچہ تم مجھے جھوٹا کہہ رہے ہو، مگر یہ نہیں سوچتے کہ خدا ایک جھوٹے آدمی کو ایسے عظیم معجزات کیوں عطا کرے گا؟ خدا میرے دل کا حال خوب جانتا ہے اور اُسی نے مجھے یہ تمام معجزات دے کر تیری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اور میرے معجزات میرے دعوے کی دلیل ہیں۔ علاوہ ازیں جھوٹ کے پیر نہیں ہوا کرتے، جھوٹے کا کام بس چند دن چلتا ہے پھر اُس کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ تم عنقریب دیکھ لوگے کہ ہم میں سے کون کامیاب ہوتا ہے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو گویا میں ظالم ہوں، اور ظالم کبھی فلاح یعنی حقیقی ابدی کامیابی نہیں پاتے ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ (۳۸) اِس پر فرعون نے کہا: "اے اہلِ دربار!
مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ مجھے تو تمھارے لیے اپنے سوا کسی خدا کا
غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ کوئی علم ہی نہیں ہے، پس اے ہامان!
عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی
صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ عمارت تو بنوا دے، تاکہ میں اس کے اوپر
مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ چڑھ کر موسیٰؑ کے خدا کا پتہ لگا سکوں،
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ حالاں کہ میں اُسے بالکل جھوٹا سمجھتا ہوں۔

★ یہ وہی مادّہ پرستانہ ذہنیت ہے جو ہمارے دور میں روس کے سربراہ، وزیرِ اعظم خروشیف (عہ) کی تھی کہ "ہم نے ہوا بازوں کو آسمانوں میں خوب خوب گھمایا، مگر وہاں خدا نام کی کوئی چیز موجود نہ پائی۔"
جسے خدا ملتا ہے اُسے رگِ گردن سے بھی قریب مل جاتا ہے، اور جسے نہیں ملتا، اُسے آسمانوں میں بھی نہیں ملتا۔ (فصل الخطاب)

؎ وہ تو گھٹ ہی کے پٹ میں نہاں ہے میاں ❖ مگر اندھوں کو آتا نظر ہی نہیں۔

★ مورخین نے لکھا ہے کہ ہامان نے بہت بلند مینار بنوایا، فرعون اُس پر چڑھا اور آسمان کو دیکھا تو ویسا ہی نظر آیا جیسا زمین سے دیکھا کرتا تھا۔ پھر اُس نے آسمان کی طرف ایک تیر پھینکا، تیر واپس آیا تو خون آلود واپس آیا۔ فرعون زمین پر واپس آیا اور لوگوں سے کہا: "جاؤ اب مطمئن رہو، میں نے موسیٰؑ کے خدا کو تیر سے مار ڈالا۔ (وہ تیر یا تو کسی پرندے کے لگا، یا کوئی سازش تھی، یا خدا نے اُسے بیوقوف بنانے کے لیے ایسا کیا)

عہ ... (لقد کہ ... [illegible])

www.drhasanrizvi.com

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي (۳۹) غرض فرعون اور اُس کی فوجوں نے
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا زمین میں ناحق خود کو بڑا سمجھ کر تکبّر
أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ﴿۳۹﴾ کیا (کیوں کہ) وہ خیال کرتے تھے کہ
اُنھیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔

تکبّر صرف خدا کا حق ہے

ایک ایسا انسان جسے ایک معمولی سا جرثومہ قبر میں پہنچا سکتا ہے وہ کیسے تکبّر کرسکتا ہے؟ اور کیسے خدائی کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ (تفسیر نمونہ)

★ حدیثِ قدسی میں خدا فرماتا ہے: "بزرگی میری چادر ہے اور عظمت (بڑائی) میرا لباس ہے، جو میری کبریائی کے مطابق سلا ہوا ہے۔ جو شخص اِن دو چیزوں میں مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اُسے جہنم رسید کردوں گا۔" (حدیثِ قدسی: از تفسیر المیزان، تفسیر روح المعانی، تفسیر کبیر امام رازی)

★ سہ تکبّر عزازیل را خوار کرد ⁂ بزندانِ لعنت گرفتار کرد
(شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلے پر تکبّر کیا اِس لیے اُس کو لعنت کے قید خانے میں ڈال دیا گیا)

★ جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا: "اے ابوذرؓ! جو کوئی فخر و تکبّر سے اپنا کپڑا لباس پیچھے لٹکاتا ہوا چلے گا وہ خدا کی رحمت سے روزِ قیامت محروم رہے گا۔" پھر ارشاد فرمایا:

★ "عنقریب میری اُمّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ وہ زیادہ نعمت اور دولت والے گھروں میں پیدا ہوں گے، ناز و نعمت کے ساتھ عمدہ خوراک اور لذیذ طعام سے پرورش پائیں گے۔ خوشامدی اُن کی تعریف کریں گے، شعراء اُن کی مدح لکھیں گے، یہ لوگ میری اُمّت کے بُرے لوگ ہوں گے۔" ...... (روح الحیات صفحہ ۲۶۱)

www.drhasanrizvi.com

فرعون کا تکبّر

★ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام اونی لباس پہنے ہوئے عصا ہاتھ میں لیے فرعون کے دربار میں پہنچے اور اُس سے کہا: اے فرعون! اگر تو دائمی حکومت اور بلند عزّت کا خواہشمند ہے تو شرط یہ ہے اسلام قبول کر لے۔

فرعون یہ سن کر ہنس پڑا اور اپنے درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ دو فقیر جن کے پاس نہ پہننے کے لیے صحیح کپڑے ہیں، نہ کوئی جاہ و جلالِ شاہی ہے، ہاتھ میں درویشانہ عصا لیے ہوئے مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم تجھے ملکِ باقی اور عزّتِ جاودانی دیں گے۔ اگر یہ اس قدر بااختیار اور قدرت والے ہیں تو خود ان کے پاس حکومت اور دولت کیوں نہیں، اِن کے پاس سونے کے کنگن بھی نہیں ہیں اور دعوے اتنا بڑا کر رہے ہیں۔ (روح الحیات صـ ۶۶۲)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام نے اپنے خطبۂ قاصعہ میں فرمایا: "اُس خدا کی ہزار بار حمد و سپاس جس نے اپنی خاص صفات عزّت اور کبریائی کو قرار دیا اور اِن دو صفات کو صرف اپنے ہی لیے اختیار فرمایا، دوسروں پر حرام قرار دیا، اور مخلوق میں سے جو بھی اپنے لیے ان دو صفات کا دعوے دار ہو اُس پر خدا نے لعنت فرمائی ہے۔
★ ..... (نہج البلاغۃ، روح الحیات)

★ جنابِ رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا: "جس کسی نے اپنی ضرورت سے زیادہ عمارات دوسروں پر فخر و مباہات کے لیے تعمیر کرائیں، خداوندِ عالم قیامت کے روز اُن عمارات کو زمین کے ساتویں طبقے تک آتشی طوق کی صورت میں بنا کر اُس کی گردن میں ڈالے گا پھر اُسے جہنم میں جھونک دے گا۔

★ آنحضرتؐ نے پھر ارشاد فرمایا: "جو شخص فاخرہ لباس پہن کر تکبّر کرے خدا اُسے جہنم کے نچلے درجے میں قارون کے ساتھ رکھے گا کیوں کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے مال و دولت پر غرور کیا اور اُسے زمین کے اندر دھنسا دیا گیا تھا۔"
★ ..... (روح الحیات علامہ مجلسی رہ صـ ۶۶۲، ۶۶۳)

www.drhasanrizvi.com

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ (۴۰) پس ہم نے فرعون اور اُس کے

فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ لشکروں کو پکڑ لیا' اور اُن کو سمندر

عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ میں پھینک دیا۔ تو اب (تم خود ہی)

دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیسا بُرا ہوا۔

ظالم اور متکبّر کا انجام

فرعون اپنے بُرے انجام سے غافل ہو کر بکواس کرنے لگا اور متکبّر ہو گیا۔ وہ احمق یہ نہ سمجھا کہ کوئی اُس کی گردن نیچے کرنے والا اور سر توڑنے والا ابھی موجود ہے آخرِ کار خدا نے اُس کو مع اُس کے لشکر کے بحرِ قلزم Red Sea میں غرق کر دیا۔ تاکہ لوگ یہ دیکھ لیں کہ بدبخت ظالم اور متکبّر لوگ جو اپنے انجام سے غافل رہتے ہیں اُن کا ایسا عبرتناک انجام ہوا کرتا ہے۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

فرعون کی حماقتیں

فرعون نے اللہ سے لڑنے کے لیے جو پختہ اینٹوں کا بلند مکان تعمیر کرایا تھا اللہ نے اُس کو تیز آندھی کے ذریعہ مسمار کر دیا۔ پھر اُس نے ہامان سے ایک تابوت بنوانے کا حکم دیا۔ اُس کو آسمان میں اُڑانے کے لیے چاروں کونوں پر گِدوں کے پاؤں کو مضبوطی سے باندھا گیا، گِدوں کو بھوکا رکھا گیا اور چاروں کونوں پر چار لکڑیوں میں گوشت کے پارچے باندھ دیے۔ گِدوں نے گوشت کھانے کے لیے اپنی پوری طاقت سے پرواز شروع کی، جس سے وہ تابوت ہوا میں بلند ہونے لگا' تابوت میں فرعون اور ہامان سوار تھے، کافی بلندی پر پہنچنے کے بعد دیکھا کہ آسمان اب بھی ویسا ہی نظر آتا ہے جیسا زمین سے نظر آتا تھا' غرض ناکام ہو کر زمین پر پلٹ آئے۔ فرعون اپنی حماقتوں کے ذریعے لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ دیکھو میں نے آسمان میں جا کر دیکھ لیا' مجھے وہاں کوئی خدا نظر آیا ہی نہیں بس میں ہی خدا ہوں۔ (تفسیر انوار النجف ملخص)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ (۴۱) اور ہم نے اُنھیں ایسے امام (یعنی
اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ پیشوا، رہنما اور لیڈر) قرار دے دیا جو
لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ (لوگوں کو) آگ (جہنّم) کی طرف بلاتے تھے۔
اور قیامت کے دن تو وہ کہیں سے بھی کوئی مدد
حاصل نہ کرسکیں گے۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا (۴۲) اور ہم نے اِس دنیا میں بھی اُن کے
لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے
مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۴۲ دن تو وہ بہت ہی بُری حالت میں ہوں گے۔ ع

بُرائیوں کی طرف بلانے والے امام

مطلب یہ ہے کہ فرعونی دنیا میں بھی گمراہی اور طغیانی میں سب سے آگے آگے تھے اور دنیا میں بھی لوگوں کو جہنّم کی طرف بلاتے تھے (یعنی بُرائیوں کی طرف بلاتے تھے) اِس لیے قیامت کے دن بھی اُن کو تمام دوزخیوں سے آگے آگے امام بناکر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی)
(شیخ الاسلام عثمانی) ......

؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو ⁂ گندم از گندم بروید جو ز جو

www.drhasanrizvi.com

نتیجہ اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ دنیا کے لاؤ لشکر قیامت کے دن کسی کے کام نہ آئیں گے اور نہ وہاں کسی طرف سے ظالموں اور متکبروں کے لیے کوئی مدد پہنچ سکے گی، وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنّم میں اینٹ پتھروں کی طرح جھونک دیے جائیں گے، اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

* .... (مؤلف)

ایک سوال یہ ہے کہ خدا کا کام تو صرف خیر کی طرف دعوت دینا ہوتا ہے، پھر خدا نے گمراہی کے امام کیوں بنائے، جو لوگوں کو آگ (جہنّم) کی طرف بلائیں؟

جواب یہ ہے کہ روزِ جزا و سزا (آخرت)، اس دنیا کی وسیع تجسیم ہے اس لیے گمراہ کرنے والے جس طرح دنیا میں آگے آگے تھے، اسی طرح آخرت میں روزِ قیامت میں جہنّمیوں کے آگے آگے ہوں گے۔ اُن کو خدا نے امام نہیں بنایا، بلکہ اُن کی یہ امامت خود اُن کے کرتوت کا منطقی نتیجہ ہے، کیوں کہ ہر علّت کا معلول اور ہر سبب کا مُسبّب خدا ہی کا حکم ہوتا ہے، مگر خدا کا یہ حکم خود اُن کی بدمعاشیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہی بدمعاشیوں کی وجہ سے جہنّم کی طرف بلانے والے امام بن گئے۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* اُن پر خدا کی لعنت ہوگی۔ یعنی وہ خدا کی رحمت سے دور ہوں گے، اور مومنین کی بھی لعنت ہوگی۔ جس سے مراد اُن کی نفرین ہے جو اُن پر صبح و شام نازل ہوتی ہے۔ تمام ظالم متکبّرینِ عالم لعنت کے مستحق ہیں، اور کبھی کبھی اُن پر خصوصیت سے لعنت ہوا کرتی ہے، کیوں کہ جو آدمی بھی اُن کی تاریخ پڑھتا ہے، اُن پر لعنت بھیجتا ہے۔ غرض یہاں کے یہ بدسیرت، وہاں بدصورت بھی ہوں گے اور ملعون بھی۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

(دلی)

ے انسان اِس طرح اُتر آئے عناد پر ؛ لعنت خدا کی حشر تلک ابنِ زیاد پر

ائمۂ نور، ائمۂ نار

قرآن مجید میں دو قسم کے امام بیان ہوئے ہیں:

(۱) وہ امام جو دینِ حق کی طرف بلاتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا: "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً

www.drhasanrizvi.com

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَوٰةِ وَ
إِيتَاءَ الزَّكَوٰةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ٥ " (سورۃ الانبیاء آیت ۷۳ پ ۱۷)

یعنی: " اور ہم نے اُن کو امام بنایا تھا کہ وہ ہمارے حکم سے لوگوں کی ہدایت کرتے تھے، اور ہم نے اُن کو وحی کی کہ وہ نیک کام کریں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، اور وہ صرف ہماری ہی عبادت کرتے تھے۔"

(۲) دوسری قسم کے امام لوگوں کو گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ہدایت کے امام تو وہ ہوتے ہیں جو خدا کے حکم کو لوگوں کی رائے اور اپنے ارادوں پر مقدم رکھتے ہیں، اور خدا ہی کے حکم کو سب سے اونچا مقام دیتے ہیں، لیکن جہنّم کی طرف بلانے والے امام وہ ہوتے ہیں جو اپنی رائے کو خدا کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔"

*...... (تفسیر صافی)

★ اہلِ نظر امام علیہ السلام کے اسی بیان کے مطابق ہدایت والے اماموں کو پہچان سکتے ہیں۔

*...... (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

" ایک امام تو وہ ہوتا ہے جو ہدایت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، اور ایک گروہ اُس کے بلانے کو قبول کرلیتا ہے۔ دوسرا امام وہ ہے جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور ایک گروہ اُس کے بلانے کو قبول کرلیتا ہے۔ پہلا گروہ اہلِ جنّت کا ہے، اور دوسرا گروہ جہنمی ہے۔ خداوندِ عالم کے اس فرمانے کا کہ: "ایک گروہ جنّتی ہوگا اور ایک گروہ جہنّمی ہوگا" کا مطلب یہی ہے جو بیان ہوا۔"

*...... (تفسیر نور الثقلین)

★ اسی طرح فرعون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کرتا ہوا اپنے پیروکاروں کے آگے آگے چل رہا تھا، یہاں تک کہ اُس نے سب کو اپنے ساتھ دریائے نیل میں غرق کرادیا، قیامت کے دن وہی فرعون اُن تمام گروہوں کے آگے آگے ہوگا اور اُن کو جہنّم کی آگ کے دریا میں اپنے ساتھ ڈبو دے گا۔" (القرآن) (سورۃ ہود آیت ۹۸ پ ۱۲)

www.drhasanrizvi.com

★ جو لوگ اِس دُنیا میں ہدایت کے اماموں کو مان کر اُن کے پیچھے چلیں گے، وہ قیامت کے دن بھی ہدایت کے اماموں ہی کے ساتھ محشور ہوں گے، اور جو لوگ جہنّم کی طرف بلانے والے یعنی اپنی رائے پر چلانے والے اماموں کی دنیا میں پیروی کریں گے، وہ قیامت کے دن بھی جہنّم کی طرف لے جانے والے اماموں کے پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور ہوں گے۔ (ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے) جیسی کرنی ویسی بھرنی؛ کیوں کہ خداوندِ عالم نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ" (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱ پ ۱۵)

یعنی: "قیامت کے دن ہم ہر شخص کو اُس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔" (القرآن)

★...... (تفسیر نمونہ)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"منافقوں کا گروہ جنابِ رسولِ خداؐ کی وفات کے بعد بھی باقی رہا اور اُنھوں نے گمراہ کرنے والے اماموں کا ساتھ دینا اختیار کرلیا، اور اُن لوگوں کا ساتھ دیا جو جھوٹ بول کر اور بہتان لگا لگا کر لوگوں کو جہنّم کی طرف بلاتے تھے۔ اُن گمراہی کے اماموں نے اُن کو خوب عہدے دیئے اور دولت عطا کی، اُن کو حکّام بنا بنا کر لوگوں کی گردنوں پر سوار کردیا۔"

★...... (نہج البلاغہ)

★ مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے غلط راستہ اختیار کیا اور لوگوں کو بھی اُس پر چلنے کی دعوت دی، یا خود بخود لوگ شیطانی دعوت کی بنا پر اُس راہ پر گامزن ہوگئے تو وہ لوگ اپنے بعد میں آگے والے تمام اُن لوگوں کے لیے امام باطل ہوں گے جو اُن کے پیچھے چلیں گے۔ پس اِس آیت مجیدہ کی تنزیل گذشتہ زمانے کے غلط کار لیڈروں پر صادق آتی ہے، لیکن اِس کے تاویلی مصداق ہر زمانے کے باطل امام ہیں جنھوں نے ائمۂ حق کے مقابلے میں امامت و قیادت کا علم بلند کیا۔ پس دنیا میں ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت برستی رہے گی، اور قیامت کا عذاب اُن کے لیے دائمی ہوگا، اور ایسے امام و ماموم دونوں سزا میں برابر کے شریک ہوں گے۔

★...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

(۴۳) (غرض) پچھلی نسلوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد ہم نے موسٰیؑ کو کتاب عطا کی، لوگوں کے لیے بصیرتوں کا مجموعہ اور سامان بنا کر، اور ہدایت اور رحمت بنا کر، تاکہ شاید وہ لوگ نصیحت کا سبق حاصل کریں۔

★ نزولِ تورات کے بعد ایسے غارت کرنے والے عذاب بہت کم آتے تھے جیسے فرعون پر آئے۔ کیوں کہ نزولِ تورات کے بعد خدا نے آسمانی ہلاکتوں کو بھیجنے کے بجائے جہاد کا طریقہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ کیوں کہ اب کچھ لوگ خدا کے قانونِ شریعت پر چلنے لگے تھے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ تورات حضرت موسٰیؑ کو عطا کی گئی تھی، بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی لوگوں کو راہِ ہدایت پر چلانے والی اور مستحقِ رحمت بنانے والی کتاب بھی ہے، تاکہ لوگ اُس کو پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں، خدا کے احکامات سیکھیں اور اُس سے نصیحت حاصل کریں۔ سچ بات یہ ہے کہ آج بھی قرآن کے بعد ہدایت کرنے میں تورات ہی دوسرے نمبر پر ہے۔ جبکہ آج تورات کے ماننے والوں نے اُس کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا۔ آج قرآن بھی تورات کے علوم اور پیغامات کی ہدایت کر رہا ہے۔ ★ . . . (شیخ الاسلام عثمانی)

★ کیوں کہ پچھلے تمام انبیاء کرامؑ کے آثار اور تعلیمات محو ہو چکی تھیں، اِس لئے اب ضروری تھا کہ انسانی تعلیمات اور تربیت کے لیے ایک نئی کتاب اُتاری جائے۔ قرونِ اولیٰ سے حضرت نوحؑ کے بعد سے حضرت موسٰیؑ تک کی قومیں مراد ہیں۔

★ - - - - (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ (۴۴) اور (اے رسولؐ) آپؐ (اُس وقت کوہِ
إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ طور کے) مغربی حصّے میں موجود نہ تھے
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿۴۴﴾ جب ہم نے موسیٰؑ کو احکاماتِ شریعت
دیے تھے اور نہ آپؐ اُس کے دیکھنے والوں میں سے تھے

وَلٰكِنَّآ أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ (۴۵) بلکہ (اس کے بعد بھی) ہم نے کتنی
عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ نسلیں پیدا کیں اور اُن کو لمبی عمریں
ثَاوِيًا فِيْٓ أَهْلِ مَدْيَنَ بھی دیں، اور نہ آپؐ مدین والوں کے
تَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا درمیان رہتے تھے کہ اُن پر ہماری
كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ آیتیں پڑھتے اور سناتے، لیکن ہم نے
اُن کی طرف بھی رسول بھیجے تھے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ (۴۶) اور نہ آپؐ اُس وقت طور کے مغربی
إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً کنارے پر موجود تھے جب ہم نے موسیٰؑ کو
مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا پکارا تھا مگر یہ آپؐ کے پالنے والے مالک

www.drhasanrizvi.com

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

کی طرف سے آپؐ پر رحمت ہے (کہ تمام باتیں آپؐ کو بتائی جا رہی ہیں) تاکہ آپؐ اُن لوگوں کو بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرائیں جن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا (نبی) نہیں آیا۔ شاید کہ وہ نصیحت قبول کر کے ہوش میں آ جائیں

آیۂ کی تشریح: خداوندِ عالم کا اپنے رسولؐ سے یہ فرمانا کہ "جب ہم نے موسیٰؑ کو احکامِ شریعت دیے تھے، آپؐ اُس کے دیکھنے والوں میں شامل نہ تھے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اطلاعات خدا کی طرف سے آپؐ کو دی گئی ہیں، ورنہ آپؐ کے پاس اِن تمام باتوں کے علم حاصل کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا۔

* ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تم موسیٰؑ کے زمانے میں نہ تھے، مگر ہم نے تم کو یہ تمام حالات اِس لیے بتائے ہیں، تاکہ تم اِن حالات کو بتا بتا کر اپنی قوم کو بُرائی کے بُرے انجام سے ڈراؤ۔ تکبّر اور خدا کے انکار کے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کرو، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ہم نے تمھیں ہزاروں سال پرانے حالات کا علم اِس لیے عطا کیا، تاکہ تم ہماری مخلوق کی ہدایت کرو۔

★ یاد رہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

★ خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ "اُن کے پاس تم سے قبل کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا"۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کے آنے کے بعد کئی سو سال گذر چکے تھے، اور عرب قوم میں کوئی اولوالعزم پیغمبرؑ اُن کو ڈرانے اور سمجھانے کے واسطے نہیں آیا تھا۔ اِسی لیے عرب حق کے راستے سے بالکل ہٹ چکے تھے۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس وقت بھیجا جب عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا، نہ کوئی نبوّت کا دعوے دار۔ آپؐ نے اُن لوگوں کو اُن کے (صحیح) مقام پر لا اُتارا اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے سارے خم دُم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔ خدا کی قسم! میں بھی اُن لوگوں میں تھا جو اِس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے، یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ ... الخ

★ ...... (نہج البلاغہ خطبہ ۳۳)

آیت ۴۵ کی تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اے رسولؐ! تم موسیٰؑ کے زمانے کے واقعات کو ایسی صفائی اور ستھرائی کے ساتھ بیان کر رہے ہو جیسے تم وہیں کوہِ طور کے پاس کھڑے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ تمہارا اُس موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور ایسے بھی سب جانتے ہو کہ تم اُمّی ہو کسی عالم سے تم نے کچھ نہیں پڑھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ تمہارا یہ علم کہاں سے آیا؟ حقیقت یہ ہے کہ اُن قوموں کو گزرے ہوئے مدّتیں گزر گئیں، اُن کے آثار غائب ہو گئے۔ ہدایات کے نشانات مٹ گئے اِس لیے خدائے علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک آدمی کی زبان سے تمام بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں اور تمام عبرتناک واقعات کا ایسا صحیح عکس و فوٹو دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اِس کا پیش کرنے والا موقع ہی پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اِس لئے کہنا پڑے گا کہ خدا خود تمہاری زبان سے بول رہا ہے۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

آیت ۴۶ کی تشریح: خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ: "اُن کے پاس آپؐ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔"

★ اِس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہما السّلام کے بعد اِن لوگوں میں کوئی نمایاں طور پر خدائی ہدایات دینے والا نہیں آیا تھا، اِسی لیے اُس زمانے کو دورِ فترت کہتے ہیں۔ ★ ..... (فصل الخطاب)

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ (۴۷) (اور یہ سب کچھ ہم نے اِس لیے
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ کیا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اُن پر
فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اُن کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ (ظلم اور بُرے کاموں) کی سزائیں
وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ مصیبت آجائے تو وہ یہ (نہ) کہیں کہ

"اے ہمارے پالنے والے مالک! تو نے کیوں نہ ہماری طرف اپنا کوئی پیغام لانے والا رسول بھیج دیا، کہ ہم تیری آیتوں، باتوں اور احکامات کی پیروی کرتے اور (اِس طرح) ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔"

پیغمبروں کو بھیجنے کی وجہ

مطلب یہ ہے کہ کسی قوم میں پیغمبر کا بھیجنا اُس قوم کی بڑی خوش قسمتی ہوتا ہے۔ اگر خداوندِ حکیم بغیر پیغمبروں کو بھیجے اُن کی بدمعاشیوں، نافرمانیوں پر سزا دینے لگتا تو بھی ظلم لازم نہ آتا، اِس لیے کہ عقل تو بہر حال اُن کی رہبری کے لیے موجود تھی مگر خداوندِ کریم نے مزید یہ احسان فرمایا کہ پیغمبروں کو اُن لوگوں کے سمجھانے بجھانے اور ہدایت کے لیے بھیجا، تاکہ کسی قسم کی معقول عذر خواہی کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ تاکہ سزا کے وقت یہ نہ کہیں کہ صاحب ہمارے پاس کوئی پیغمبر سمجھانے کے لیے بھیجا نہیں جو ہمیں ہماری غلطیوں سے آگاہ کرتا۔

www.drhasanrizvi.com

اور ہمیں عذاب میں پکڑ کر دھر گھسیٹتا۔ اگر کوئی پیغمبرؑ سمجھانے، بجھانے ٹوکنے آتا تو آپ دیکھ لیتے کہ ہم کیسے نیک اور ایمان دار ثابت ہوتے۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

حق کو نہ ماننے کے ہزاروں بہانے

★ نبیؐ کے آنے کا مقصد ڈرانا اور سمجھانا بیان کیا جا چکا ہے۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ ہم رسولؐ کے بھیجنے سے پہلے کسی قوم کی بدکرداری پر سزا دیتے تو وہ قوم کہتی کہ "خدایا! تو نے ہماری طرف کوئی نبیؐ کیوں نہ بھیجا، تاکہ ہم تیری باتوں پر عمل کر کے مومنین میں سے ہو جاتے"۔

نکتہ: اس آیت میں یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ راہِ حق روشن ہوتی ہے ہر عقل والا اس کو سمجھ سکتا ہے۔ کیوں کہ ظلم وجور اور بدکاریوں کو خود عقل بُرا سمجھتی ہے، اس کے باوجود بھی خدا انبیاءِ کرامؑ کو بھیجتا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری بدبختی اور بدمعاشی کا سبب کسی رہنما کا نہ ہونا تھا۔ اگر خدا ہمارے واسطے کوئی راہبر بھیج دیتا تو ہم راہِ راست پر ہوتے۔

نتیجے (۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کا انبیاءِ کرامؑ کو بھیجنا، خدا کا لطف اور مہربانی ہے

(۲) دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ خدا کسی قوم کو پیغمبروںؑ کے بھیجے بغیر سزا نہیں دیا کرتا۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ:

"رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝" (سورۃ النساء آیت ۱۶۵ پ ۶)

یعنی: "(یہ سب) رسولؐ بشارت دینے والے اور ڈرانے اور تنبیہ کرنے والے تھے تاکہ انسانوں کے لیے رسولوںؑ (کی بعثت) کے بعد اللہ پر کوئی حجت (عذر) باقی نہ رہ جائے، اور بیشک اللہ غالب طاقت والا، حکمت والا ہے۔" (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ (۴۸) پس جب ہمارے ہاں سے حق اُن کے
عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ پاس آیا تو وہ کہنے لگے: "کیوں نہ
مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اُنھیں وہی کچھ دیا گیا جو موسیٰؑ کو دیا
اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ گیا تھا؟" تو کیا یہ لوگ اُس (پیغام)
مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا کا انکار نہیں کر چکے ہیں، جو اس سے پہلے
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا موسیٰؑ کو دیا گیا تھا؟ اُنھوں نے یہی تو
اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ کہا تھا کہ: "یہ (قرآن اور تورات) دونوں
جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں"۔ اور پھر اُنھوں نے کہا کہ:
"ہم تو اُن سب ہی کا انکار کرتے ہیں۔"

شانِ نزولِ آیت

یہ ہے کہ کفّارِ مکّہ نے یہودِ مدینہ کی طرف اپنے نمائندے بھیجے اور رسولِ اکرمؐ کی دعوائے نبوّت کے متعلّق دریافت کیا۔ تو جب یہ لوگ مدینہ میں پہنچے اُس دن یہودیوں کی عید تھی۔ یہودی علماء نے حضرت محمّد مصطفےٰؐ کی جو تعریفیں تورات میں موجود تھیں بیان کیں۔ چنانچہ جب اُن لوگوں نے واپس آکر اہلِ مکّہ کو خبر دی تو مشرکینِ مکّہ کہنے لگے "تورات اور قرآن دونوں جادو ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ ہم اِن میں سے کسی کو نہیں مانتے۔"

...... (تفسیر روح المعانی جلد ۲۰ صفحہ ۸۹، انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ: "جو کچھ موسیٰؑ کو دیا گیا تھا" سے مراد حضرت موسیٰؑ کے معجزات، اور توراۃ ہیں۔ کافروں کا مطلب یہ تھا کہ: "اے محمدؐ! تم بھی موسیٰؑ جیسے مادّی اور حسّی معجزات دکھاؤ۔"

★..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ کافروں کا یہ کہنا کہ: "یہ قرآن اور توراۃ، جادو ہیں"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ کافر یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ بھی جادوگر تھے اور تم (حضرت محمدؐ) بھی جادوگر ہو، کیوں کہ قرآن اور توراۃ دونوں میں ایک ہی طرح کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔

★....... (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۰، تفسیر قمی)

★ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اُن لوگوں پر رسولؐ نہ بھیجتے تو یہ کہتے کہ رسولؐ کیوں نہ بھیجا۔ اب جب رسولؐ آگئے جو تمام رسولوں سے بہتر اور بڑھ کر ہیں، تو اب یہ کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو اُس وقت مانتے جب دیکھتے کہ اُن سے موسیٰؑ کی طرح عصا اور یدِ بیضا جیسے معجزے ظاہر ہوتے ہیں، اور اُن پر توراۃ کی طرح ایک دم سے ایک کتاب اُترتی، یہ کیا ہے کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے رہتے ہیں۔

جواباً کہا جا رہا ہے کہ موسیٰؑ کے معجزات کو بھی سب نے کب مان لیا تھا، اُس وقت کی قوم بھی تو اُن کو جادوگر کہتی رہی تھی۔ غرض جن کو ماننا ہی نہ ہو، طلبِ حق ہی نہ رکھتے ہوں، وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ شبہات اور احتمالات نکال لیتے ہیں۔

★..... (شیخ الاسلام عثمانی)

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ "مکّے کے کافر حضرت موسیٰؑ کے معجزے سُن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اِس نبیؐ کے پاس ہوتا تو ہم مان لیتے، مگر جب یہودیوں سے پوچھا اور توراۃ کی باتیں اپنی مرضی کے خلاف سُنیں کہ آخرت برحق ہے، بت پرستی کفر ہے، یہ نبیؐ سچا ہے، جو جانور خدا کے نام پر ذبح نہ ہوں وہ مُردار ہیں، اور عرب میں ایک آخری نبیؐ آئے گا جس میں یہ یہ نشانیاں ہوں گی، وغیرہ وغیرہ، تب لگے کہنے کہ: توراۃ اور قرآن دونوں جادو ہیں، اور موسیٰؑ اور محمدؐ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔"

★ (شیخ الاسلام عثمانی، شاہ عبدالقادر صاحب)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَٰبٍ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَآ أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٩﴾

(۴۹) آپ کہدیں کہ: "اچھا تو پھر لے آؤ اللہ کی طرف کی کوئی اور کتاب جو ان دونوں (قرآن اور توراۃ) سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو تاکہ میں اُس کی پیروی کروں، اگر تم ہی سچے ہو۔"

* آیت کا مطلب یہ ہے کہ: آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور اہم یہی دو مشہور کتابیں (قرآن اور توراۃ) ہیں۔ اگر یہ دونوں کتابیں بھی تمھاری نظر میں جادو ہیں، تو پھر تم ہی کوئی اور خدا کی کتاب پیش کردو، جو ان سے بہتر اور ان سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔" بفرضِ محال اگر تم ایسی کوئی کتاب لے آئے تو میں اُس کی پیروی کروں گا۔ مگر تم قیامت تک اِن جیسی بھی کتابیں نہیں لاسکتے۔ پھر اِس سے زیادہ بڑی بدبختی اور تمھاری کیا ہوگی کہ خود تم خدا کی ہدایات نہیں رکھتے، اور جو کتاب خدا کی طرف سے ہدایت کے لیے آئی ہے اُس کو جادو ٹونا کہہ کر رد کردیتے ہو۔ اگر یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کرکے اِس جیسا جادو لے آؤ اور تسلی کرلو۔ آخر جادو کوئی ایسی چیز تو نہیں ہوتا کہ جس کا کوئی مقابلہ نہ کرسکے۔ اب اگر تم بزعمِ خود سچے ہو تو یہی کام کرکے دکھادو۔

*۔۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی۔ تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکَ ﴿۵۰﴾ اب بھی اگر وہ آپ کی بات نہ مانیں

فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ تو جان لیجیے کہ دراصل وہ صرف اپنی

اَہۡوَآءَہُمۡ ؕ وَ مَنۡ اَضَلُّ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پیچھے چلتے

مِمَّنِ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ بِغَیۡرِ ہیں۔ اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ

ہُدًی مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ ہوگا جو خدا کی طرف کی ہدایت کے

لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۰﴾ بغیر صرف اپنی خواہشات کے ۵ ع ۸

پیچھے پیچھے چلے ؟ حقیقت یہ ہے کہ خدا ظالموں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہی نہیں کرتا۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اُس شخص سے مراد جو خدا کی طرف کی ہدایت کے بغیر صرف اپنی خواہشات کے پیچھے پیچھے چلتا ہے" وہ شخص ہے جو (اِس اُمتِ محمدیؐ کے) ائمۂ اہلِ بیتؑ کی پیروی کیے بغیر صرف اپنی رائے کو خدا کا دین سمجھتا ہے

یہ استفہام انکاری ہے۔"

...... (تفسیر صافی ص۳۸۰، کافی)

★ اس لیے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر ائمۂ اہلِ بیتؑ کی رہنمائی کے کرتا ہے، وہ اصل میں قرآن کی متشابہ آیات کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے کیوں کہ اُس کے پاس کوئی خدائی ہدایت نہیں ہوتی۔

اور جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے پس وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنا لے۔"

(الحدیث۔) (از کتاب حدیثِ قدسی ص۱۰۳)

www.drhasanrizvi.com

★ مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ نہ تو ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلے پر کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں تو یہ بات دلیل ہے کہ اُن کو ہدایت کی راہ پر چلنا مقصود ہی نہیں، وہ طلب حق ہی نہیں رکھتے، بس اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں، جو چاہا مانا، اور جس کو اپنی مرضی کے خلاف سمجھا اُس کو رد کر دیا۔ بتلائیے کہ ایسے ہوا پرستوں کی کیا ہدایت ہو سکتی ہے؟ اللہ کی عادت صرف اُس قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہیں بناتی۔
...... ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

گمراہی کا اصل سبب خواہش پرستی ہے

قرآن مجید میں سب سے زیادہ گمراہ اُن کو بتایا گیا ہے جنھوں نے اپنی خواہشات کو اپنا رہبر بنا رکھا ہے اور خدا کی ہدایتوں کو قبول نہ کیا۔ کیوں کہ خواہشات عقل کا سب سے بڑا پردہ ہیں۔ خواہشات انسان سے ادراکِ حقیقت کو سلب کر لیتی ہیں۔ کیوں کہ حق طلبی کے لیے ضروری ہے کہ حقائق کو امرِ مطلق کے طور پر سمجھا جائے اور ہر قسم کے پیشگی فیصلے اور رجحانِ طبیعت کو ترک کر دیا جائے۔ ہر حقیقت جو خواہ ہماری طبیعت مفادات کے خلاف ہو، خواہ وہ کتنی ہی تلخ ہو، بلا شرط تسلیم کر لینا ہی ادراکِ حقیقت کہلاتا ہے یہی اصول انسانی خواہشات کی پیروی سے ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ گمراہ لوگ وہی ہوتے ہیں جو صرف اپنی خواہشات اور رائے کی پیروی کرتے ہیں، اور انبیاء کے احکامات قطعاً رد کر دیا کرتے ہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت خدا کی ہدایات کا محتاج ہے۔ خدا کی ہدایتیں کبھی تو (۱) آسمانی کتابوں سے ملتی ہیں اور کبھی (۲) پیغمبرؐ کے اقوال و اعمال سے ملتی ہیں۔ (۳) کبھی رسولؐ کے معصوم اوصیاء سے ملتی ہیں، اور (۴) کبھی عقل و خرد کے استدلال سے ملتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ نورِ ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے لیے لازمی ہے کہ انسان خدا کے احکامات پر عمل کرے اور کسی طرح بھی خواہشاتِ نفس جو خدا کے حکم کے خلاف ہوں، اُن پر عمل نہ کرے۔
...... ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ (۵۱) اور ہم نے اُن سے کہنے سمجھانے
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝۵۱ اور نصیحت کرنے کا سلسلہ یکے بعد
دیگرے مسلسل جاری رکھا، تاکہ شاید وہ
غفلت سے بیدار ہو کر نصیحت کو قبول کرلیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (۵۲) ہم نے جن لوگوں کو اس سے پہلے
مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ کتاب دی تھی، وہ اِس (قرآن)
پر ایمان رکھتے ہیں۔

آیت ۵۱ کی تشریح : خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "ہم نے نصیحت کرنے کا سلسلہ مسلسل جاری رکھا"؛ یعنی: ہم قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے مسلسل اُتارتے رہے اور اس کے نظم وضبط کو بھی برقرار رکھا۔

* ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک نصیحت کے حق ادا کرنے کا تعلق ہے، ہم اِس قرآن میں پورا پورا ادا کر چکے ہیں لیکن ہدایت صرف اور صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو ہٹ دھرمی، ضد اور کج بحثی کو چھوڑے، حق کو تلاش کرے اور تعصبات کو دل سے دور کرے۔ * ..... (تفہیم)

★ "وَصَّلْنَا" یعنی لگاتار آیت کے بعد آیت، نصیحت کے بعد نصیحت اور سابق اُمتوں میں سے ایک کے بعد دوسری اُمتوں کے تذکرے تفصیل وار اُن کے سامنے بیان کیے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

* ..... (تفسیر انوار النجف)

شانِ نزول

آیت ۵۲ کی تشریح : سعید ابن جبیرؓ نے روایت فرمائی ہے کہ یہ آیات اُن ستر عیسائی علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جن کو نجاشی نے تحقیقِ حال کے لیے مکہ بھیجا تھا جب جناب رسولِ خداؐ نے اُن کے سامنے سورۃ یٰسین پڑھی تو وہ رونے لگے، اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(تفسیر مجمع البیان ، تفسیر ظلال القرآن جلد ۵) .... *

* بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام تمیم، جارود اور سلمانؓ فارسی کے حق میں اُتری۔ اور

* بعض کے نزدیک یہ آیتیں اُن چالیس آدمیوں کے حق میں اُتری ہیں جو عیسائی تھے اور بعثت سے پہلے آپؐ پر ایمان رکھتے تھے، اُن میں بتیس ۳۲ وہ ہیں جو حضرت جعفرِ طیار کے ہمراہ حبشہ سے آئے تھے، اور آٹھ شام سے آئے تھے جو بحیرا، ابرہہ، عامر، ایمن، ادریس، نافع، تمیم ہیں۔

(تفسیر انوار النجف) ...... *

* امام رازی نے لکھا کہ: مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے منصف مزاج ہیں اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہیں، وہ ضرور قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پچھلی تمام کتابوں کی تعلیمات کو بھی قبول کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر امام رازی) ...... *

غلط فہمی کا ازالہ

اس آیت سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ تمام اہلِ کتاب ایمان لے آئے ہیں، بلکہ یہ اُس واقعے کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ کے نزول کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ اِس بنا پر اہلِ مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ "تم اپنے گھر آئی ہوئی نعمت کو ٹھکرا رہے ہو۔ حالاں کہ دور دور کے لوگ اس کی خبر سُن سُن کر اس کی تلاش میں آ رہے ہیں، اور اس کی قدر پہچان کر اس سے فیض اٹھا رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد حبشہ کا وفد تحقیقِ حال کے لیے مکہ آیا اور جناب رسولِ خداؐ سے ملا قریش کے لوگ چاروں طرف جمع ہو گئے اور آپؐ سے وفد کے لوگوں نے سوالات کیے۔ آپؐ نے جوابات دیے پھر آپؐ نے اُن کو اسلام کی طرف دعوت دی، اور قرآن کی آیات اُن کے سامنے پڑھیں۔ آیات سنتے ہی اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انھوں نے تصدیق کی کہ یہ خدا کا کلام ہے اور وہ سب ایمان لے آئے۔ *

(سیرت ابن ہشام، بیہقی، محمد ابن اسحاق)

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

(۵۳) اور جب اُن کو (یہ قرآن) سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ: "ہم نے اِس کو دل سے مان لیا۔ واقعی یہ حق ہے ہمارے پالنے والے مالک کی طرف سے (اور) ہم تو پہلے ہی "مسلم" تھے

★ مفسرین نے اِس قسم کے اعلیٰ مومنین کے کئی طبقات بیان فرمائے ہیں۔ لیکن صاحبِ بحر نے خوب لکھا ہے کہ "یہ سب قسم کے لوگ نمونے اور مثالیں ہیں اُن لوگوں کی جو اہلِ کتاب میں سے ہیں" اور قرآن کو بھی خدا کی کتاب مانتے ہیں"۔ (بحر)

★ امام رازی نے لکھا کہ کسی آیت کے کسی خاص گروہ کے سلسلے میں نازل ہونے سے کیا ہوتا ہے اعتبار تو معنی اور خصوصیات کا ہوتا ہے۔ اب جس کسی میں بھی یہ اعلیٰ صفات پائی جائیں گی، وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہوگا۔" ★ (تفسیر کبیر امام رازی)

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قرآن کی آیات چاند اور سورج کی طرح جاری وساری ہیں۔" (الحدیث)

★ عیسائی علماء کا یہ کہنا کہ: "ہم پہلے ہی سے مسلمان تھے۔" کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آسمانی کتابوں میں آخری نبیؐ کے آنے کا ذکر پڑھا تھا اور ہم پہلے سے جان اور مان چکے تھے کہ نبیؐ آئیں گے۔" پھر خدا نے اُن لوگوں کے اجر کے بارے میں فرمایا کہ: "یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے صبر کی وجہ سے دوگنا اجر پائیں گے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم (۵۴) یہی وہ لوگ ہیں جن کو دوگنا اجر
مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا دیا جائے گا اِس لیے کہ اُنھوں نے صبر سے
وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ کام لیا' اور وہ بُرائی کو بھلائی سے
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ دور کرتے ہیں' اور جو کچھ (رزق یا روزی)
يُنفِقُونَ ﴿۵۴﴾ ہم نے اُن کو دی ہے اُس میں سے (خدا کی
راہ میں) خیرات کرتے ہیں۔

بُرائی کا دفاع اچھائی سے ہوتا ہے

عرفا نے لکھا کہ: "وہ لوگ جو بُرائی کو اچھائی سے دفع کرتے ہیں' گویا اُن میں حبِ جاہ اور انانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوا کرتی۔" اور اُن کی یہ صفت کہ "وہ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں"، بتا رہا ہے کہ اُن میں حبِ مال نام کی چیز اُن کو بے قابو نہیں کر سکتی۔"

* ...... (تفسیر ماجدی)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "وہ لوگ صبر سے کام لیتے ہیں" یہاں "صبر" سے مراد تقیہ کرنا بھی ہے' یعنی اُنھوں نے تقیہ کر کے اپنا وقت گذارا۔"

* ...... (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

★ آپ ہی نے فرمایا کہ: "صبر سے کام لینے والے (اوّلین معنی میں) ہم ائمۂ اہلِ بیت ہیں

www.drhasanrizvi.com

اور ہمارے شیعہ (پیروکار) ہم سے بھی زیادہ صبر سے کام لیتے ہیں۔ کیوں کہ ہم کو صبر کا انجام خوب اچھی طرح معلوم ہے لیکن ہمارے شیعہ جو صبر کرتے تو وہ صبر کے بہترین انجام کو (پوری طرح) نہیں جانتے"۔

*..... (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

★ ایک اجر تو اُن کو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے کا ملے گا، اور دوسرا اجر حضرت محمدؐ پر ایمان لانے کا ملے گا۔ یہی بات حدیثِ رسولؐ میں اس طرح بیان کی گئی ہے، نبیؐ نے فرمایا:

"تین شخص ہیں جن کو دوہرا اجر ملے گا، اُن میں کا (۱) ایک وہ جو اہلِ کتاب سے تھا، اپنے نبیؑ کو دل سے مانتا تھا، پھر محمد (محمدؐ) پر ایمان لایا"..... الخ

*..... (بخاری، مسلم)

★ یعنی یہ اجر اُن کو اس لیے ملے گا کہ انھوں نے خود کو تعصب سے بچایا اور حضرت محمدؐ کو مان کر انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ مسیح پرست نہ تھے بلکہ خدا پرست تھے، شخص پرست نہ تھے بلکہ اسلام پرست تھے۔

یہ لوگ بدی کا جواب، بدی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیتے ہیں۔ یعنی جھوٹ کے مقابلے پر جھوٹ نہیں بولتے، بلکہ سچ سے کام لیتے ہیں، ظلم کو انصاف سے دفع کرتے ہیں، شرارتوں کا مقابلہ شرارتوں سے نہیں، بلکہ شرافتوں سے کرتے ہیں۔ * (تفہیم القرآن)

★ ان عیسائی علماء کو دوگنا اجر اس لیے بھی ملے گا کہ یہ لوگ حیاتِ رسولِ خداؐ سے پہلے بھی اُنؐ کو مانتے تھے، اور اُنؐ کے ظہور کے بعد انھوں نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ اور اپنی قوم اور معاشرے کی قطعاً پرواہ نہ کی، اور نہ باپ دادا کے دین پر چلے۔ یہ لوگ صرف مال ہی سے انفاق نہیں کرتے، بلکہ اپنا علم، فکر جسمانی طاقت، اپنی معاشرتی حیثیت، یہ سب خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں، ان سب نعمتوں کو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

*..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

اور جب اُنھوں نے لغو (یعنی جھوٹی بے ہودہ، گندی فضول باتیں سنیں تو یہ کہتے ہوئے اُن سے بے پروائی علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار کی، کہ "ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں، اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں۔ خدا حافظ، تم سلامت رہو۔ ہمارے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ہم جاہل لوگوں کا طریقہ اختیار کریں۔"

مومنین کا طریقہ

یہ مومنین جب کوئی بیہودہ، گندی، لغو بات سنتے ہیں تو اس کے جواب میں لغو یا گندی بات نہیں کہتے۔ یعنی گالی کا جواب گالی سے اور جہل کا جواب جہل سے نہیں دیتے، بکواس کرنے اور گالی دینے والوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ، تمھیں ہمارے اعمالِ بد کی سزا ملے گی، اور نہ ہمیں تمھارے اعمال کی سزا ملے گی، ____________ مگر تم میں سے ہر ایک بہت جلد جان لے گا کہ تمھارے اعمال کا انجام کیا ہوا ہے۔؟

پھر یہ لوگ ایسے بیہودہ لوگوں سے الگ ہو جاتے ہیں، اور آخر میں اُن سے کہتے ہیں کہ تم پر ہمارا سلام یعنی خدا حافظ، ہم جاہلوں کے طالب نہیں۔ ہم نہ بدگو ہیں نہ جاہل ہیں اور نہ تم جیسے جاہلوں پر اپنی توانائیوں کو ضائع کرتے ہیں۔ اس طرح وہ بڑی متانت سے اُن سے الگ ہو جاتے ہیں۔

*..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ (۵۶) (غرض) آپؐ جسے چاہیں اُسے
اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ہدایت دے کر سیدھے راستے پر نہیں
یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ لگا سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے
اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾ ہدایت دے کر سیدھے راستے پر لگا دیتا
ہے۔ (کیوں کہ) وہ اُن لوگوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا پہچانتا ہے
جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

جنابِ رسولِ خداؐ کے محافظ پر اتّہام

بنی اُمیہ اور بنی عبّاس کے ظالم خلیفوں کی سرپرستی میں تفسیریں لکھنے والے بعض مفسّرین نے اس آیت کو خواہ مخواہ حضرت ابوطالبؑ پر فٹ کرنے کی زبردست کوششیں کی ہیں۔ کیوں کہ بنی اُمیہ اور بنی عبّاس دونوں کے خلفاء حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کو نیچا دکھانے کے لیے یہی کوششیں کر سکتے تھے کہ حضرت ابوطالبؑ کو کسی طرح کافر ثابت کر دیں، تاکہ اس طرح اُن ظالم و جابر خلفاء کی فضیلت ثابت ہو جائے کہ اُن کے جد حضرت عبّاسؓ ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے اور بنی اُمیہ کے جد ابوسفیان نے بھی منافقانہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور حضرت ابوطالبؑ جنابِ رسولِ خداؐ کے محافظ، آنحضرتؐ کی حفاظت کرنے کی وجہ سے تقیہ فرماتے تھے۔

لیکن جن مفسّرین کو بنی اُمیہ اور بنی عبّاس کے خلفاء و وزراء کو خوش کرنا ضروری تھا

www.drhasanrizvi.com

وہ بڑی طاقت کے ساتھ یہ ثابت کرتے تھے کہ ابوطالبؑ ایمان نہ لاتے تھے ۔ تاکہ وہ خلفاء سے عہدے اور مال خوب خوب بٹور سکیں ۔
* ...... (فصل الخطاب)

حالانکہ حضرت ابوطالبؑ کی خدمات اور اُن کا شعبِ ابوطالبؑ میں دو سال تک محصور ہو کر جنابِ رسولِ خداؐ کی حفاظت کرنا ، اُن کی جگہ پر رات بھر اُٹھا اُٹھا کر اپنے جوان بیٹوں کو سُلانا متّفق علیہ ہے ۔ جو شخص اپنے فرزندوں تک کو حضرت محمدؐ مصطفےٰؐ پر قربان کرنے کو روزانہ تیار رہتا ہو ، اگر وہ بھی مسلمان نہ تھا تو پھر کون شخص مسلمان ہونے کا دعوٰی کر سکتا ہے ؟ اسلام تو دراصل حضرت ابوطالبؑ کا مرہونِ منّت ہے ۔ حضرت ابوطالبؑ کے لیے زیادہ سے زیادہ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے تقیہ فرما کر رسولِ خداؐ کی جان بچائے رکھی ۔ ''
* ...... (از اصولِ کافی ۔ بقول حضرت امام جعفر صادقؑ)

* اس طرح وہ دوہرے اجر کے مستحق ہوئے ۔ ایک ایمان کا اجر ، دوسرے ایمان چھپانے کا اجر ۔
* ...... (بقول حضرت امام محمد باقرؑ از اصولِ کافی)

* بلکہ تیسرا اجر جنابِ رسولِ خداؐ کی جان بچانے کا اجر ہے جس سے بڑا کوئی عملِ خیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔
* ...... (مؤلف)

* خود سیاقِ کلام سے ظاہر ہے کہ حبشہ کے وفد کا اسلام بیان کرنے کے بعد نبیؐ کو مخاطب کر کے یہ فقرہ اِس لیے فرمایا کہ کفارِ مکّہ کو شرم آئے کہ : اے مکّہ والو ! تم اپنی حالت پر ماتم کرو کہ دوسرے لوگ کہاں کہاں سے آکر اسلام کی نعمت سے فیض اٹھا رہے ہیں ، اور تم اس چشمہ فیض سے جو خود تمہارے گھر کے اندر بہ رہا ہے ، محروم رہے جاتے ہو ۔ '' اسی بات کو خدا نے اِس انداز سے بیان فرمایا کہ '' اے محمدؐ ! تم چاہتے ہو کہ میری قوم والے میرے بھائی بند اس آبِ حیات سے بہرہ مند ہوں مگر تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے ، ہدایت تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے ، اور خدا ہی اتنی بڑی نعمت سے صرف اور صرف

www.drhasanrizvi.com

اُن لوگوں کو سیراب کرتا ہے جو حق کے طالب ہوتے ہیں، حق کو قبول کرتے ہیں اور مکہ والوں میں جب یہ جوہر موجود ہی نہیں ہے تو اُن کو تم سے فیض کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔؟

* ...... (تفہیم القرآن)

ہدایت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے

جناب رسول خداؐ نے کفار مکہ کو لاکھ ہدایت فرمائی، مگر انھوں نے ہدایت کو قبول نہ کیا، جبکہ حبشہ کے عیسائیوں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ اس لیے فرمایا کہ: "اے رسولؐ! تم جسے چاہتے تھے ہدایت نہ کر سکے (یعنی مکہ والوں کو) خدا جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے (یعنی حبشہ والوں کو) اس لیے کہ خدا تو خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کے طالب ہیں اور کون ہدایت کے دشمن ہیں۔ ایسے ہی شائستہ لوگوں کو خدا توفیقِ ہدایت عطا فرماتا ہے۔ رہے تاریک دل، حق دشمن، فاسق، فاجر لوگ، تو خدا اُن کے دل میں ہدایت قبول کرنے کی توفیق نہیں ڈالتا

* یہاں ہدایت سے مراد راستہ دکھانا نہیں ہے، بلکہ مراد منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے۔ یعنی ایمان کا دل سے قبول کرنا۔ یہ بات خدا کی توفیقات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ✤ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

* اصل میں یہ آیت رسولؐ کو تسلّی دینے کے لیے ہے کہ آپؐ مکہ والوں کے ہدایت قبول نہ کرنے پر رنجیدہ نہ ہوں۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

"تم ان کی ہدایت کے ذمّے دار نہیں ہو، بلکہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۲ پ۳)

* سورۃ یونس میں فرمایا:

"تم اندھوں کی ہدایت کرنا چاہتے ہو جبکہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے۔" (سورۃ یونس آیت ۴۳ پ۱۱)

* آخر میں قانون کے طور پر فرمایا: "اور خدا جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔" (سورۃ ابراہیم آیت ۴ پ۱۳)

...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى (۵۷) اور انھوں نے کہا: "اگر ہم تمھارے
مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ط ساتھ ہدایت کی پیروی اختیار کرلیں
اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا تو ہم اپنی ہی زمین سے جھپٹا مار کر اچک
اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ لیے جائیں گے۔ تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے
كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا کہ ہم نے ایک ایسا امن و امان والا
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۵۷) محترم مقام اُن کے لیے مہیا کرکے اُن کے
رہنے کی جگہ بنا دیا ہے، جہاں ہمارے (دیے ہوئے) رزق کے طور پر ہر طرح کے پھل کھنچے ہی چلے آتے ہیں، مگر اُن میں کے اکثر (اس حقیقت کا) علم ہی نہیں رکھتے۔

★ مطلب یہ ہے کہ مکّے کے کافر ہماری قدرت اور رزّاقی پر غور ہی نہیں کرتے کہ ہم نے اُن کو خشک اور ویران صحرا میں پیدا کیا۔ مگر اُن کو ایک دن بھی بھوکا نہ رکھا۔ پھر یہ کہ اُن کے وطن کو حرم قرار دیا۔ اس طرح اُن کو ہر قسم کی لوٹ مار اور خوں ریزی سے بچا لیا۔ ایسے قادرِ مطلق کے لیے بھلا کیا مشکل بات ہے کہ جو اپنے دشمن کافروں کے لیے اتنا کچھ کرسکتا ہے، وہ اپنے اطاعت گذاروں اور وفاداروں کو اپنے فضل و کرم کی وجہ سے خشکی، محتاجی، تنگی سے محفوظ رکھے۔ ★.... (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

جب کہ کتنی کچھ ایسی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنے عیش و عشرت کی وجہ سے اترانے لگی تھیں، تو یہ اُن کے (تباہ شدہ) مکانات ہیں جو اُن کے بعد بھی آباد نہ ہوئے مگر بہت ہی کم اور آخر کار ہم ہی (اُن کی تمام چیزوں کے) مالک و وارث ہو کر رہے۔

★ "بطر" یعنی ایسا اِترانا جس میں لوگوں کے سامنے اپنی برتری جتائی جائے۔ (۲) خدا اور اُس کے احکامات اور اُن فرائض کو جو اُس نے واجب کیے ہیں بھلا دیا جائے۔ ★ (تفسیر علی بن ابراہیم)

★ آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ خدا کی نعمت نہیں ہے تو کیا ہے کہ ڈھائی ہزار سال پہلے اس بے آب و گیاہ وادی میں خدا کا ایک بندہ ابراہیمؑ اپنی بیوی (ہاجرہؑ) اور بچے (اسمٰعیل) کو لے کر آیا تھا اور اُس نے یہاں پتھر اور گارے کا ایک حجرہ بنایا تھا اور پکار کر کہا تھا کہ خدا نے اس کو اپنا حرم بنایا ہے۔ "آؤ اِس کی طرف اور اِس کا طواف کرو۔" اب یہ اللہ کی دی ہوئی برکت نہیں تو اور کیا ہے کہ یہ جگہ پورے عرب کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ سخت بد امنی کی حالت میں بھی یہی شہر امن کا شہر بنا رہتا ہے۔ سارا عرب اِس کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہزاروں انسان ہر سال (دنیا کے طول و عرض سے) اس کے طواف کو چلے آتے ہیں۔ اِس نعمت کا نتیجہ تو یہ ہے کہ تم عرب کے سردار بنے ہوئے ہو۔ اب کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جس خدا نے یہ سب کچھ تم کو بخشا ہے اُس سے باغی رہ کر تم لوگ پھولو پھلو گے اور اُس کے دین کو مانتے ہی برباد ہو جاؤ گے؟ ★ .... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

(۵۹) اور آپ کا پالنے والا مالک بستیوں کو ہلاک و برباد کرنے والا نہ تھا جب تک کہ اُن کی مرکزی آبادی میں کوئی پیغمبر (نہ) بھیج دیتا جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے

اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک کہ اُن کے رہنے والے ظالم یا سخت شریر نہ ہو جاتے۔

★ مطلب یہ ہے کہ: "جب تک کسی قوم پر اتمامِ حجت نہیں ہوتی اُس وقت تک وہ سزا کے مستحق نہیں ہوتے، جب اتمامِ حجت ہو جاتی ہے اور قوم سرکشی سے باز نہیں آتی تب عذاب نازل ہوا کرتا ہے۔ گویا عذاب قوموں کی اختیاری اور ارادی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

محققین نے اس آیت کو خدا کے عدل پر مکمل دلیل قرار دیا ہے۔ ★ (فصل الخطاب)

★ جہاں تک دولت و اقتدار کا سوال ہے، جو تمہیں آج حاصل ہے اور جس کے بچانے کے لیے اور جس کے بل پر تم حق کا انکار کر رہے ہو، تو یہ دولت و اقتدار تو ہم بہت سوں کو دے چکے ہیں اور حق کے انکار کی وجہ سے اُن کا تیا پانچا بھی کر چکے ہیں، پھر تم کس کھیت کی مولی ہو۔ یہی دولت و اقتدار کبھی عاد و ثمود کو کبھی سبا و مدین اور قوم لوطؑ کو بھی حاصل تھا، مگر کیا یہ دولت و اقتدار اُن کو تباہی سے بچا سکا تھا؟ پھر تمہارے پاس کیا ضمانت ہے کہ تم انکارِ حق اور گمراہیوں کے باوجود تباہی و بربادی سے بچے رہو گے۔ ★ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اب ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پچھلی آیت میں خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ: "خدا سرکشوں کی بستیوں کو برباد کر دیتا ہے"؟

سوال یہ ہے کہ پھر مکّے والوں کو کیوں برباد نہیں کر دیتا جبکہ وہ سرکشی کی آخری حد تک پہنچ چکے ہیں؟

جواب دیا جارہا ہے کہ: "تیرا مالک کسی شہر یا بستی کو اُس وقت تک برباد نہیں کرتا جب تک اُن کے مرکزی مقام پر کوئی نبیؐ نہ بھیج دے، جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔"

روحِ مفہوم یہ ہے کہ جب تک خدا اتمامِ حجت نہیں کر لیتا اُس وقت تک انھیں اُن کی سرکشی کی سزا نہیں دیتا۔ اتمامِ حجت کے بعد بھی اگر اُن سے ظلم و ستم سرزد ہوتا ہے تب ہی ہم اُن کو سزا دیتے ہیں۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ یہ خدا کا ازلی ابدی قانون ہے کہ خدا کا فی اتمامِ حجت کیے بغیر کسی قوم کو سزا نہیں دیا کرتا۔ یہ خدا کا عینِ عدل ہے۔

نتیجہ اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا ہر بستی میں نبیؐ نہیں بھیجا کرتا، بلکہ تمام بستیوں کے مرکزی مقام پر نبیؐ بھیجتا ہے جہاں سے ساری بستیوں کو اُس کے آنے کی اطلاع ہو جاتی ہے، اور تمام بستیوں کے لوگ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مرکزی مقام Downtown میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

مکّہ بھی عرب کا مرکزی مقام تھا، روحانی اور تجارتی دونوں اعتبارات سے۔ اسی لیے جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب مکّے میں مبعوث ہوئے تو اِس کی اطلاع سارے عرب میں پھیل گئی۔ * (تفسیر نمونہ)

★ "اُمّھا" یعنی: ہر بستی کا مرکزی شہر۔ اِس سے مراد صرف مکّہ نہیں ہے۔

* ..... (مفردات۔ امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ (۶۰) غرض تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا
فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا گیا ہے وہ تو صرف دنیا کی زندگی
وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ کا ساز و سامان اور یہیں کی
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۶۰) زیب و زینت ہے۔ اور جو کچھ کہ ع

اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار (یعنی) ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟

★ ہر قوم کا حال یہی ہوا ہے کہ خدا نے اُن کو تباہ کرنے سے پہلے اپنا رسولؐ بھیج کر سمجھایا مگر جب وہ اُن کے سمجھانے پر بھی باز نہ آئے تو اُن کو ہلاک کر دیا۔ یہی معاملہ اب تمھیں درپیش ہے۔ تم بھی ظالم بدکار ہو چکے ہو۔ اور تمھارے سمجھانے "ڈرانے کے لیے ایک رسولؐ آچکا ہے اور اب تم بھی کفر و انکار کی روش اختیار کر کے اپنی خوشحالی کو بچانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہو۔ لیکن اصل میں تم اُلٹا اپنی خوشحالیوں کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔ جس تباہی و بربادی کا تمھیں خطرہ ہے وہ ایمان لانے اور حق کو قبول کرنے سے نہیں آئے گی بلکہ حقیقتوں کے انکار و کفر کی وجہ سے آئے گی۔ (اللہ نے تمھیں عقل عطا فرمائی ہے پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ہیں۔) ★... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا (۶۱) بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ
حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ كَمَنۡ کر رکھا ہو، اور وہ اُس وعدہ (آخرت)
مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا کو پانے والا بھی ہو، کسی طرح بھی)
ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ اُس شخص جیسا ہوسکتا ہے، جسے ہم
الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۶۱﴾ نے صرف دنیا کا چند روزہ ساز و سامان

دے دیا ہو؟ اور پھر وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے سزا کے لیے گرفتار کر کے پیش کیا جانے والا ہے۔

★ اس سے پہلی والی آیتوں میں اُن کا ذکر تھا جنھوں نے دنیا کی لالچ میں ایمان پر کفر اور شرک کو ترجیح دی۔ اب یہاں اُن لوگوں کی حالت کو بتایا جارہا ہے جو اُن کے برعکس ایمان اور حق کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ موازنہ بصورتِ استفہام ہے جو ہر شخص کے وجدان سے سوال طلب ہے کہ وہ آدمی جس سے ہم نے (خدا نے) اچھا وعدہ کیا ہے، کیا اُس کے برابر ہوسکتا ہے جسے ہم نے (خدا نے) صرف دنیا کی چند روزہ نعمتیں عارضی طور پر دے رکھی ہیں، اور قیامت کے دن وہ سزا پانے کے لیے ہمارے سامنے پیش ہوگا۔ ہر وہ شخص جو بیدار اور کھلے دماغ کا مالک ہے، خدا کے ابدی اچھے وعدہ کو دنیا کی وقتی دولتوں (جاہ و اقتدار) پر ضرور ترجیح دے گا۔

★ پھر آیت کے الفاظ فَهُوَ لَاقِيۡهِ تاکید ہیں۔ یعنی اللہ کے وعدے میں

www.drhasanrizvi.com

ہرگز بھی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ یعنی خدا کے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ وعدہ خلافی یا تو جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے یا وعدہ پورا نہ کرنے کی قدرت کی وجہ سے۔ خدا کی ذات نہ جاہل ہے اور نہ کمزور۔ (معاذ اللہ)

★ آیت کے تیور بتا رہے ہیں کہ منکرینِ حق کو زبردستی خدا کے سامنے حاضر کیا جائے گا' اور حساب اور سزا کا خوف اُن کے پورے وجود پر چھایا ہوا ہوگا۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ " اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا " یعنی۔ مومن جس کے ساتھ اللہ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے اگرچہ وہ دنیا میں تنگ دست ہو' اُس کافر سے بہتر ہے جو دنیا میں عیش و عشرت کی خوش حال زندگی بسر کرے اور آخرت میں اُسے جوابدہی کے لیے پیش ہونا پڑے اسی بنا پر حدیث میں وارد ہوا ہے: " اَلدُّنْیَا سِجْنُ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّةٌ لِلْکَافِرِ " یعنی: " دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

چنانچہ ایک بدحال یہودی نے امام حسن علیہ السلام سے یہ سوال کیا کہ میں بدحال اور آپؑ خوش حال ہیں۔ حالانکہ آپؑ کے جدِ امجدؐ کی اس حدیث کے اعتبار سے (جو اوپر بیان ہوئی) دنیا میں مجھے خوشحال اور آپؑ کو بدحال ہونا چاہیے۔؟ آپؑ نے فرمایا: " اگر تو جنت میں میرا ایک مومن کا مقام دیکھ لے تو اُس کے مقابلہ میں دنیا (اور یہ خوشحالی جو اِس وقت تیری نظر میں ہے) قید خانہ معلوم ہوگی' اور تو (یا کافر) جب جہنم میں اپنا مقام دیکھ لے تو اُس کے مقابلے میں دنیاوی زندگی اور تیری یہ بدحالی جنت معلوم ہوگی۔ خواہ کتنی ہی دنیاوی بدحالی کیوں نہ ہو۔

★... (تفسیر انوار النجف' بحار الانوار)

★ " مَتَّعْنٰهُ " متعہ اور نفع میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ متعہ اُس منفعت کو کہتے ہیں جس میں فوری فائدہ اور لذت ہو اور دکھ نہ ہو اور نفع میں بعض اوقات دکھ تکلیف برداشت کر کے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ (۶۲) اور جس دن وہ اُنھیں پکارے
أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ گا اور پوچھے گا: "کہاں ہیں میرے وہ
كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۞ شریک جو تمھارے خیال میں (میرے
شریک) تھے؟"

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ (۶۳) تو جن پر عذاب کا حکم نافذ ہو چکا
الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ ہوگا وہ کہیں گے: "اے ہمارے پالنے
أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا والے مالک! یہی وہ لوگ ہیں جنھوں
غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا نے ہم کو بہکایا تھا۔" (وہ کہیں گے کہ)
كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۞ ہم نے تو انھیں بالکل اسی طرح
بہکایا تھا جیسے ہم خود بہکے ہوئے تھے، اب ہم آپ کے سامنے (اُن پر)
تبرّا کرتے ہیں، (کیوں کہ) یہ ہماری بندگی نہیں کیا کرتے تھے۔"

★ مطلب یہ ہے کہ: گمراہ کرنے والے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے کسی کو زبردستی گمراہ نہیں کیا تھا
نہ ہم نے اُن سے اُن کی دیکھنے، سننے، سمجھنے، غور کرنے کی طاقت سلب کی تھی، اور نہ ہم نے جبراً

www.drhasanrizvi.com

اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو سیدھے راستے سے ہٹایا تھا۔ بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے غلط راستوں پر چلے تھے، اسی طرح ہم نے اُن کے سامنے غلط راستوں کو پیش کیا تو ان لوگوں نے اپنی مرضی سے غلط راستوں پر چلنا اختیار کر لیا، اس لیے ہم ان کی گمراہی کی ذمّے داری قبول نہیں کرتے۔ ہم صرف اپنے اعمال و افعال کے ذمّے دار ہیں، اور یہ لوگ خود اپنے افعال و اعمال کے ذمّے دار ہیں۔

خدا سوال تو اُن سے کر رہا ہے جنھوں نے خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا مگر قبل اس کے کہ یہ لوگ کچھ بولیں، جواب اُنھوں نے دینا شروع کر دیا جن کو شریک ٹھہرایا گیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ سوال عام مشرکین سے کیا جائے گا تو اُن کے لیڈر یہ محسوس کریں گے کہ اب ہماری شامت آئی۔ اب ہمارے پیچھے چلنے والے ہمیں اپنی گمراہی کا ذمّے دار قرار دیں گے اس لیے پیچھے چلنے والوں کے بولنے سے پہلے خود گمراہ لیڈر اپنی صفائی پیش کرنی شروع کر دیں گے

* ...... (تفہیم القرآن)

روزِ قیامت بھی تبرّا بازی ہوگی

خاص بات یہ ہے کہ روزِ محشر ہر گمراہ شخص ایک دوسرے پر تبرّا کرے گا، بیزاری اور علیحدگی کا اعلان کرے گا، اور یہ چاہے گا کہ اپنی گمراہی کی ذمّے داری دوسرے پر تھوپ کر خود عذابِ خدا سے بچ نکلے، لیکن اُس دن گمراہوں کو عذابِ خدا سے بچ نکلنے کی یہ ترکیب بھی ناکام ہو جائے گی اور لیڈروں کے ساتھ اُن کے پیروکار بھی جہنم میں ہوں گے

آج ہم دنیا میں بھی مجرموں کو یہ عمل کرتے دیکھتے ہیں کہ جب وہ جرم کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں تو وہ اپنے جرم کو دوسرے ساتھی پر ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں ہی میں مجرموں کی تبرّا بازی کا عمل ایک جیسا ہوتا ہے اور ہوگا۔ * ...... (تفسیر نمونہ)

* جیسے یزید نے جب امام حسینؑ کے قتل کے انجام کو دیکھا کہ سارا ملک اور تمام شہر کے عوام اُس کے دشمن ہو گئے ہیں تو اُس نے کہا کہ ابنِ زیاد پر لعنت ہو کہ اُس نے امام حسینؑ کو قتل کر دیا یعنی اپنا جرم ابنِ زیاد پر ڈال دینا چاہا۔
* ...... (تاریخ طبری)

www.drhasanrizvi.com

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ (۶۴) اور اُن سے کہا جائے گا کہ: پکارو

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا اپنے بنائے ہوئے (خدا کے) شریکوں کو

لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ تو وہ (بے چارے) پکاریں گے، مگر

أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۴﴾ (اُن کے بنائے ہوئے جھوٹے خدا) اُن کو

کوئی جواب نہ دیں گے (البتہ اُن کی جگہ) وہ اللہ

کے عذاب کو اپنی طرف (آتا ہوا) دیکھیں گے۔ کاش

وہ ہدایت کی راہ اختیار کرتے۔

★ پھر خدا اُن مشرکوں سے فرمائے گا کہ: "اچھا اب تم اپنے بنائے ہوئے خداؤں کو اپنی مدد کے لیے بلا لو" مشرکین اگرچہ جان رہے ہوں گے کہ اُن کے خدا کسی کام کے نہیں ہیں، مگر شاید انتہائی بے بسی کی وجہ سے وہ اپنے جھوٹے خداؤں کو پکاریں گے، مگر اُن کے جھوٹے خدا اُن کو کوئی جواب دینے کے قابل نہ ہوں گے، جب وہ جواب نہ دیں گے تو اُس وقت مشرکین خدا کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، اور یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم زندہ ہوتے اور ہدایت یافتہ ہوتے۔ یہ اس لیے کہ میدانِ قیامت میں وہ کوئی تدبیر نہ کر سکیں گے اور کوئی طریقہ نجات کا نہ پائیں گے۔ وہاں صرف اور صرف ایمان اور عملِ صالح وسیلۂ نجات ہوگا۔ (اور خداوندِ کریم و رحیم کی رحمتیں و برکتیں ہوں گی) اِن سب چیزوں سے وہ مشرکین محروم ہوں گے۔ ......★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ (٦٥) اور اُس دن خدا اُن کو پکار کر پوچھے

مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ گا: "تم نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا"؟

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنبَاءُ (٦٦) اُس وقت اُن کو جواب تک نہ سوجھے گا

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ ہی سکیں گے۔

فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ (٦٧) البتہ جس نے اللہ سے لو لگا کر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ توبہ کر لی اور دل سے ایمان لے آیا،

أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ اور اچھے اچھے کام بھی کیے، تو وہی یہ توقع کرسکتا ہے کہ وہ بھرپور حقیقی ابدی کامیابی اور ہر طرح کی بھلائی حاصل کرنے والوں میں سے ہوگا۔

آیت ۶۵ کی تشریح: عام مفسرین نے لکھا کہ "یہ پکار قیامت کے دن ہوگی ـــــ لیکن

★ فرزند رسول خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جب کوئی بندہ قبر میں

www.drhasanrizvi.com

داخل کیا جاتا ہے اور قبر سے ڈرتا ہے تو اُس وقت اُس سے آخری نبیؐ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ اگر وہ سچا مومن (یعنی رسولِ خداؐ کو دل سے ماننے والا) ہوتا ہے تو (وہ قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے جواب میں) کہتا ہے کہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں اور سچائی لائے ہیں۔" پس اُس سے یہ جواب سن کر کہا جاتا ہے کہ اب چین سے سو رہو۔

شیطان یہ سنتے ہی وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ بندہ کافر، منکرِ حق ہوتا ہے تو وہ فرشتوں (منکر نکیر) کے اس سوال کے جواب میں کہتا ہے کہ: "میں نہیں جانتا کہ محمدؐ کون ہیں؟ اُس کے اس جواب پر اُسے ایک ایسی ضرب لگائی جاتی ہے کہ سوائے انسانوں کے ہر مخلوق اُس کی آواز کو سن لے گی۔ اور شیطان اُس کافر پر مسلّط ہو جائے گا۔ پھر اُس کو قبر بھی اس بری طرح سے دبائے گی (یعنی فشار دے گی) کہ اُس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔"

(تفسیر صافی ص ۳۸۱ بحوالہ تفسیر قمیؒ) ......★

★ "فَعَمِيَتْ": یعنی سوال کے جواب میں وہ اِس طرح عاجز ہوں گے جس طرح نابینا انسان صحیح راستے پر چلنے سے عاجز ہوتا ہے، اور اُن کے دماغ سے جواب کا تصوّر مفقود ہو جائے گا۔ جس طرح نابینا آدمی کے دماغ سے صحیح راستے کا تصوّر ہی مفقود ہوتا ہے۔ البتہ نابینا آدمی کسی دوسرے سے دریافت کر کے راستے پر گامزن ہو سکتا ہے لیکن اُن لوگوں کے لیے (روزِ قیامت) یہ بات بھی نہ ہوگی۔ کیوں کہ خداوندِ عالم کے ہیبت وجلال کے سامنے اور عذابِ جہنّم کی دہشتناک خبر سننے کے بعد اُن کے ہوش ٹھکانے نہ رہیں گے۔ پس ہر انسان اپنے عرق (پسینے) میں غرق ہوگا، اور اپنی ہی فکر میں کھویا ہوگا۔ کسی کو کسی سے بات کرنے کا ہوش تک نہ ہوگا۔ ★..... (تفسیر انوار النجف)

★ "فَعَسٰى" قرآن مجید میں جہاں بھی اِس قسم کی نسبت ہے تو اُس کے معنی رجاء، اور اُمید نہیں، بلکہ یقین اور وجوب کے معنی میں ہوتا ہے۔ یعنی: توبہ کرنے والے نیک مومن یقیناً نجات پانے والے ہوں گے۔ ★... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (۶۸) اور آپ کا پالنے والا مالک جو کچھ
وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے
الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ چاہتا ہے (اپنے کام کے لیے)
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ منتخب کرلیتا ہے، اِس انتخاب

کا انھیں کوئی اختیار نہیں (کیوں کہ) پاک و منزّہ اور بہت بلند
و برتر ہے اللّٰہ، اُس شرک سے جو وہ لوگ کرتے ہیں۔

محققین نے نتیجے نکالے کہ | امام اللّٰہ ہی متقرّر کرسکتا ہے۔ لوگوں کو اختیار نہیں ہے کہ
وہ امام مقرّر کریں۔ (نبیؑ و رسولؑ، اوصیاء، اور امامؑ اللّٰہ ہی کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے
ہیں۔ کیوں کہ جب قانون کی کتاب اللّٰہ کی طرف سے اُترتی ہے تو اُس قانون کا نافذ کرنے والا اور محافظ
بھی اللّٰہ ہی کی طرف سے آنا چاہیئے۔)
* ..... (تفسیر صافی، تفسیر قمی، تفسیر علی بن ابراہیم)

(۲) خدا کا آخر میں شرک کا حوالہ دینا بتا رہا ہے کہ خدا کے مقابلے پر کسی کو با اختیار ماننا یا امام
مقرّر کرنے کا حق خدا سے چھین لینے کی کوشش کرنا بھی ایک طرح کا شرک ہی ہے۔
* ..... (فصل الخطاب)

* یہ ارشاد اصل میں شرک کو رد کرنے کے لیے ہے۔ مشرکین نے مخلوقات میں سے جو بے شمار خدا
اپنے لیے بنا رکھے ہیں اور اُن کو اپنی طرف سے جو اوصاف عطا کر دیے ہیں اُس پر اعتراض کرتے ہوئے

www.drhasanrizvi.com

خدا فرما رہا ہے کہ میرے پیدا کیے ہوئے انسانوں، جنّوں، روحوں اور فرشتوں میں سے، یہ خود جس کو چاہتے ہیں، جو چاہتے ہیں صلاحیتیں عطا کرتے ہیں اور جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں وہ کام لے لیتے ہیں، یہ اختیارات مشرکین کو کہاں سے، اور کیسے مل گئے؟ کہ میری مخلوق میں سے جس کو چاہیں خدا بنالیں، جسے چاہیں بارش برسانے کا مختار، اور ہماری رحمت کا مالک بنالیں، جسے چاہیں میری خدائی میں میرا شریک بنادیں، اور میرے اختیارات میں سے جو اختیارات چاہیں جس کو چاہیں سونپ دیں۔ کوئی فرشتہ ہو یا جن، روح ہو یا ولی، بہر حال وہ بھی میرا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ جو کمالات بھی کسی کو ملے ہیں میری ہی بخششوں کی وجہ سے ملے ہیں۔ اور جو خدمت جس سے ہم نے لینی چاہی ہے لی ہے۔ مگر ہماری اِس عزّت دینے کا مطلب یہ کیسے ہوگیا کہ یہ بندے اب ہمارے بندے نہ رہے، بلکہ بندگی کے مقام سے اُٹھ کر خدائی کے مرتبے پر پہنچ گئے اور اب خدا کو چھوڑ کر اُن کی عبادت شروع ہوگئی، اِنہی کو قسمتوں کے بنانے، بگاڑنے والا سمجھ لیا جائے، اور اُن کو خدائی اختیارات کا حامل قرار دے دیا جائے۔

* ...... (تفہیم القرآن)

* "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ .../الخ" آیتِ مجیدہ میں خدا نے خلق اور اختیار کو اپنا فعل قرار دیا ہے اور اِس کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہا ہے پس جس طرح ہر چیز کا خالق خدائے یکتا ہے اسی طرح اپنی جانب سے نمائندہ چننے اور مقرّر کرنے کا اختیار بھی صرف اُسی کی ذات کو حاصل ہے۔ وہ جس کو چاہے رسولؐ بنادے یا نبوّت کا عہدہ دے دے، اِسی نبیؐ و رسولؐ کا قائم مقام بھی چوں کہ اللہ کی جانب سے نمائندگی کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ لہٰذا اُس کا انتخاب بھی وہی کرسکتا ہے۔ چناں چہ بعد والی آیت میں صراحت سے فرماتا ہے کہ: "پروردگار ہی لوگوں کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور چننے کا حق بھی اُسی کو ہے جو حقیقت کا علم رکھتا ہو۔ اور اللہ ہی وہ پاک ذات ہے، جو خلق و اختیار کے لحاظ سے، بلکہ ہر لحاظ سے قابلِ حمد ہے۔ پھر کسی قوم کو خدا کا نمائندہ چننے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے اور وہ خدائی نمائندہ کیوں کر ہوسکتا ہے۔ سلہ

www.drhasanrizvi.com

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ (۶۹) اور آپؐ کا پالنے والا مالک خوب
صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ جانتا ہے جو وہ اپنے سینوں میں
چھپاتے ہیں' اور وہ بھی جو یہ ظاہر کرتے ہیں

وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ (۷۰) اور (کیوں کہ) وہی اللہ ہے'
الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ اُس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں
وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ تمام تر حمد اُسی کے لیے ہے،
دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور حکومت بھی اُسی کی ہے' اور اُسی
کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت ۶۹ کی تشریح : آخر میں خدا کا ظاہر و باطن پر حاوی ہونے کا حوالہ دینا' یہ بتاتا ہے کہ خدا نے امام کے انتخاب کو خود اپنے لیے اسی لیے مخصوص فرمایا ہے کہ صرف خدا ہی وہ ذات ہے جو تمام انسانوں کی ظاہری اور باطنی تمام صلاحیتوں اور اُن کے اعمال اور نیتوں سے پوری طرح واقف ہے۔ اسی لیے امام کے انتخاب میں خدا سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ جبکہ انسانوں کا علم ظاہر پر بھی پوری طرح حاوی نہیں ہوتا۔ اسی لیے امام کا انتخاب لوگوں کے بس کی بات ہی نہیں۔

(فصل الخطاب) ......*

* خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ دلوں کی چھپائی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے" یہ بات اس لیے فرمائی

www.drhasanrizvi.com

گئی ہے کہ دنیا میں لوگوں کے سامنے تو ہر شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جس گمراہی کو اُس نے اختیار کیا ہے اُس کی صحت پر وہ دل سے مطمئن ہے اور اُس گمراہی کو اُس نے کسی بُرے جذبے سے نہیں، بلکہ نیک نیتی سے دل سے مطمئن ہو کر اختیار کیا ہے، مگر خدا کے سامنے اُس کے یہ جھوٹے دعوے نہیں چل سکیں گے، کیوں کہ خدا صرف انسانوں کے ظاہری الفاظ ہی کو نہیں جانتا، بلکہ اُس کے دل و دماغ کی نیت اور ضمیر کی ہر کیفیت کو خوب پہچانتا ہے۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ کس شخص کو کس کس طرح سے پیغامِ حق ملا، اور کس کس طرح سے باطل کا باطل ہونا اُس پر واضح ہوا۔ پھر خدا یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اصل محرّکات کیا تھے جن کی بنا پر اُس نے گمراہی کا راستہ پسند کیا اور حق سے منھ موڑا۔

...... (تفہیم القرآن)

آیت ۷۰ کی تشریح مومنین جس طرح دنیا میں اللہ کی حمد کرتے ہیں، اُسی طرح آخرت میں بھی خدا کی حمد کریں گے۔ یعنی یہ کہیں گے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ" (سورۃ ۳۵ آیت ۳۴ پ ۲۲)

یعنی: "اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہم سے ہر طرح کا غم و حُزن دور کر دیا۔" (تفسیر ماجدی صفحہ ۲۸۲)

نفیٔ شرک کی توضیح اس آیتؐ میں خدا کے چھ اوصاف بیان ہوئے ہیں:-

(۱) یہ کہ وہی صرف خدا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ جب صرف وہی خدا ہے تو کوئی دوسرا خدا بھی موجود ہو۔ لہٰذا بتوں کو خدا ماننے یا شفیع کہنے والے سخت غلطی پر ہیں۔

(۲) خدا کی دوسری صفت یہ بیان ہوئی کہ: تمام نعمتیں اِس دنیا کی ہوں یا آخرت کی، سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور یہ خدا کی خالقیتِ مطلقہ کا لازمی نتیجہ ہے۔

(۳) تیسری صفت یہ ہے کہ دونوں جہانوں کا حاکم خدا ہی ہے۔ (۴) چوتھی صفت یہ ہے کہ ہر شخص کو خدا ہی کی طرف پلٹنا ہے۔ (۵) پھر یہ کہ اُسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور وہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

(۶) وہی یومِ جزاء کا حاکم اور مالک بھی ہے۔ لہٰذا وہی تم سے حساب کتاب لے گا اور جزا و سزا دے گا۔

...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

(۷۱) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾

آپ اُن سے کہدیجیے کہ کیا تم نے کبھی غور بھی کیا کہ اگر خدا ہمیشہ کے لیے قیامت تک رات ہی کو رہنے دے، تو پھر اللہ کے سوا کون خدا (معبود) ہے جو تمھیں روشنی لادے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟۔

(۷۲) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

(اور یہ بھی) کہدیجیے کہ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اگر اللہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک کے لیے دن ہی دن کو رہنے دے تو پھر کون خدا (معبود) ہے سوا اللہ کے جو رات کو تمھاری طرف لادے، جس میں تم آرام سکون حاصل کرسکو، کیا تم کو سجھائی نہیں دیتا؟

آیت ۷۱ کی تشریح: عربی میں "سرمدی" اُس چیز کو کہتے ہیں جس کی نہ ابتدا ہو نہ انتہا ہو۔ (اقرب)

www.drhasanrizvi.com

دن اور رات ۲ نعمتوں کا ذکر

(۱) پہلی نعمت دن کی روشنی کو بیان کیا گیا ہے، جو ہر حرکت اور ہر زندگی کا سرچشمہ ہے۔

ضیاء کے معنی روشنی۔ اگر سورج نہ ہوتا تو نہ درخت اگتے، نہ پھول کھلتے، نہ پرندے چہکتے، نہ انسانوں کی حیات ہوتی۔

(۲) رات کی دوسری نعمت کو بیان کیا جارہا ہے۔ جو آرام کا ذریعہ، صحت و توانائی کا باعث ہے تاکہ انسان خدا کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

انسان کو ایک طرف حرکت کی ضرورت ہے (یعنی معیشت وغیرہ کے لیے) جو دن کی روشنی کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسری طرف انسان کو راحت و آرام کی ضرورت ہے جو رات کے پرسکون اندھیرے کے بغیر ممکن نہیں۔

سائنس سے ثابت ہے کہ روشنی کی وجہ سے انسان کے جسم کی تمام مشینیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ خون کی گردش، سانس کی مشین، حرکتِ قلب سب کا تعلق روشنی سے ہے۔ اگر روشنی خاص مقدار سے بڑھ جاتی ہے تو خلیے Cells تھک جاتے ہیں، اور فرسودگی تھکاوٹ چھا جاتی ہے جبکہ رات کے اندھیرے میں انسان کے جسم کی تمام مشینیں ایک گہرے آرام اور سکون میں ڈوب جاتی ہیں۔ اس طرح تمام اعضاء ایک تازگی، فرحت اور زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔

*...... (تفسیر نمونہ)

نکتہ جب قرآن دائمی رات کے بارے میں فرماتا ہے تو آخر میں فرماتا ہے: "کیا سنتے نہیں" لیکن جب دائمی دن کے بارے میں بات کرتا ہے تو آخر میں فرماتا ہے: "کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔" یہ فرق شاید اس لیے ہے کہ رات میں انسان دیکھ نہیں سکتا، صرف سن سکتا ہے۔ جبکہ دن سے مناسبت دیکھنے کو ہے۔

*...... (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

(۷۳) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور اُسی خدا نے اپنی رحمت سے تمھارے لیے رات اور دن بنائے ہیں، تاکہ تم (رات میں) آرام اور سکون حاصل کر سکو، اور (دن کو) فضل (روزی) تلاش کر سکو۔ تاکہ شاید تم خدا کا شکر ادا کرو۔

(۷۴) وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور جس دن خدا اُنھیں پکارے گا اور کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک کے بارے میں تم خیال کرتے تھے۔ (کہ وہ خدا کے شریک ہیں)

★ نتیجہ[۱]: یہ نکلتا ہے کہ: "معاشی مشغلے اسلام میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں کیوں کہ خدا نے روزی کمانے کو اپنی رحمت فرمایا ہے۔ اور آنحضرت ؐ نے فرمایا: "روزی کمانے والا اللہ کا محبوب ہوتا ہے"۔ (الحدیث)
★ .... (تفسیر روح المعانی، روح البیان، بحر)

★ نتیجہ[۲]: دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ "دن کا وقت کسبِ معاش کے لیے اور رات کا وقت آرام و سکون کے لیے ہوتا ہے
★ ..... (تفسیر ماجدی)

★ نتیجہ[۳]: دن میں کاروبار کرو اور رات کو تھکاوٹ دور کرنے کے لیے آرام کی نیند سو جاؤ۔ تاکہ دوسرے روز کے لیے کاروباری طاقت بحال ہو جائے۔ اور پھر فرمایا کہ: اپنے محسن کا شکر ادا کرو ان نعمتوں پر۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَنَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ (۷۵) اور (اُس وقت) ہم ہر قوم میں سے

شَهِيۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا ایک ایک گواہ نکال لائیں گے

بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ اور پھر ہم کہیں گے کہ "اب لاؤ اپنی

لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا دلیل"۔ تب اُن کو اچھی طرح سے

يَفۡتَرُوۡنَ ۝۷۵ معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کے

لیے ہے۔ اور جو کچھ غلط باتیں وہ گھڑتے تھے وہ سب کی سب اُن کے
پاس سے غائب ہو کر رفو چکّر ہو جائیں گی۔

★ "گواہ" سے مراد: ہر پیغمبرؑ اپنی اُمّت پر گواہ ہوگا، اور ہمارے رسولؐ تمام اُمّتوں اور انبیاءؑ پر گواہ ہوں گے۔ سورۂ نساء میں فرمایا: "فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا ۝" (سورۃ النساء آیت ۴۱ پ ۵)

یعنی: پس اُس دن (اُن کی) کیا حالت ہوگی جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ (اُن کے اعمال کو دیکھنے والا) طلب کریں گے۔ اور (اے رسولؐ!) ہم آپؐ کو اُن سب پر چشم دید گواہ قرار دیں گے۔"

اِس طرح خدا کے حضور ایک عظیم ترین مجلس برپا ہوگی جس میں بازپرس ہوگی۔ اُس دن بُتوں سے متعلّق تمام بے بنیاد تصوّرات رفو چکّر اور غائب ہو جائیں گے۔ وہاں تو حق کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "اِس اُمّت کے ہر فرقے کو اُس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔" ★ .... (تفسیر صافی صہ ۳۸۲ بحوالہ تفسیر قمیؒ)

www.drhasanrizvi.com

★ جبکہ تمام لوگوں کے اعمال اور اعتقادات پر اُس گروہ کا امام (پیشوا، رہبر) گواہ ہوگا۔
*...... (تفسیر صافی)

★ "بُرھَان" اُس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو تمام دلائل میں سب سے زیادہ زوردار ہو۔
*...... (لغات القرآن نعمانی جلد ۲)

★ محققین نے لکھا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: ہر ہر اُمّت اور ہر دور کے لوگوں ہی میں سے ایک گواہ لایا جائے گا جو خدا کے دیئے ہوئے علم سے اُن لوگوں کے تمام حالات اور اعمال کو خوب جانتا ہوگا۔ اب ایسے گواہ کا ہر دور میں موجود ہونا ضروری ہوگیا۔
*...... (تفسیر تبیان)

★ گواہ سے یہاں مراد، وہ نبی ہے جس نے اُس قوم کو خدا کا پیغام پہنچایا تھا۔ یا پھر انبیاءِ کرام کے پیروکاروں میں سے وہ انسان مراد ہیں جنھوں نے اُس قوم میں دینِ حق کی تبلیغ کا کام انجام دیا تھا۔ یا۔ پھر کوئی بھی ایسا ذریعہ مراد ہے جس سے اُس قوم تک حق کا پیغام پہنچا تھا۔ (تفہیم القرآن)

خدا کے ارشاد فرمانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ تم گمراہ لوگ اپنی صفائی میں کوئی بھی ایسی دلیل پیش کردو جس کی بناء پر تمھیں معاف کیا جاسکے۔ یا پھر تم یہ ثابت کردو کہ جس شرک، کفر، ظلم اور گمراہی پر تم ڈٹے ہوئے تھے، وہ برحق تھا۔ اور تم نے معقول دلائل کی بناء پر یہ غلط طریقے اختیار کیے تھے۔

پھر اگر تم ایسی دلیلیں بھی پیش نہیں کرسکتے تو کم سے کم یہی بات ثابت کردو کہ خدا کی طرف (خدا کی حجت 'نبیؐ رسولؐ) تمھاری طرف نہیں بھیجا گیا اور خدا کی طرف سے) تمھاری غلطیوں کو بتانے اور سیدھا راستہ دکھانے کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔
*.... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾

(۷۶) (واقعہ یہ ہے کہ) یقیناً قارون موسیٰ ہی کی قوم سے تھا۔ اُس نے لوگوں پر بلاوجہ چھا جانے کی کوشش کی، جبکہ ہم نے اسے اتنے کچھ خزانے عطا کیے تھے کہ اُس کی چابیاں ایک طاقتور جماعت سے بھی بمشکل اٹھتی تھیں۔ ایک دفعہ جب اُس کی قوم نے اُس سے کہا کہ: "مت اِترا (کیوں کہ) یہ حقیقت ہے کہ خدا اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون کا قصہ

قارون کے بارے میں روایت ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان بھی لے آیا تھا، لیکن اُس کا اصل مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیمیا (سونا چاندی بنانے) کا نسخہ سیکھنا تھا۔ جو اُس نے اُن سے سیکھ لیا تھا۔

* ...... (تفسیر صافی ص ۳۸۲)

* مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قارون حضرت موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ * . . . (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ قارون کا واقعہ کفارِ مکہ کے اس عذر کے جواب میں پیش کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ اگر ہم رسول ؐ کو نبیؐ خدا مان لیں گے تو ہماری دولت و سلطنت سب جاتی رہے گی۔

یاد رہے کہ جن لوگوں نے رسولِ اکرم ؐ کے پیغام کا انکار کیا تھا وہ اصل میں مکے کے بڑے بڑے سیٹھ، ساہوکار اور سرمایہ دار لوگ تھے۔ جن کو بین الاقوامی تجارت اور سود خوری نے قارون بنا دیا تھا۔ یہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حق بس یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت سمیٹو۔

اس مقصد کو جس چیز سے بھی خطرہ ہو وہ سراسر باطل ہے، وہ قابلِ قبول نہیں۔

دوسری طرف عام لوگ دولت کے ان میناروں کو حسرت و آرزو سے دیکھتے تھے، اور ان کی آخری تمنا بس یہی تھی کہ جس قدر دولت ان لوگوں نے گھسیٹی ہے، ہم بھی گھسیٹ لیں۔ اس زر پرستی کے کاموں میں یہ دلیل بڑی ہی مؤثر تھی کہ اگر محمد ؐ کے پیغام کو مان لیا جائے گا تو قریش کی دولت و حکومت ملیامیٹ ہو جائے گی۔

★...... (تفہیم القرآن)

"قارون" کا نام بائیبل اور تالمود میں "قورح" Kora ہے، حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد تھا۔

★...... (کتاب خروج باب آیت ۲۱۔۸)

★ یہودی روایات میں ہے کہ قارون کے پاس اتنی دولت تھی کہ اُس کے خزانوں کی صرف کنجیاں اُٹھانے کے لیے تین سو خچر درکار ہوتے۔

★...... (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۷ صفحہ ۵۵۶)

★ اس آیت میں بھی یہی فرمایا ہے کہ: "ہم نے اُسے (قارون کو) اتنے خزانے عطا کیے تھے کہ اُن کی چابیوں کو اُٹھانے کے لیے ایک طاقت ور جماعت کی ضرورت ہوتی تھی۔"

حضرت موسیٰؑ نے تین ظالم طاقتوں کے خلاف جہاد کیا تھا

(۱) فرعون، جو حکومت و اقتدار کا مظہر تھا۔ (۲) قارون، جو دولت و سرمایہ داری کا مظہر تھا۔ اور

www.drhasanrizvi.com

(۳) سامری، جو مکر و فریب کا مظہر تھا۔ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کا سب سے بڑا معرکہ فرعون اور اُس کی حکومت کے خلاف تھا، مگر دوسرے اور تیسرے معرکے بھی کم اہم نہ تھے۔

قارون نے تورات کا خوب مطالعہ کیا تھا، مگر انجان بن کر جھپر گیا تھا، اور اُس کو دولت کا گھمنڈ کفر کی آغوش میں لے گیا۔ اِسی غرور نے اُسے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت پر اُکسایا۔ اُس کی موت عبرتناک موت تھی، اور اُس کی تباہی دولت کی زیادتی کا سبب بنی۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

قارون کی آمدنی کا ذریعہ

مروی ہے کہ قارون باوجود دولت مند ہونے کے حد درجہ بخیل بھی تھا، حتےٰ کہ وہ اپنی ذات پر بھی خرچ کرنے سے بخل کرتا تھا۔ اُس سے کہا گیا کہ دنیاوی منافع میں سے جائز حد تک خود بھی فائدہ اُٹھاؤ، اور فالتو مال سے اپنی قوم کے حاجتمندوں کی مدد کرو۔ اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، تو بھی اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آ۔

مگر وہ اپنے بخل کی وجہ سے راہِ خدا میں کچھ خرچ نہ کرتا تھا۔ اسی بناء پر روایات میں ہر بخیل دنیادار کو قارون سے تمثیل دی گئی ہے، جس طرح عالم بے عمل کو ابلیس سے، سلطانِ بے عدل کو فرعون سے، اور فقیرِ بے صبر کو کوّے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

قارون کی دولت مندی کی تین وجوہات بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو (۱) یہ کہ وہ فرعون کا مقرب تھا اور بنی اسرائیل سے سرکاری ٹیکس وصول کرنے پر مقرر تھا۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ قارون پڑھا لکھا آدمی تھا اور تجارت میں بھرپور مہارت رکھتا تھا، نیز زمینداری نظام بھی جانتا تھا۔ محنت مشقت کرکے، تجارت کا کاروبار کرکے دولت کمانے میں کامیاب ہو گیا۔ (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کیمیاگری کے تین اجزاء کرکے ایک جزو قارون کو، دوسرا یوشعؑ کو اور تیسرا جناب ہارونؑ کے فرزند کو سکھایا تھا۔ قارون نے اپنی چالاکی سے باقی دو جزو بھی حاصل کر لیے تھے۔ اور بے حساب سونا چاندی بنا کر جمع کیا۔ اور زرِ کثیر کا مالک بن گیا۔ اس کی راہ میں سونے چاندی کی اینٹیں بچھائی جاتی تھیں۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ (۷۷) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ اُس سے آخرت کا سامان کر۔ البتہ
نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا دنیا میں سے بھی اپنا حصّہ (لینا) نہ بھول
وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اور لوگوں کے ساتھ اچّھا سلوک کر۔
اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ اچّھا
الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ سلوک کیا ہے۔ اور زمین پر خرابیاں
الْمُفْسِدِيْنَ ۝ پھیلانے کی کوشش نہ کر (کیوں کہ)
حقیقتاً اللہ خرابیاں پھیلانے والے فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

نصیحتیں

(۱) اللہ نے تجھے جو کچھ مال و دولت دیا ہے اُس سے آخرت کے گھر کو حاصل کر۔

مال و دولت بُری چیز نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ مال حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہے یا حرام طریقے سے؟ مال حلال چیزوں پر خرچ ہو رہا ہے یا حرام یا اسراف پر؟ اگر مال سے آخرت کی زندگی کو بنایا سنوارا جائے تو اس سے بہتر مال کا استعمال ممکن نہیں، لیکن اگر یہی مال غرور، تکبر، غفلت، ظلم، جور، ہوس پرستی کا ذریعہ بن جائے تو اس سے بدتر بھی کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر نمونہ)

★ امیر المؤمنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اگر کوئی شخص دنیا کو

www.drhasanrizvi.com

صرف ایک ذریعۂ حسنِ عمل) جان کر دیکھے تو یہ اُس کی آنکھوں کو روشن اور بینا کر دیتی ہے۔ مگر جو اس کے مال کو زندگی کا اصل مقصد بنا کر دیکھے تو یہی دنیا اُس کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔"

... (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۲)

★ دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اُس کی طرف جُھکنا جہالت ہے، اور حسنِ عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔ اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

★ ..... (نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۸۴)

★ دنیا، دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے۔ اللہ نے اسے اپنے دوستوں کے لیے پسند نہیں کیا بطور ثواب کے، اور دشمنوں کے لیے اسے بطور سزا بھی پسند نہیں کیا۔ اہلِ دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی اُنھوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے اُنھیں للکارا اور یہ چل کھڑے ہوئے۔

★ ..... (نہج البلاغہ کلمات قصار ۴۱۵)

★ "اے فرزندِ آدمؑ! جو کچھ تو اپنی خوراک سے زیادہ حاصل کرتا ہے اُس کے بارے میں تو دوسروں کا خزانے دار ہے۔"

★ .... (نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۹۲)

★ تندرستی، قوت، فراغت، جوانی اور خوشی کو نہ بھولو، اور ان پانچ عظیم نعمتوں سے اپنی آخرت کی نعمتوں کو طلب کرو۔"

★ .... (نہج البلاغہ)

یعنی: صلاحیتوں اور وسائل کو ضائع نہ کرو، کیوں کہ مہلت کے لمحے بادلوں کی طرح جلد گذر جاتے ہیں ★ جس خدا نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، تو بھی دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کر یعنی اپنی نعمتوں کو دوسروں پر خرچ کر۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

(۷۸) (اس پر قارون نے) کہا: "یہ سب کچھ تو مجھے (خدا کی وجہ سے نہیں بلکہ) اُس علم و ہنرمندی کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔" کیا اُس (احمق) کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ اِس سے پہلے بہت سی ایسی نسلوں اور قوموں کو (اُن کے اسی تکبّر اور ناشکری کی وجہ سے) ہلاک و برباد کرچکا ہے جو اُس سے کہیں زیادہ طاقتور اور سرمایہ دار تھیں۔ ایسے مجرموں سے تو اُن کے گناہ بھی نہیں پوچھے جاتے۔

قارون کے قول پر قرآن کا جواب

: قارون نے کہا کہ یہ سارا مال تو میں نے اپنے علم و ہنر اور قابلیّت سے کمایا ہے۔ اُس کے اِس قول پر خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "کیا قارون کو یہ علم نہیں ہے کہ خدا بہت سی مالدار طاقتور قوموں کو تباہ و برباد کرچکا ہے، جبکہ اُن کے پاس قارون سے زیادہ دولت تھی۔ اور تو نے جو یہ کہا کہ میں نے یہ دولت اپنے علم سے کمائی ہے، تو تجھ سے زیادہ علم رکھنے والی قومیں بھی خود کو خدا کے عذاب سے نہ بچا سکیں۔ ★ آیت کے آخر میں فرمایا کہ (عذاب کے نازل ہوتے وقت) "مجرموں سے اُن کے

www.drhasanrizvi.com

گناہوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا۔" یعنی اُس وقت سوال وجواب کا وقت ہی نہ ہوگا بس سزا ہی سزا ہوگی۔ یعنی ابھی تیرے لیے غور وفکر کا وقت ہے، کل سزا کے وقت چون وچرا بھی نہ کر سکے گا۔ نہ غور وفکر کر سکے گا نہ بکواس۔ یعنی جن کا جرم ثابت ہو جائے، اُن سے اب سوال کی کیا ضرورت۔

*...... (تفسیر نمونہ)

★ آیت کے اصل الفاظ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ میں نے جو کچھ کمایا ہے، اپنی قابلیت سے کمایا ہے۔ یہ کوئی خدا کی بخشش یا دین نہیں ہے۔ اِس لیے یہ کسی کا احسان نہیں ہے کہ میں اُس کا شکریہ ادا کروں، وہ بھی اس طرح کہ جن نااہل لوگوں کو کچھ نہیں دیا گیا ہے، میں اپنی کمائی اُن کو دے دوں، یا خیرات اس لیے کروں کہ دینے والا مجھ سے میری دولت نہ چھین لے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا نے جو دولت مجھے دی ہے، وہ میری صلاحیتوں کی وجہ سے دی ہے، اگر میں خدا کا پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ مجھے کیوں مالا مال کرتا۔ *... (تفہیم القرآن)

★ "وَلَا يُسْـَٔلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ" (اور یقینی مجرموں سے اُن کے گناہوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا

یعنی: روزِ محشر بلا سوال وجواب کے جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔ البتہ قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ:

"فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ" یعنی: تمہارے رب کی قسم ہم ضرور اُن سب سے باز پرس کریں گے۔"
(سورۃ ۱۵ آیت ۹۲ پارہ ۱۴)

پھر سورہ رحمٰن میں فرمایا: "لَا يُسْـَٔلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ" یعنی: اور کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ نہ پوچھے جائیں گے۔" بلکہ فرشتے اُن کو علامتوں سے پہچان پہچان کر سر اور پاؤں سے پکڑ پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔
(سورۃ ۵۵ آیت ۳۹ پارہ ۲۷)

اِس کا جواب یہ ہے کہ: خداوند کریم وعلیم کو حساب لینے کی ضرورت تو ہے نہیں۔ کیوں کہ وہ سب انسانوں اور جنوں کے حالات کو کلی اور جزوی طور جانتا ہے۔ پس مقصد یہ ہے کہ فیصلہ کرنے

www.drhasanrizvi.com

میں اُن سے جواب وسوال کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیوں کہ فیصلہ اُس سے پہلے ہی ہو چکا ہوگا۔ البتہ تنبیہ وتوبیخ کے لیے، اور اُن کو مزید اُن کے گناہوں پر شرمسار کرنے کے لیے اُن سے پوچھے گا کہ تم نے فلاں فلاں کام کیے تھے؟

پس جہاں وارد ہے کہ "پوچھا جائے گا" وہاں مقصد یہ ہے کہ فیصلے کے لیے نہیں پوچھا جائے گا۔ کیوں کہ بیانات پر فیصلہ اس لیے موقوف ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ وجج لوگ صحیح واقعات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ چوں کہ خود دانا وبینا ہے لہٰذا اُس کو اس امر کی احتیاج نہیں ہے اور دنیاوی عدالتوں میں علمِ ظاہری کی بناء پر فیصلہ ہوتا ہے جو بغیر پوچھ گچھ وبیانات کے ناممکن ہے لیکن اُخروی عدالت کا فیصلہ علمِ واقعی پر موقوف ہوگا جو بیانات کا محتاج نہیں ہے۔

★ مجرم اور مذنب میں فرق یہ ہے کہ: "مجرم" وہ گنہگار ہے جس کا گناہ قابلِ بخشش نہیں رہا۔ یا توبہ پر موفق نہیں ہوسکا۔ اور "مذنب" وہ گنہگار ہے جس کا گناہ بخشش کے قابل ہے۔ اسی لیے پیغمبر اکرمؐ شفیع المذنبین ہیں۔ شفیع المجرمین نہیں ہیں۔

..... ★ (تفسیر انوار النجف)

★ عرفاء نے نتیجے نکالے کہ اپنے علم وفن کو اپنی طرف منسوب کرنا، اور اُسے اپنا ذاتی کمال سمجھنا اور اُسے اللہ کی عطا ودین نہ قرار دینا، ناشکری اور کفرِ نعمت کی اصل جڑ بنیاد ہے۔ یہی ناشکری انسان کو خدا سے بہت دور کردیا کرتی ہے۔

★ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ طریقت اور مجاہدہ کے ثمرات کو خدا کا فضل وکرم سمجھنا چاہیئے۔

..... ★ (تفسیر ماجدی)

★ مفسرین نے لکھا کہ قارون نے حضرت موسیٰؑ سے علمِ کیمیا سیکھ لیا اور اُس علم سے خوب دولت بنائی اور اُسے اپنے اسی علم وفن پر بڑا ناز تھا۔ (جو اُسے لے ڈوبا) ★ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ آخری نتیجہ یہ نکالا کہ: کسی کو اپنے علم وفن پر اترانا نہ چاہیئے بلکہ اُس کو خدا کی عطا پر شکر ادا کرنا چاہیئے۔

www.drhasanrizvi.com

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

(۷۹) پس ایک دن، وہ (قارون) اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ساز و سامان اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ نکلا۔ تو جو لوگ دنیا کی زندگی کے طلب گار تھے، وہ (اسے دیکھ کر للچا گئے اور) کہنے لگے: "کاش ہمارے لیے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ یقیناً یہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔"

قارون نے اپنی دولت کی نمائش کی

قارون ایک دن اپنی قوم بنی اسرائیل کے ہاں آیا تو اپنے پورے ٹھاٹ باٹ کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ چار ہزار گھوڑے سوار ارغوانی ریشمی لباس میں ملبوس اس کے ہمرکاب تھے اور خوبصورت کنیزیں دائیں بائیں زیورات اور ریشمی لباس پہنے ہوئے تھیں۔

قارون کے اس شاہانہ خدم و حشم کو دیکھ کر بنی اسرائیل کے بھولے اور قلاش سادہ مزاج آدمیوں کے کمزور ایمان کی وجہ سے دلوں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں ایسی دولت نصیب ہوتی لیکن جو لوگ پختہ ایمان والے تھے اور ان کے اندر علم و عرفان کی قندیلیں روشن تھیں، وہ فوراً کہنے لگے کہ یہ عارضی متاع عنقریب زائل ہونے والی ہے، لہٰذا تم لوگ ایسی تمنامت کرو اور اللہ کی عطا کردہ نعمات کی تمنائیں دل میں رکھو، اُخروی نعمات پر یقین رکھو اور اس مصیبت پر صبر سے کام لو ظاہری عیش زائل ہونے والا ہے اور اُخروی عیش ہمیشہ باقی رہنے والا ہے (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۸۰) مگر جن کو (حقیقت کا) علم عطا
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ کیا گیا تھا، انھوں نے کہا: "افسوس ہے
لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا تمہاری حالت پر، اللہ کے ہاں کا
وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ صلہ (اس سے) کہیں بہتر ہے، اُس کے
لیے جو ابدی حقیقتوں کو دل سے مانے اور اچھے اچھے کام کرے۔ اور یہ
دولتِ ابدی، صبر اور برداشت کرنے والوں کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔"
(معلوم ہوا کہ علم کی حقیقت، ابدی حقائق کو جاننا ہے، اور ابدی حقیقی کامیابی
ایمان، عمل اور صبر پر منحصر ہے۔)

سعادتِ ابدی علمِ حقیقی اور عمل پر منحصر ہے

(۱) عرفا نے نتیجہ نکالا کہ:
علم صرف وہی معتبر ہوتا ہے جس سے صرف دنیوی فائدے حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔
..... (تفسیر صافی صـ۳۸۲، تفسیر قمی)

(۲) کسی کو مالدار ہوتے اور شان و شوکت پاتے دیکھ کر حسد کرنا اور یہ تمنا کرنا کہ ہمیں بھی ایسا ہی حرام مال مل جائے، بے صبری اور ناسمجھی کی دلیل ہے۔ ہوشیار اور سمجھدار آدمی ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور ہر نعمت کو خدا کی عطا سمجھتا ہے۔ بقولِ شاعر (اے خدا!)

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے ؛ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

www.drhasanrizvi.com

نیز وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہر کام نہایت گہری مصلحتوں کے مطابق، نہایت سمجھ بوجھ کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہماری تمام کامیابیوں کا راز اور دار و مدار صبر اور رضائے خدا پر راضی رہنے پر ہے۔

* ...... (تفسیر ماجدی)

★ اِس آیت میں "اللہ کے ثواب" سے مراد وہ باعزت رزق ہے جو اللہ کے قانون کی حدوں کے اندر رہ کر محنت، مشقت اور کوشش سے کمایا جائے، چاہے وہ فائدہ دنیا کا ہو یا آخرت کا۔

★ اور "صبر" سے یہاں مراد اپنی خواہشات اور جذبات پر قابو رکھنا، اور لالچ کے مقابلے میں ایمانداری پر ثابت قدم رہنا، صداقت اور ایمانداری سے جو نقصان ہو اُس کو برداشت کرنا۔ ناجائز تدبیروں سے جو منفعت حاصل ہو سکتی ہو اُس کو ٹھوکر مار دینا ہے۔

★ اب خدا کا یہ فرمانا کہ "یہ دولت نہیں ملتی سوا صبر کرنے والوں کے" تو اس دولت سے مراد (۱) اللہ کا ثواب بھی ہے اور (۲) پاکیزہ ذہنیت بھی۔ جس کی بناء پر آدمی ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ فاقہ کشی کو اِس بات سے بہتر سمجھتا ہے کہ بے ایمانی اختیار کی جائے۔

* ...... (تفہیم القرآن)

★ خاص بات یہ ہے کہ یہاں پر "اَلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا" یعنی: "وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو مقصدِ حیات سمجھتے ہیں"۔ اُن کے مقابلے پر یہ نہیں فرمایا کہ: "وہ لوگ جو آخرت کی زندگی کو مقصدِ حیات سمجھتے ہیں"۔ بلکہ "اُوْتُوا الْعِلْمَ" یعنی: "جن کو علم عطا کیا گیا تھا"۔ کیوں کہ علم ہی وہ اصل چیز ہے جس سے انسان میں صبر و استقامت، ایمان اور ثوابِ الٰہی کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" فرما کر قارون کے اُس احمقانہ اِدّعا کا بھی جواب دیا گیا ہے جو اُس نے کہا تھا کہ "میں نے اپنے علم سے یہ دولت کمائی ہے"۔ یعنی وہ اپنے کو عالم سمجھتا تھا۔ قرآن نے فرمایا کہ: ایسے احمق عالم نہیں ہوا کرتے۔ حقیقی عالم تو خدا کے ثواب اور آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ ★ (سید...)

www.drhasanrizvi.com

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (۸۱) آخرِ کار ہم نے اُس کو اور اُس کے
فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ گھر کو زمین کے اندر دھنسا
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ دیا۔ تو اب اُس کے حامیوں
اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ (۸۱) کا کوئی گروہ نہ تھا، جو اللہ کے
مقابلے پر اُس کی مدد کرتا۔ اور نہ وہ خود ہی اپنے لیے کچھ کر سکا۔

قارون اور اُس کی دولت کا انجام

قارون کے واقعے کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں روایاتِ عامّہ سے منقول ہے کہ قارون نے ایک بدکار عورت کو دو ہزار (سکّہ رائج الوقت) نقد دینے کی پیش کش اس شرط پر کی، کہ وہ بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں موسیٰؑ پر زنا کی تہمت لگائے۔ اُس نے یہ شرط قبول کرلی۔ مال لیکر جب گھر پہنچی تو سوچا کہ میں تو بدکار ہوں ہی۔ کیا پیغمبرِ خدا کو بدنام کرنے کا گناہ بھی اپنے اوپر لاد لوں۔ چنانچہ وہ رقم سے بھری دونوں تھیلیاں لے کر بنی اسرائیل کے مجمع میں آئی اور سب کچھ صاف صاف کہدیا۔ قارون کی پول کھلی۔ حضرت موسیٰؑ سخت ناراض ہوئے اور قارون پر بددعا کی، تو اللہ نے اطلاع دی کہ اے موسیٰؑ! ہم نے زمین کو تمھارا تابع کر دیا۔ اب تم جو حکم دو گے، وہ تعمیل کرے گی۔ (تفسیر انوار النجف)

* "بحار الانوار" میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ہزارواں حصہ مال سے زکوٰۃ دینے کا حکم سنایا تو قارون نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یہ ترکیب سوچی کہ ایک بدکار عورت کے ذریعہ حضرت موسیٰؑ کو بدنام کر دے۔ جب وہ عورت قارون سے مال و زرِ نقد کی دو تھیلیاں لیکر الزام و اتہام

www.drhasanrizvi.com

لگانے پر راضی ہوگئی۔ اور بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں پہنچی۔ جب بولنا چاہا تو زبان بند ہوگئی۔ تین مرتبہ یہی واقعہ پیش آیا، تو اُس نے توبہ کرلی۔ اور قارون کی یہ سازش سب کے سامنے کہدی۔ حضرت موسیٰؑ نے قارون کے لیے بددعا کی۔ (تفسیر انوار النجف)

★ اور تفسیر قمیؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل گئے تو ایک کھلی زمین (میدانِ تیہ) میں وارد ہوئے۔ وہاں مَن و سلویٰ نازل ہوا اور پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ نعمتِ خدا پسند نہ آئی اور زمین سے اُگنے والی سبزی ترکاریوں، دالوں وغیرہ کی فرمائش کی۔ خدا نے فرمایا کہ شہر میں داخل ہوجاؤ تو تمھارا یہ مطالبہ بھی پورا ہوجائے گا۔ اُنھوں انکار کیا اور کہا کہ شہر میں جابر و سرکش لوگ ہیں جب تک وہ وہاں سے نہیں نکلتے، ہم وہاں نہ جائیں گے۔ پس اِس حکم کی نافرمانی کی سزا یہ دی گئی کہ وہ لوگ چالیس برس تک اُس میدانِ تیہ سے نکلنے کی کوششیں کرتے، رات بھر سفر کرتے صبح کو پھر وہیں پاتے جہاں سے چلے ہیں۔

اِس دوران بنی اسرائیل کے لوگ معافی مانگتے، مناجاتیں، اور توراۃ پڑھتے، اور توبہ و استغفار کثرت سے کرنے میں مصروف ہوگئے لیکن قارون نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی حالاں کہ قاریٔ توراۃ تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے بطورِ خاص اُس کو توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلائی لیکن اُس نے حضرت موسیٰؑ کی تضحیک کی اور اپنی دولت کے نشے میں بدمست تھا، اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ راکھ کو پانی میں ملا کر حضرت موسیٰؑ پر انڈیل دو۔ آپؑ کو اُس کی اس حرکت پر غصہ آیا، بارگاہِ خداوندی میں استغاثہ دائر کردیا، استغاثہ منظور ہوا اور وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ! میں نے تمھارے لیے زمین کو تابع کردیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے زمین کو قارون کے نگلنے کا حکم دیا تو زمین نے اُس کو محل اور خزانوں سمیت نگل لیا۔ حالاں کہ قارون نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی رشتہ داری کا واسطہ بھی دیا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ نے اُس کی ایک نہ سنی۔ اور فرمایا: اے لاوی کے بیٹے خاموش رہ مجھ سے کلام نہ کر۔ (لاوی حضرت یوسفؑ کے بھائی تھے۔ حضرت موسیٰؑ بھی لاوی کی اولاد میں سے تھے)

www.drhasanrizvi.com

خداوندِکریم نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: "تم نے قارون کو کیوں معاف نہ کیا"؟ آپؑ نے عرض کی پروردگارا! اگر وہ آپ کے غیر کا واسطہ نہ دیتا، اور آپ کا واسطہ دے کر معافی مانگتا تو میں معاف کر دیتا۔

پس ارشادِ خداوندی ہوا: اے لاوی کے بیٹے خاموش رہو۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کی: "اے پروردگار! اگر مجھے علم ہوتا کہ اُس کو معاف کرنے میں آپ کی رضا ہے تو میں ضرور معاف کر دیتا"۔ پس ارشاد ہوا: اے موسیٰؑ! مجھے اپنی عزت و جلال، جُود و مجد اور بلندی کی قسم اگر اُس نے اُس وقت مجھے پکارا اور یاد کیا ہوتا جس طرح تم کو پکارا تھا، تو میں اُس کو عذاب سے بچالیتا۔

اور مجمع البیان کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب پہلی مرتبہ حضرت موسیٰؑ نے زمین کو نگلنے کا حکم دیا تو زمین نے صرف قارون کے تخت کو نگلا۔ جب قارون نے یہ دیکھا تو رحم کا واسطہ دیکر معافی مانگی، حضرت موسیٰؑ نے دوبارہ حکم دیا۔ پس اُس نے قارون کے قدموں کو جکڑ کر گھٹنوں تک، پھر کمر تک نگل لیا۔ اور وہ ہر بار رحم کا واسطہ دے کر معافی مانگتا رہا، حتیٰ کہ زمین اُس کے سارے جسم کو نگل گئی۔

پس خداوندِکریم نے ارشاد فرمایا کہ: "اُس نے قرابت کا واسطہ دے کر تم سے استغاثہ کیا تھا، تم نے منظور نہ کیا۔ اگر اسی حالت میں وہ مجھے پکارتا تو میں ضرور معاف کر دیتا"۔ پس بنی اسرائیل کے بعض بدظن لوگوں نے کہنا شروع کر دیا "کہ قارون کو غرق کر کے موسیٰؑ اُس کے خزانوں کا مالک خود ہی بنے گا"۔ تو تین دنوں کے اندر زمین نے تمام خزانوں کو نگل لیا۔

* ..... (تفسیر انوار النجف)

درسِ عبرت

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کوئی شخص چلنے میں تکبّر نہ کرے۔ اور جو شخص اپنے لباس پر تکبّر کرے گا، خداوندِ عالم اُس کو جہنّم کے کنارے پر کھڑا کر کے اُسے مع اُس کے لباس کے جہنّم (کے گڑھے) میں جھونک دے گا جہاں وہ (اُس گڑھے میں) دھنستا ہی چلا جائے گا۔ کیوں کہ قارون کے ساتھ خدا نے یہی سلوک فرمایا، اُس کو بھی مع اُس کے لباسِ فاخرہ کے اور مکان (زر و جواہر، مال و دولت کے) زمین میں دھنسا دیا"۔ (اور وہ زمین میں دھنستا ہی چلا گیا۔)

* ..... (تفسیر صافی ۔ مَن لا یحضرہُ الفقیہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا (۸۲) اور وہ لوگ جو کل اُس (قارون)
مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ کے مقام و منزلت کی تمنّا کر رہے تھے،
وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ اب کہنے لگے": افسوس ہماری حالت
لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ پر، ہم بھول ہی گئے کہ اللہ اپنے بندوں
وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ میں سے جس بندے کا رزق چاہتا ہے بڑھا کر
اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ کشادہ کر دیتا ہے، اور جس کے لیے چاہتا ہے
وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع تنگی کر دیتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر
احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی (اُسی کی طرح) زمین میں دھنسا دیتا۔
افسوس ہے کہ ہم کو تو یاد ہی نہ رہا کہ کافر کبھی حقیقی ابدی بھرپور کامیابی اور
ہر طرح کی بھلائی حاصل نہیں کر سکتے۔"

محقّقین نے نتیجے نکالے

(۱) دولتمندی فلاح و صلاح کی ہمیشہ ضامن نہیں ہوا کرتی۔

(۲) خدا نے جسے کوششوں کے باوجود تنگ دست رکھا ہے اُس کا بھی اُسی میں فائدہ ہے۔ ممکن ہے کہ انجام کار وہ دولتمندوں سے کہیں زیادہ فائدے میں رہے۔

(۳) حقیقی کامیابی کا اصل معیار ایمان و عمل ہے۔ دولت مندی نہیں۔

www.drhasanrizvi.com

(۴) اسلام جائز طریقوں سے دولت کمانے کا مخالف نہیں، البتہ مال و دولت کو امتحان فرمایا گیا ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان دولت حرام طریقوں سے تو نہیں کماتا؟

* مالی حقوق ادا کرتا ہے کہ نہیں؟ دولت مند ہونے کے بعد اتراتا تو نہیں؟
* خدا کو بھول تو نہیں جاتا؟ دولت حاصل کرنے کے بعد کبر و نخوت، فتنہ و فساد تو نہیں کرتا؟

...... (ملخص از فصل الخطاب)

سبق

آیت کا مطلب یہ ہے کہ "مومنین کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہ غلط خیال تھا کہ دنیوی دولت مندی ہی اصل کامیابی ہے، اسی وجہ سے ہم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ قارون بڑی کامیابی حاصل کر رہا ہے۔ مگر اب قارون کا انجام دیکھ کر پتہ چلا کہ حقیقی کامیابی کسی اور چیز کا نام ہے اور وہ کامیابی کافروں کو نہیں ملا کرتی۔

قارون کے قصے کا یہ سبق آموز پہلو صرف قرآن میں بیان ہوا ہے۔ بائیبل اور تلمود میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ ان دونوں کتابوں میں جو تفصیلات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون بھی بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکلا تھا۔ پھر اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے خلاف سازش کی۔ ...... (تفہیم)

نتیجے

(۱) معلوم ہوا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے، وہ صرف اس کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خدا کی عطا اور دین ہے۔

(۲) خدا کی دنیوی عطا کا دار و مدار اس بات پر نہیں ہوا کرتا کہ وہ کس سے راضی ہے اور کس سے ناخوش ہے۔ کیوں کہ دنیا کی عطائیں انعاماً نہیں بلکہ امتحاناً ہوا کرتی ہیں۔ اور کسی کی محرومی کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ خدا اس سے ناراض ہے۔ خدا دنیا دے کر اور کبھی دنیا کی نعمتوں سے محروم کر کے امتحان لیتا ہے۔

(۳) غرور و تکبر اور انبیاء کرام کی تذلیل کا انجام بہت ہی برا ہوا کرتا ہے۔

(۴) دنیا کی کامیابیوں کا منظر بظاہر بڑا دلفریب، لیکن انجام بڑا خوفناک ہوتا ہے۔

(۵) قارون کی کہانی دولت کی نمائش اور غریبوں کی تحقیر کا انجام بتاتی ہے۔ * (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا (۸۳) وہ آخرت کا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا لَه قرار دیتے ہیں جو زمین میں دوسروں
فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط پر چھا جانے کی خواہش نہیں رکھتے،
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ اور نہ (زمین پر) فساد یا خرابیاں
پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بہتری تو بُری خواہش سے بچتے رہنے والے "متّقین" کے لیے ہے۔

لہ "عُلُو" یعنی: چھا جانا، ظلم و ستم کرنا۔ ★ (ضحاک)
یا خود کو بڑا سمجھنا۔ (تفسیر کبیر امام رازی) یا فساد، خرابی اور گناہ کرنا۔ ★ (مدارک)

★ اسی لیے عرفا جس قدر اہتمام گناہ سے بچنے کا کرتے ہیں اُسی قدر تکبر سے بچنے کا کرتے ہیں۔
★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حفص بن غیاث سے فرمایا: "میں دنیا کو ایک مردار کی طرح جانتا ہوں کہ بوقتِ مجبوری بقدرِ ضرورت اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ اے حفص! اللہ کو بندوں کے اعمال اور اُن کی بازگشت (اللہ کی طرف واپسی) کی خبر ہے۔ پس وہ اپنے علم کے پیشِ نظر اُن کی بداعمالیوں کے باوجود علیم ہے۔ پس جس ذات کو کسی کے بھاگ جانے کی فکر نہ ہو اُس کے نرم برتاؤ سے دھوکا نہ کھاؤ۔"
اس کے بعد آپؑ نے یہی آیت پڑھی "تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ... الخ" اور بہت گریہ فرمایا، پھر فرمایا: "اس آیت کی تلاوت کے بعد ہر دنیاوی اُمنگ و اُمید پر خود بخود پانی پھر جاتا ہے۔ الحدیث" (تفسیر الانوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اپنے دورِ خلافتِ ظاہری میں تنہا بازاروں اور گلیوں میں گشت کرتے تھے، بھولے بھٹکے کو راستہ دکھاتے، ناتوان و کمزوروں کی دست گیری کرتے اور جب دکانداروں کے پاس سے گذرتے تو قرآن کھول کر اسی آیت مجیدہ کی تلاوت فرماتے، اور فرماتے کہ یہ آیت ہر اُس شخص کے لیے ہے جو کرسیٔ قضا و عدالت پر بیٹھا ہو، یا جس کو عوام الناس پر قدرت حاصل ہو۔ اور ایک روایت میں آپؑ نے فرمایا: "جس شخص کو اپنے جوتے کے تسمے پر بھی ناز ہو وہ بھی بمطابق مفہوم آیت کے تکبر و فساد کی زد میں آئے گا۔ یعنی اپنے لباس پر بھی تکبر نہ کرو۔"

★...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

"فلاح" یعنی : بھرپور حقیقی واقعی کامیابی سے مراد جنت میں داخلہ ہے۔ جو حقیقی فلاح ہے۔

مطلب / آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی زمین میں اپنی بڑائی قائم کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں یعنی جو سرکش و جبار بن کر نہیں رہنا چاہتے اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام بنا کر نہیں رکھنا چاہتے، بلکہ خدا کا بندہ بن کر رہنا چاہتے ہیں، ہم نے آخرت کی کامیابیاں اُنہی کے لیے مخصوص کردی ہیں۔ ★ (تفہیم)

★ فساد فی الارض اور ہوسِ اقتدار کا نتیجہ۔ قارون کے قصے کے بعد اُس کا کلی نتیجہ بیان فرمایا کہ "آخرت کی کامیابی صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو نہ ہوسِ اقتدار رکھتے ہیں اور نہ ہی زمین پر فساد کرتے ہیں۔ یعنی وہ بڑا بن کر زمین کو تباہ نہیں کرتے بلکہ اُن میں لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہونے کی خواہش بھی نہیں ہوتی۔"

★...... (تفسیر نمونہ)

★ نعماتِ آخرت سے محرومی کے اسباب (۱) بڑا بننے کی طلب۔

(۲) فساد : یعنی زمین پر خرابی پیدا کرنا۔ تمام گناہ اِنہی باتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ہوسِ اقتدار از خود فساد فی الارض ہے۔ قارون کی تباہی کا سبب اُس کا تکبر اور برتری کی ہوس تھی۔

★ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو خوشی اس بات سے ہوتی ہے کہ اُس کی جوتیوں کے بند اُس کے دوست کے بندوں سے بہتر ہیں تو وہ شخص بھی اس آیت کے مفہوم میں داخل ہے۔"

★...... (تفسیر الجوامع الجامع، تفسیر کشاف)

www.drhasanrizvi.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ (۸۴) غرض جو کوئی بھی نیکی کے ساتھ
خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ (اللہ کی بارگاہ میں) حاضر ہوگا تو اُس کے
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى لیے (وہاں) اُس سے کہیں بہتر بھلائی
الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ (کا سامان مہیا) ہے۔ اور جو وہاں
اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ برائی کے ساتھ آئے گا تو برائیاں
کرنے والوں کو بالکل ویسے ہی بدلے کے سوا کچھ اور نہ ملے گا جیسے کام
وہ کیا کرتے تھے۔

قانونِ کلّی یہ ہے کہ جو کوئی نیک کام کرے گا، اُس کا بدلہ پائے گا۔ یہ خدا کا مقام تفضل ہے عدل کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ جزا عمل کے برابر ہو۔ مگر خدا کی ذات فضل و انعام عطا کرنے والی ہے اس لیے خدا ہماری نیکیوں سے دس گنا، کبھی سو گنا، کبھی ہزار گنا اجر دیتا ہے۔ کم سے کم دس گنا اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ فرمایا: "جو ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے دس اُسی جیسی نیکیوں کا اجر ہوگا۔" ٭ (سورۃ الانعام آیت ۱۶۰ پ ۸)

٭ **خدا کا عدل** یہ ہے کہ گناہگار اپنے گناہ سے زیادہ سزا نہ پائیں گے اور نیکوکار کم از کم دس گنا اجر پائیں گے۔

سوالات اس آیت میں لفظ "سَیِّئَۃ" دو دفعہ کیوں استعمال ہوا؟ اور "حسنۃ" ایک بار کیوں استعمال ہوا؟

جواب "سَیِّئَۃ" یہ بتانے کے لیے مکرر استعمال ہوا کہ گنہگار صرف اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

اور "حَسَنَۃ" مفرد اس لیے استعمال ہوا کیونکہ تمام حسنات توحید ہی کا نتیجہ ہیں۔ اور نیکیوں کی تعداد کم ہوگی۔ ٭

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ (۸۵) یہ حقیقت ہے کہ وہ خدا جس نے
الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قرآن پہنچانے کا فریضہ آپؐ کے ذمّے
قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ کیا ہے وہی آپؐ کو (آپؐ کے وطن یا)
بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ واپسی کی منزل پر دوبارہ لائے گا۔ تو
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ آپؐ ان سے فرمادیں کہ: "میرا پالنے والا مالک

خوب بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے"؟

تفسیرِ اہل بیتؑ

فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "تمہارے نبیؐ بھی رجعت فرمائیں گے، حضرت علیؑ اور تمام ائمہ اہل بیتؑ بھی۔"* ...... (تفسیر قمی)

* ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے جناب جابرؓ (صحابیٔ رسولؐ) کا ذکر آگیا تو حضرت امامؑ نے فرمایا: "اللہ جابرؓ پر رحم فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا علم اس درجے تک پہنچ گیا تھا کہ وہ اس آیت کی تاویل (حقیقی گہرے معنی) سے واقف تھے یعنی وہ رجعت کی حقیقت کو جانتے تھے"۔ غرض یہاں "معاد" سے حقیقی مراد رجعت کا زمانہ ہے کہ جب جناب رسولِ خداؐ اور تمام ائمہ اہل بیتؑ دنیا میں دوبارہ پلٹ کر تشریف لائیں گے۔"* (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی)

عام تفسیر

"واپسی کی منزل" سے اوّلین مراد مکّہ ہے جس سے جدائی کا آنحضرتؐ کو بڑا صدمہ تھا۔* ...... (تفسیر جلالین)

www.drhasanrizvi.com

★ گہرے معنی میں "واپسی کی منزل" سے مراد رجعت ہے۔ یعنی جناب رسولِ خدا اور ائمہ اہلِ بیت کا دنیا میں پلٹ کر تشریف لانا۔

★ ...... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ "تیسرے معنی میں" واپسی کی منزل" سے مراد آخرت کی منزل ہے۔

★ ...... (تفسیر فتح الرحمٰن)

★ آیت کے اصل الفاظ یہ ہیں "لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ" یعنی: تمھیں ایک معاد کی طرف پھیرنے والا ہے۔ "معاد" کے معنی: "وہ آخری مقام ہے جس کی طرف آدمی کو پلٹنا ہے۔ کیوں کہ نکرہ استعمال کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا، وہ مقام بڑی شان اور عظمت کا مقام ہے۔

★ بعض مفسرین نے اس کو "جنت" مراد لیا ہے۔ مگر اس کے معنی اس سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ جب خدا نے اس کو عام کہا ہے تو ہم کو اس کے معنی عام رکھنے چاہئیں۔ یعنی دنیا میں بھی خدا رسول کو شان اور عظمت کے مقام پر پلٹانے والا ہے اور آخرت میں بھی۔

★ کیوں کہ کفار نے یہ کہا تھا کہ: "اے محمدؐ! تم اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبنا چاہتے ہو"

★ اس کے جواب میں خدا رسولؐ سے فرما رہا ہے کہ: "اے نبیؐ! جس خدا نے اس قرآن کا علم تم کو عطا کیا ہے، وہ تمھیں کبھی برباد کرنے والا نہیں۔ بلکہ تم کو دنیا اور آخرت میں اس مرتبے پر پہنچانے والا ہے جس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔" اور یہی بات دنیا میں بھی اللہ نے کر دکھائی تاریخ میں اس کی کوئی اور مثال نہیں ملتی کہ چند سال میں پوری قوم کسی کی ایسی غلام ہو جائے جیسے رسولؐ کی حکومت خدا نے دلوں پر قائم فرما دی۔

★ بعض مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت ہجرت کرتے ہوئے مکے اور مدینے کے درمیان اُتری تھی اور خدا نے اس میں نبیؐ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ: "خدا آپؐ کو مکے میں واپس لائے گا۔" لیکن آیت کے الفاظ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ "معاد" سے مراد مکہ لیا جائے۔ سباق کے اعتبار سے معنی میں ہجرت مکہ کا ذکر بے محل نظر آتا ہے۔

★

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى (۸۶) اور آپؐ تو ہرگز اس بات کے
اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً امیدوار نہ تھے کہ آپؐ پر کتاب
مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ اتاری جائے، یہ تو بس آپؐ کے
ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ پالنے والے مالک کی رحمت یا
مہربانی ہے (کہ یہ کتاب آپؐ پر نازل کی گئی ہے) تو آپؐ کبھی کافروں یا
حق کے منکروں کے مددگار نہ بنیئے گا۔

★ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تمام باتیں دلائلِ عقلی اور مشاہدۂ فطری پر مبنی ہیں۔ اسی لیے قرآن کی تعلیمات تمام عالمین کے لیے ہیں لیکن اِن تعلیمات سے فائدہ صرف اور صرف وہی لوگ اُٹھاتے ہیں، جو قرآن کی آیتوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ ★... (تفسیر ماجدی، فصل الخطاب)

★ ”وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا... الخ“ آیتِ مجیدہ سے صاف ظاہر ہے کہ کسی نبیؑ کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کس وقت اعلانِ نبوّت کا حکم ملنے والا ہے یا کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ میرے اوپر اُترنے والا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ نبیؑ ابتدائے زندگی سے اُن تمام اُمور سے اجتناب کرتا ہے جو مرضیِ خداوندی کے خلاف ہوں اور اُن تمام اُمور کی بجاآوری کرتا ہے جو ناموسِ انسانیت کے لیے باعثِ کرامت اور رضائے پروردگار کے عین مطابق ہوں، اور ایسی تمام استعدادیں اُس میں موجود ہوتی ہیں جو عہدۂ نبوّت کے لیے ضروری ہیں۔ صرف نبوّت کے اعلان کا ایک وقت مقرّر ہے جو صرف اللہ کو ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ آیت اُن احادیث سے منافات نہیں رکھتی کہ نبیؑ نبی ہوتا ہے اگر عالمِ طفولیّت میں ہی ہو۔ کیوں کہ ہر نبیؑ پہلے ہی سے بالقوّۃ نبیؑ ہوتا ہے اور اعلانِ نبوّت کے بعد بالفعل نبی کہلاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب و گِل کے درمیان تھے۔“ یعنی اللہ کے علم کے مطابق میں اُسی وقت سے نبی ہوں جب اُس نے اپنی مصلحت کے مطابق کائنات کو خلق فرمایا۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ (۸۷) اور ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ
اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اللہ کی آیتیں جب آپؐ کی طرف اُتریں تو
اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ کفار آپؐ کو اُن (کے سنانے یا
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ اُن پر عمل کرنے) سے روک دیں

اور آپؐ (تو اُن کو) اپنے پالنے والے مالک کی طرف بلائیں، اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہوں۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ "جب خدا نے تمھیں یہ نعمت بے مانگے عطا فرمائی ہے تو اب اس کا حق تم پر یہ ہے کہ تمھاری ساری صلاحیتیں اُس کو ترقی دینے پر خرچ ہوں۔ اِس میں کوتاہی کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ تم نے حق کی بجائے حق کے منکروں کی مدد کی۔

اِس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ سے خداوندِ عالم کو کسی قسم کی کوتاہی کا اندیشہ تھا۔

اصل میں خداوندِ عالم کفار و مشرکین کو سناتے ہوئے اپنے نبیؐ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم اُن کے شور و شغب اور حق دشمنی سے متاثر نہ ہونا۔ بلکہ تم اُن کی مخالفت کے باوجود اپنا کام کرتے رہو اور اِس کی قطعاً کوئی پرواہ ہی نہ کرو کہ یہ حق دشمن لوگ تمھارے کاموں سے کیوں خوفزدہ ہیں۔"

...... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا (۸۸) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے
اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ معبود کو نہ پکارو (کیوں کہ) اُس کے
شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ سوا تو کوئی معبود ہے ہی نہیں
لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ہر چیز فنا (ہلاک) ہونے والی
ہے، سوا اُس کے چہرے کے (یا) سوا خدا کی ذات کے، اُسی
کی حکومت ہے، اور تم لوگوں کو اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

" وَجْهَهٗ " کے معنی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ "وَجْهَهٗ" یعنی "خدا کا چہرہ" سے مراد (۱) خدا کی ذات ہے۔ (۲) یا خدا کا دین ہے۔ (۳) حسنات اور نیکیاں (۴) اشیاء کا اللہ سے منسوب ہونا ہے۔ وغیرہ

..... (تفسیر المیزان)

★ اس آیت میں رد آگیا ساری مشرک قوموں کا جو خدا کے ساتھ ساتھ روح، مادّہ، جن یا کسی اور مخلوق کو بھی ازلی ابدی سمجھتے ہیں۔

...... (تفسیر ماجدی)

★ **خدا کے چہرے سے مراد** خدا کی ذات ہے۔

..... (تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر)

★ **تفسیر اہل بیتؑ** "خدا کے چہرے" سے مراد وہ ہستیاں بھی ہیں جن کے ذریعے خدا پہچانا گیا۔ اور جن کے ذریعے سے خدا کی توجّہ کی جاتی ہے۔ کیوں کہ چہرے ہی سے ہر ذات پہچانی جاتی ہے۔ اور چہرے ہی کے ذریعہ اُس کی طرف توجّہ کی جاتی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

ہر شئے ہلاک ہوگی سوائے اُس کے دین کے | كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

یعنی: "ہر چیز ہلاک ہو گی، مگر اُس کا دین (ہلاک نہ ہوگا)"۔ (تفسیر انوار النجف)

★ ہلاکت اور موت ایکدوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ مگر اصطلاح میں موت کا مفہوم ہلاکت سے عام ہے۔ ہلاکت اُس موت کو کہا جاتا ہے جو رضائے پروردگار کے ماتحت واقع نہ ہو، اور ہلاک ہونے والا عذاب کا مستحق گردانا گیا ہو۔ ہلاکت کے مقابلے میں شہادت استعمال ہوتا ہے۔

بنابریں شئ سے مراد بھی عام نہیں؛ بلکہ خاص وہ افرادِ مخلوق مراد ہوں گے جو دائرۂ تکلیف کے اندر ہیں خواہ وہ قومِ جن سے ہوں یا انسان۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ کوئی مکلف عتابِ خدا سے نہ بچ سکے گا، مگر (سوائے) اُن لوگوں کے جو اُس کے دین یا اُس کے معیّن کردہ صراطِ حق پر چلنے والے ہوں گے۔ اِسی بنا پر احادیثِ ائمہ علیہم السّلام میں وَجْهَهُ سے مراد دین، صراط اور آلِ محمدؐ کی وِلا ہے۔ ★ "تفسیر برہان میں بروایتِ کافی" صفوانِ جمال نے فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ اِس آیتِ مجیدہ میں وَجْهَهُ سے مراد اطاعتِ حضرت محمدؐ ہے، اور یہی وجہ ہے جو ہلاک نہ ہوگا۔

★(۲) حضرت امامؑ نے یہ بھی فرمایا: "ہمیں اللہ نے پیدا کیا" اور بہترین حالت میں پیدا کیا۔ اور ہمیں اللہ نے صورت دی اور بہترین صورت عطا فرمائی، اور ہمیں اپنے بندوں کی طرف اپنا نمائندہ نامزد کیا، اور مخلوق میں اُس کی جانب سے ہمیں اپنی لسانِ ناطق قرار دیا، اور اپنے بندوں پر ہمیں اپنا دستِ رحمت بنایا۔ ہم اُس کے وہ "وجہ" ہیں جن کے ذریعے سے اُس تک پہنچا جاسکتا ہے، ہم اُس کا وہ دروازہ ہیں جو اُس کی طرف (کھلتا) رہبری کرتا ہے۔ ہم اُس کی جانب سے آسمان وزمین میں خزانہ دار ہیں، ہماری وجہ سے درختوں کو پھل لگتے ہیں، پھلوں کو پختگی حاصل ہوتی ہے، اور ہماری وجہ سے چشمے جاری ہوتے ہیں، ہماری وجہ سے آسمان سے بارش ہوتی ہے،

www.drhasanrizvi.com

اور ہماری وجہ سے زمین سے چشمے پھوٹتے ہیں، اور یہ کہ ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ کی عبادت کی گئی، اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔

*...... (اصول کافی۔ تفسیر انوار النجف)

*(۳) آپ ہی نے فرمایا: ہم حجتِ خدا ہیں، ہم بابِ خدا ہیں، ہم خدا کی لسان (زبان) ہیں ہم اللہ کے وجہ ہیں (چہرے ہیں) ہم عین اللہ ہیں: اور اُس کے بندوں میں سے اُس کی جانب سے وُلاۃُ الامر یعنی حکمران ہیں۔

*(۴) بروایت برقی، آپ نے اس آیتِ مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا کہ: "اس کا مطلب یہ ہے کہ: ہر شئے ہلاک ہوگی، مگر وہ لوگ ہلاک نہ ہوں گے جو ہمارے شیعوں کے طریق پر گامزن ہوں گے۔"

*اور دوسری روایت میں ہے کہ: "مگر وہ ہلاک نہ ہوں گے جو راہِ حق پر ہوں گے۔"

*(۵) بروایت صدوق فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیتِ مجیدہ میں وَجْهَهُ سے مراد" اُس کا دین ہے"۔

*(۶) بروایت محاسن برقی فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اطاعتِ محمدؐ اور اطاعتِ ائمہ (اہلِ بیتؑ) کے ساتھ پیش ہوگا، وہ ہلاک نہ ہوگا، اور یہی وَجْهَهُ (اُس کے چہرے) سے مراد ہے۔

*(۷) فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیتِ مجیدہ میں اللہ جس وجہ کو ہلاکت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے خدا کی قسم اُس سے مراد ہم ہیں اور قیامت کے دن ہرگز وہ شخص ہلاک نہ ہوگا جو اللہ کے حکم کے مطابق ہمارا اطاعت گذار اور ہماری ولایت کا پیروکار ہوگا۔ بس خدا کی "وجہ" سے یہی معنی مراد ہے، اور ہم میں سے جو بھی مرتا ہے اپنا جانشین چھوڑ کر مرتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

*... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسیؒ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آیتِ مجیدہ میں وَجْهَهٗ سے مراد اُس کا دین ہے۔ گویا جو اُس پر عمل پیرا ہو گا وہ ہلاکتِ ابدی سے بچ جائے گا ★...... (تفسیر انوار النجف)

تمام اشیا کس طرح فنا ہو جائیں گی؟

سوال یہ ہے کہ اگر ہر شئے فنا ہو جائے گی تو انسان کا جوہر مٹی، بھی فنا ہو جانا چاہیئے؟ پھر انسان دوبارہ کس طرح پیدا ہو گا؟ اور یہ کہ قرآن سے کہ جنت جہنم پیدا کی جا چکی ہیں تو کیا وہ بھی فنا ہو جائیں گی؟ کیا ساکنانِ برزخ بھی ہلاک ہو جائیں گے؟

جواب: ہلاک ہونے کے معنی صرف فنا ہونے کے نہیں، بلکہ زیر و زبر ہونے کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے زلزلے سے عمارت کا زیر و زبر ہونا بھی ہلاکت ہے۔

★ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ہلاکت کے لفظ کا استعمال صرف دنیوی چیزوں کے لیے ہے۔

★ تیسرا جواب یہ ہے کہ تمام کائنات رو بفنا ہے کیوں کہ اُن کا وجود انوارِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

★ چوتھے یہ کہ تمام کائنات ہر وقت عالمِ تغیّر میں ہے۔ اس طرح کائنات کے لیے وجود و عدم کی دونوں کیفیات ہر وقت تیار رہتی ہیں۔

ایک غلط تفسیر وہابی لوگوں نے اس آیت کی کہ "خدا کے سوا کسی کو نہ پکارو" لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا اٰخَرَ" توسّل اور شفاعت کا انکار کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی آیتوں کا صرف یہ مطلب نہیں ہے، کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے بلکہ کسی کو خدا سمجھ کر، خدا کا شریک سمجھ کر نہ پکارا جائے۔ یعنی یہ سمجھنا شرک ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور ذات بھی بطور خود خدا کی صفات کی مالک ہے۔ توسّل اور شفاعت قرآن سے ثابت ہے۔

"یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا: اے ہمارے والد! آپ ہمارے لیے خدا سے معافی طلب کیجیے۔" (سورۃ یوسف آیت ۹۷) (۹۶)

(۲) "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا.... تَوَّابًا رَّحِيْمًا" اور جب وہ اپنے اوپر ظلم کر کے تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگ لیتے اور رسول بھی اُن کے لیے اللہ سے معافی چاہتا تو اللہ ضرور اُن کی توبہ قبول کر لیتا۔ ★

www.drhasanrizvi.com

توحید کی حقیقت اور اہمیت آیت کے آخر میں توحید کی حقیقت کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ یہی توحید اصل بھی ہے اور دین کی فرع بھی۔ کُل بھی ہے اور جُزو بھی۔

چار احکامات اس آیت میں رسولؐ کو چار احکامات دیے گئے ہیں۔ اور خدا کے چار صفات بیان کیے گئے ہیں۔ چار احکامات یہ ہیں:

(۱) ایسا نہ ہو کہ کفار آپؐ کو قرآن مجید کی آیتوں کی تبلیغ سے باز رکھیں۔ اگرچہ نفی کا مرجع کفار ہیں مگر مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کافروں کی سازشوں سے ہوشیار رہیں

(۲) دوسرا حکم رسولؐ کو یہ دیا گیا ہے کہ جب تم پر قرآن کی آیتیں نازل ہو چکی ہیں تو اُن کے احکامات پر قائم رہو کسی قسم کا شک دل میں نہ آنے دو۔ خدا کے پیغام پہنچانے میں جو رُکاوٹیں آئیں اُن کو راستہ سے ہٹا دو۔ ثباتِ قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے رہو کیوں کہ خدا تمہارا مددگار اور ساتھی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

(۳) تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ اے رسولؐ! اپنے مالک کی طرف لوگوں کو بلاؤ اور قطعاً مشرکین میں سے نہ ہونا۔

(۴) چوتھا حکم یہ دیا گیا (شرک پر تاکید مکرر ہے) فرمایا کہ "خدا کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت پکارو۔" یہ عقیدۂ توحید کا بیان ہے جب تک عقیدۂ توحید حاصل نہ ہو کوئی عمل قبول نہیں۔

خدا کی چار صفات (۱) خدا کے سوا کوئی خدا (معبود) نہیں۔

(۲) خدا کے سوا ہر چیز فانی 'ختم ہو جانے والی ہے۔

(۳) احکاماتِ تکوین و تشریع میں حاکمیت اور حکومت صرف اور صرف خدا کے لیے مخصوص ہے۔

(یہ تینوں صفات توحید کا لازمہ ہیں)

(۴) ہم سب کو آخرِ کار خدا ہی کی طرف واپس جانا ہے۔

اب کیوں کہ ہم سب فانی ہیں اور بقا صرف خدا کے لیے ہے' اور نظامِ کائنات کی تدبیر اور حاکمیت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے' اور بالآخر ہمیں لوٹنا بھی خدا کی طرف ہے' اِس لیے ہمیں خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرنی چاہیے۔ ...

www.drhasanrizvi.com

سورۂ عنکبوت کے روحانی خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا : "جو مومن سورۂ عنکبوت پڑھتا ہے اس کے حصّے میں تمام مومنین و منافقین کی تعداد سے دس گنا زیادہ حسنات لکھے جاتے ہیں خاص طور پر اگر ماہِ رمضان کی ۲۳ کی شب کو یہ سورۃ پڑھی جائے۔

★...... (تفسیر مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ :
"جو شخص ۲۳ ماہِ رمضان کی شب میں سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم کی تلاوت کرے قسم بخدا وہ جنّت والوں میں سے ہوگا ۔ میں اس سلسلے میں کسی کو مستثنیٰ بھی نہیں کرتا، اور اس بات سے بھی نہیں ڈرتا کہ اس قسم کے لیے خدا میرے اعمال میں کوئی گناہ لکھدے۔"

★..... (کتاب ثواب الاعمال، تفسیر نور الثقلین جلد ۴ صفحہ ۱۴۷)

نوٹ : اصل میں سورۂ عنکبوت کے مضامین ہی ایسے ہیں کہ ہر فکر و نظر والا اس کو پڑھ کر جنّتی بن سکتا ہے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۶۹ | سورۃ العنکبوت مکیۃ ۲۹ | رکوعاتھا ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ مدد مانگتے ہوئے، جو سب ہی کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے

* * *

الٓمّٓ ۝۱ (۱) الف۔ لام۔ میم

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ (۲) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ

یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وہ بس اتنا سا کہنے پر کہ: "ہم ایمان

وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲ لے آئے" چھوڑ دیے جائیں گے،

اور اُن کا (مصائب اور اطاعت کے ذریعہ) امتحان نہ لیا جائے گا؟

شانِ نزول

بعض مفسرین نے لکھا کہ اِس سورۃ کی ابتدائی گیارہ آیات مدینے میں اُتریں، اُن مسلمانوں کے متعلق جو ابھی مکّے ہی میں تھے۔ وہ اسلام قبول کرنے کا اظہار تو کرتے تھے، مگر مکّے سے مدینہ ہجرت کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرتے تھے۔ مدینے والوں نے اُن کو لکھا کہ تمہارا اسلام لانا خدا کو منظور نہیں ہے۔ اگر تم واقعی اسلام قبول کر چکے ہو تو مدینہ آجاؤ۔

www.drhasanrizvi.com

یہ خط پا کر وہ لوگ ہجرت کے لیے مدینہ روانہ ہو گئے۔ مشرکین نے اُن کا تعاقب کیا، اُن سے جنگ کی۔ بعض مہاجر مارے گئے اور بعض بچ گئے، اور بعض نے مشرکین کی اطاعت کر لی اور مکے واپس چلے گئے۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت اُن مسلمانوں کے بارے میں اُتری جو مکّے میں کافروں کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے۔

* .... (تفسیر کبیر)

* بعض کا خیال ہے کہ اِس سورۃ کی آٹھویں آیت سعد بن ابی وقاص کے بارے میں اُتری۔ مگر آیات کو غور سے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُن آیتوں کا ہجرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اُن مصائب سے ہے جو ابتدائی مسلمان برداشت کر رہے تھے۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

امتحان لینا خدا کی سنّت ہے

اہلِ ایمان کا امتحان لینا خدا کی سنّت ہے جو ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا: "ہم نے پچھلی اُمتوں کا بھی امتحان لیا ہے" (اگلی آیت نمبر ۳ میں) (القرآن)

امتحان کی ضرورت

ہر مسلمان ایمان و تقویٰ کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن اس کا ثبوت امتحان دینے سے نکلتا ہے۔ امتحان بتاتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والا واقعی مومن ہے کہ نہیں؟۔ بیشک خدا تو سب کے دلوں کا حال خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔ مگر یہاں خدا کے علم کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا کے علم میں ہے، وجودِ خارجی میں بطور عین الیقین اُس کا ثبوت مل جائے۔ یعنی کسی گروہ کے متعلق خدا کا جو علم ہے لوگ اُس کو خارج میں بھی دیکھ لیں۔ اور دل کی بات کا پتہ لگے اور ظاہر و ثابت ہو جائے۔ خدا کے متعلق جہاں بھی کلمۂ علم استعمال ہوا ہے، اُس کے معنی یہی ہوتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

اصول یہ ہے کہ انسان کا ارادہ اور نیّت جب تک اُس کے عمل سے ظاہر نہ ہو، اُس کے لیے ثواب یا سزا کا تعین نہیں ہو سکتا۔ امتحان کا ہونا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ انسان کی نیّت اور اُس کی نفسانی کیفیّت کا حال معلوم ہو کر ثابت ہو جائے۔

امتحان ذریعۂ تربیت ہے

جس طرح یونیورسٹی میں امتحان لے کر طلباء کی تعلیم اور تربیّت کی جاتی ہے، اسی طرح خداوندِ عالم ہمارے امتحان لے کر ہماری تربیّت فرماتا ہے۔ انہی امتحانات سے انسان کی مخفی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ خدا بھی اسی لیے ہمارا امتحان لیتا ہے..... (تفسیر نمونہ)

خداوندِ عالم کے مقرر کردہ امتحان کے طریقے

(۱) کبھی خدا نعمتیں دے کر امتحان لیتا ہے اور کبھی نعمتوں سے محروم رکھ کر۔ جب نعمتیں دیتا ہے تو امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں یا کفرانِ نعمت کرتے ہیں؟ اور خدا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق حاصل کرتے ہیں کہ نہیں۔؟ خدا کی نعمتوں کو اُس کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں کہ نہیں؟ دولت پاکر غرور، تکبّر اور لذّت شہوت پرستی میں مبتلاء ہو جاتے ہیں یا خدا کو یاد رکھتے ہیں اور اُس کی اطاعت کرتے ہیں؟ ... (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اُنھیں بھی آزمایا جاتا ہے جس طرح سونے کو آگ کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگ ہر قسم کی گندگی سے پاک صاف ہو جاتے ہیں جس طرح آگ سونے کو ہر قسم کے میل سے پاک کر کے کندن بنا دیتی ہے" (اصول کافی۔ تفسیر نور الثقلین)

★ بروایت کلینیؒ جناب امیر المومنینؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "اللہ گوناگوں شدائد سے اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور مشقتوں سے اطاعت گذاری کا جائزہ لیتا ہے۔ تاکہ ان کے دلوں سے تکبر نکل جائے اور انکساری و فروتنی جگہ پکڑ لے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ ان آزمائشوں کو اپنے فضل و کرم کا دروازہ بنایا ہے اور اپنے عفو و درگذر کا وسیلہ قرار دیا ہے۔" (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝۳

(۳) حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کا امتحان لے چکے ہیں جو اُن سے پہلے گزرے ہیں۔ پس اللہ تو لازمی طور پر یہ بات ظاہر کردے گا (یا عملی طور پر جان لے گا کہ کون سچے ہیں، اور کون لوگ جھوٹے ہیں۔

یہ امتحان سب کے لیے ہے

تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ جس نے ایمان کا دعوٰے کیا اُس کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر ضرور آزمایا گیا ہے۔ اِس لیے کہ خدا کسی کو صرف زبانی دعووں پر نہیں نوازا کرتا۔

★ آیتِ مجیدہ کے تنزیلی مصداق اگرچہ محدود ہوں گے لیکن تاویلی مصداق قیامت تک آتے رہیں گے۔ اور جو بھی مومن کہلائے گا آیتِ مجیدہ کا عموم اُس کے لیے آزمائش کی پیشکش کرتا رہے گا، تاکہ پتہ چلے کہ اپنے دعوائے ایمان میں ثابت قدم اور سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام موسٰی کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "مومنوں کو مصائب کی آگ میں جلا کر پرکھا جاتا ہے جس طرح سونے کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں۔ اور آزمائش کے بعد مومن بھی اس طرح کھرا اور خالص ہو کر نکلتا ہے جس طرح آگ سے سونا کھرا ہو کر نکلتا ہے۔ اور خدا تو پہلے ہی سے کھرے اور کھوٹے کو جانتا ہے۔ آیتِ مجیدہ میں خدا کے جاننے کا مقصد یہ ہے کہ آزمائش سے کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کردے۔ اور فرمایا کہ یہ امتحان و آزمائش صرف تمھارے لیے نہیں ہے

www.drhasanrizvi.com

بلکہ گذشتہ انبیاءؑ اور اُن کی اُمتوں کے حالات پڑھو، اُن کو بھی آزمایا گیا ہے۔ اور سخت سخت امتحان لے کر آزمایا گیا ہے۔ پس مومن ہر دور میں ثابت قدم رہے اور اپنے موقف پر تادمِ آخر قائم رہے۔ اور اس سلسلے میں اُنھوں نے جانی اور مالی ہر قسم کی قربانیاں بسروچشم قبول کرلیں۔ پس مسلمانوں کو بھی اسلام اور اُس کی تعلیمات کے تحفظ کے لیے ہر قسم کی قربانیوں کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔"

*...... (تفسیر انوار النجف)

★ شاہ رفیع الدّین صاحب نے ترجمہ کیا: "البتہ ظاہر کردے گا اللہ اُن لوگوں کو جو سچ بولیں، اور اللہ ظاہر کردے گا جھوٹوں کو۔"

*..... (شاہ رفیع الدّین)

★ صاحبِ تفسیر جلالین نے لکھا: "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے کاموں کے واقع ہونے سے پہلے بھی خدا کو اُن کا پورا پورا علم ہے۔ مگر وہ علمِ غیب ہے، مگر جب ہم سب کچھ کرلیتے ہیں (جو ہم کرتے ہیں) تو اُس کا علم، علمِ شہود ہوجاتا ہے۔

*..... (تفسیر جلالین)

ایک سوال ؟ اللہ نے فرمایا: "لَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ" یعنی (ضرور ہے کہ اللہ یہ معلوم کرے) اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ: اللہ کو تو سچے کا سچ اور جھوٹے کا جھوٹ پہلے ہی سے معلوم ہے، پھر امتحان لے کر معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟

★ جواب یہ ہے کہ صرف صلاحیت پر نہ جزا، دینا جائز ہے، نہ سزا۔ جزا، اور سزا صرف اور صرف صلاحیتوں پر نہیں دی جاتی۔ ایک آدمی میں امین ہونے کی صلاحیت ہے اور دوسرے میں خیانت کی۔ ان دونوں کا جب تک امتحان نہ لیا جائے اور ایک سے امانت کا اور دوسرے سے خیانت کا جب تک عملاً ظہور نہ ہوجائے، اُس کو جزا، یا سزا دینا انصاف سے بعید ہے۔ اسی لیے خدا صرف اپنے علمِ غیب کی بناء پر جزا، یا سزا نہیں دیتا۔ یہ بات خدا کے عدل کے خلاف ہے۔ خدا کے ہاں جزا، سزا عمل کی بنیاد پر ہوگی۔

*.... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

(۴) کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں، یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو کر نکل بھاگیں گے؟ بہت ہی غلط فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں

مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۵﴾

(۵) جو کوئی بھی اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے تو اس میں ہرگز کوئی شک ہی نہیں ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ملاقات) بس آیا ہی چاہتا ہے، اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

★ کفّار کو سخت تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اُن کے ظلم و ستم کی وجہ سے خدا کا عذاب اُن پر فوراً نہیں اُترا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا اُن کو سزا دینے پر قادر نہیں ہے۔ خدا فرما رہا ہے کہ: اُن کا یہ احمقانہ خیال کتنا بُرا ہے، حالانکہ خدا کی دی ہوئی مہلت خدا کی طرف سے امتحان ہے۔ دراصل اُن کو توبہ کرنے اور اصلاح کی مہلت ہے۔ جیسے وہ احمق یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا بے بس ہو چکا ہے۔ اس آیت کے مخاطب ظالم، حکراں، کافر، مشرک لوگ ہیں۔
...... (تفسیر نمونہ)

★ یَرْجُوْا۔ "رجا" کے معنی خوف اور اُمید دونوں کیے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس شخص

www.drhasanrizvi.com

کو اللہ سے ڈر ہے، یا اللہ کی بخشش و مہربانی کی توقع ہے تو وہ اعمالِ حسنہ کی بجاآوری میں کاہلی اور سستی نہ کرے، کیوں کہ " فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ " بہ تحقیق اللہ کی مقررہ اجل آنے والی ہے۔ یعنی موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے لیکن وہ وقت آئے گا ضرور۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

خوف و رجا معصوم کی نظر میں

★ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا: "جو شخص گناہ و شہوت کی طرف مائل ہو، اگر وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اُس کو ترک کر دے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے آتشِ دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔" ★ (روح الحیات ص ۲۳۸ ۔ علامہ مجلسی)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے اسحٰق! اللہ تعالیٰ سے اس طرح خوف زدہ رہنا چاہیے گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو؛ اگر تم اُس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تمھیں یہ گمان ہو جائے کہ وہ تمھیں نہیں دیکھ رہا ہے تو تم کافر ہو جاؤ گے، اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ وہ تمھیں ہر حال میں، ہر وقت دیکھتا ہے اور اس کے باوجود اُس کی حاضری اور موجودگی میں برابر گناہ پر گناہ کرتے رہو تو ایسا ہے گویا تم نے اُس کو تمام دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ کمزور اور کمتر سمجھ لیا۔ (کہ وہ اپنی کمزوری اور مجبوری کی بنا پر تم سے کسی گناہ کا کوئی مواخذہ نہیں کر سکتا۔)
★ ..... (روح الحیات ص ۲۳۷ علامہ مجلسی)

رجا " کے معنی ہیں رحمتِ خدا سے اُمید رکھنا۔ جو شخص دعوائے رجا کرے اور اعمالِ بد ترک نہ کرے وہ کاذب ترین انسان ہے۔ اُس کی مثال ایسی ہے کہ زمین میں تخم پاشی (بیج نہ بوئے) اور پھل کی اُمید رکھے۔ (روح الحیات ص ۲۳۷)

★ "لقاء" کے معنی اللہ سے ملاقات کا مطلب " ملاقاتِ حسّی، شعوری، باطنی ہے۔ کیوں کہ موت کے بعد یا قیامت کے دن انسان کی آنکھوں سے مادیات کے پردے اُٹھ جائیں گے اور انسان خدا کے جلووں کو دیکھے گا اور اُن حقائق کو بھی دیکھے گا جو غیر مادی ہیں۔" بعض مفسرین نے لقاء سے مراد ملائکہ سے ملاقات لی ہے ★ بعض نے حساب کتاب مراد لیا ہے ★ بعض نے خدا کا حکم مراد لیا ہے۔ اور بعض نے روزِ قیامت مراد لیا ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ جٰهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ (۶) اور جو شخص بھی جہاد کرے

لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ (یعنی) بھرپور کوشش اور نیکی کے لیے

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ جدّ و جہد کرے گا تو وہ اپنے

ہی فائدے کے لیے کرے گا (کیوں کہ) حقیقت یہ ہے کہ خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

جہاد کے معنی

جہاد کے لفظی معنی سخت بھرپور کوششوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے ہیں چاہے وہ مقابلہ ہماری بُری نفسانی خواہشوں کے ساتھ ہو یا کفّار و مشرکین و منافقین یا بُرے لوگوں سے ہو۔

اگر بُری نفسانی خواہشوں سے مقابلہ ہو، تو وہ جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔

ے بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا ؛ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

اگر یہ مقابلہ حق کے دشمنوں، اور بُرائی کی طاقتوں سے ہو تو یہ وہ جہاد ہے جو فقہ کی اصطلاح میں جہاد کہلاتا ہے۔ ٭ ... (فصل الخطاب)

٭ غرض بڑے جہاد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو، اپنے آپ کو ہر قسم کی حرام باتوں اور لذّتوں سے بچائے رکھنا۔

٭ ... (تفسیر صافی، تفسیر قمی)

جہادِ اکبر یعنی جہاد بالنّفس

فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے، جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے لشکرِ اسلام کو جہاد پر بھیجا جب لشکر اُس جہاد سے واپس آیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "مرحبا، تم لوگ جہادِ اصغر بجا لائے، ابھی جہادِ اکبر باقی ہے۔"

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! وہ جہادِ اکبر کونسا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "وہ جہادِ اکبر، جہاد بالنّفس ہے۔"

٭ ... (روح الحیات صفحہ ۲۵۳)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے ابوذرؓ! خدا نے کسی نبیؑ اور رسولؑ کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ بندوں کو ہدایت کرے امانت، دیانت، راستی و صداقت کی۔ اے ابوذرؓ! تم بندوں کی نماز، اور اُن کے رُکوع اور سجود پر نظر نہ کرو، اِس کے تو وہ عادی ہو گئے ہیں، اصل چیز اُن کا سلوک ہے۔ اگر وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں اور معاملات میں وہ صحیح ہیں تو بیشک وہ جنّت کے مستحق ہیں، ورنہ نہیں۔ جب ایک انسان کسی دوسرے انسان کے پاس امانت رکھتا ہے تو شیطان کو موقع ملتا ہے اور وہ طرح طرح سے بہکاتا ہے کہ یہ امانت اب واپس نہ ہو۔ اگر انسان اُس کے فریب میں نہ آئے تو یہ جہاد بالنّفس ہے جو جہاد بالسّیف سے بڑھ کر ہے۔

★..... (عین الحیٰوۃ فارسی؛ روح الحیات صـ ۳۵۳ علامہ مجلسیؒ)

★ جب خدا سے ملاقات یقینی ہے تو لازم ہے کہ ہر انسان اُس سے ملاقات کے کامیاب ہونے کے لیے کوشش کرے۔ اِسی کو جہاد فرمایا گیا ہے۔

جہاد سے اوّلین مراد تہذیبِ نفس ہے۔ کیوں کہ خدا کو ہماری کوئی حاجت نہیں۔ اِس لیے تقویٰ اور پاکیزگی یا اعلےٰ اخلاق اختیار کرنا خود انسان کے فائدے کے لیے ہے، خدا میں کوئی نقص یا کمی نہیں ہے جس کو ہم اپنی عبادت سے پورا کر سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ آیتؔ میں حکمِ جہاد سے مراد خدا کے دشمنوں سے جنگ کرنا، یا حق کے دشمنوں سے جنگ کرنا نہیں ہے، بلکہ یہاں پر لفظِ جہاد لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی پاکیزگی اختیار کرنا، اعلےٰ اخلاق و کردار پیدا کرنا، اور ہر قسم کی سختی خدا کی اطاعت میں برداشت کرنا۔ اِسی میں دشمنوں سے دفاع بھی شامل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جہاد کے تمام فائدے مجاہد ہی کو ملتے ہیں، دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور معاشرے کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جہاد کی توفیق پر خدا کا شکر بجالائے ★

www.drhasanrizvi.com

جہاد کی حقیقت (۱) ایمان لانا (۲) اعمالِ صالح انجام دینا۔

جہاد کا فائدہ خداوندِ تعالیٰ مجاہدین کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔

* آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم اُن لوگوں کو جو اچھے اعمال بجالاتے ہیں بہترین جزا دیتے ہیں"۔ یہ بتا رہا ہے کہ جہاد کا فائدہ خدا کو نہیں، بلکہ مجاہدین کو ملتا ہے۔

کیوں کہ خدا کسی چیز کی احتیاج نہیں رکھتا۔ * (تفسیر نمونہ)

جہاد یا مجاہدہ کے معنی، کسی مخالف طاقت کے مقابلے پر کوشش یا جدوجہد کرنے کے ہیں * ---- (امام راغب اصفہانی)

* جب کسی خاص مخالف طاقت کا نام نہ لیا جائے تو اُس کے معنی ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہتی کشمکش کے ہوتے ہیں۔ مومن کو جو دنیا میں کشمکش کرنی پڑتی ہے، وہی جہاد ہے۔

* مومن کو شیطان، اور شیطانی طاقتوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے، جو ہر آن اُس کو نیکی سے ڈراتا اور بُرائی کی لذتوں کی طرف بلاتا رہتا ہے۔

* مومن کو اپنے نفس سے بھی لڑنا پڑتا ہے، جو ہر وقت اُسے اپنا غلام بنانا چاہتا ہے — پھر
* مومن کو اپنے گھر کے افراد سے لیکر پوری دنیا کے تمام اُن انسانوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے جن کے نظریات اور اخلاقیات، اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ————— پھر
* مومن کو اُس حکومت سے بھی لڑنا ہوتا ہے جو خدا کے قانون سے آزاد ہو کر اپنی مرضی چلاتی ہے جسے قرآن نے طاغوت کہا ہے۔ پھر یہ مجاہدہ ایک یا دو دن کا نہیں، بلکہ زندگی کے ہر سانس کے ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔ پھر صرف کسی ایک میدان میں نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں یہ معرکہ گرم رہتا ہے۔ اِسی لیے حسنِ بصری نے کہا: "انسان زندگی بھر جہاد کرتا ہے چاہے وہ ایک دفعہ بھی تلوار نہ چلائے"۔ * ... (تفہیم القرآن) ۔۔ "مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۷﴾

اور جو لوگ اَبدی حقیقتوں کو دل سے مان کر ایمان لے آئیں گے اور (پھر) اچھے اچھے کام بھی کریں گے، تو ہم یقیناً اُن کی غلطیوں اور بُرائیوں کو اُن سے دور کردیں گے، اور اُن کو اُن کے کاموں کا بہت ہی اچھا بدلہ عطا کریں گے

ایمان اور اعمالِ صالح سے مراد

ایمان سے مراد اَبدی حقیقتوں کو دل سے مان لینا ہوتا ہے۔ یعنی وہ حقائق جن کو ماننے کی دعوت خدا، رسول اور قرآن نے دی، اور اعمالِ صالح سے مراد اللہ اور رسول خداؐ کی ہدایت کے مطابق اعمال بجالانا ہوتا ہے۔

★ "دل اور دماغ" کے اعمالِ صالح یہ ہیں کہ آدمی کی فکر اور ارادے پاک اور درست ہوں۔

★ زبان کا عملِ صالح یہ ہے کہ آدمی برائی کے لیے زبان نہ کھولے، اور جو بات کرے وہ سچ حق اور انصاف کی بات کرے۔

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں"۔ (الحدیث)

★ تمام اعضاء کا عملِ صالح یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اور تمام اعضاء، اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور فرماں برداری پر صرف ہوں، خدا کے قوانین پر کاربند ہوں۔

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "مومن بُری باتوں سے بچتا ہے، جب کوئی اچھی بات پاتا ہے تو اُسے چھوڑتا نہیں، سوائے حق اور صحیح بات کے بولتا نہیں"۔ (نہج البلاغہ)

www.drhasanrizvi.com

ایمان اور عملِ صالح کے ۲ دو نتائج

ایمان اور عملِ صالح کے ۲ دو نتائج یہ بیان کیے گئے ہیں کہ (۱) آدمی کی تمام برائیاں اُس سے دور کردی جائیں گی۔

(۲) اُس کے نیک اعمال سے کہیں زیادہ بہتر اُسے جزا دی جائے گی۔

★ برائیاں دور کرنے سے مراد (۱) ایمان لانے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔

(۲) ایمان لانے کے بعد اگر بشری کمزوری کی وجہ سے گناہ کیے ہوں گے تو اُس کے نیک اعمال کا لحاظ کر کے اُن سے بھی درگذر کیا جائے گا۔

(۳) ایمان اور عملِ صالح کی زندگی اختیار کرلینے کے بعد اُس کی اصلاح خود بخود ہوتی چلی جائے گی اور اُس کی کمزوریاں دور ہوتی چلی جائیں گی۔ جیسے روشنی کے پھیلنے سے اندھیرے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

★ خداوندِ عالم کا ارشاد فرمانا کہ "نیک عمل کی جزا عمل سے کہیں زیادہ بہتر دی جائے گی۔"

اِس کے ۲ دو مطلب ہیں۔

(۱) ہر آدمی کے سب سے اچھے اعمال کو سامنے رکھ کر اُس کو نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

(۲) دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اعمال کے لحاظ سے جتنی جزا کا وہ مستحق ہوگا اُس سے کہیں زیادہ بہتر جزا دی جائے گی۔

★ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ مثلاً: سورۃ القصص ۲۸ آیت ۸۴ میں فرمایا:

"جو شخص نیکی لے کر آئے گا اُس کو اُس سے بہتر اجر دیا جائے گا۔"

"سورۃ النساء آیت ۴۰ میں فرمایا:" بلاشبہ اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر نیکی ہو تو اُس کو کئی گنا بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے۔"

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ (۸) اور ہم نے انسان کو ہدایت
حُسْنًا ۖ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے
بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا ساتھ بھلائی کرتے ہوئے اچھا
تُطِعْهُمَا ۗ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ سلوک کرے۔ اور اگر وہ دونوں
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ تم سے اس بات پر جھگڑا کریں
کہ تم میرے ساتھ کسی اور کو میرا شریک ٹھہراؤ جس کے لیے تمہارے پاس
کوئی صحیح، علم تک نہیں ہے* تو اس بات میں تم اُن کا کہنا نہ مانو (کیونکہ
تم سب کے سب کو بالآخر میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ پھر میں تم کو
بتا دوں گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔

★ "جس کا تمھیں علم تک نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ جس بات کا تمھیں صحیح علم نہ ہو
اُس بات کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے۔ چاہے اُس کے غلط ہونے کا بھی پورا علم نہ ہو۔
★...... (تفسیر صافی صـ ۳۹۴)

شانِ نزول یہ آیت سعدؓ ابنِ ابی وقاص کے بارے میں نازل ہوئی۔
★...... (مسلم، ترمذی، احمد، ابوداؤد، نسائی)

★ اٹھارہ سال کی عمر میں سعد ابنِ ابی وقاص نے اسلام قبول کیا۔ جب اُن کی ماں کو

www.drhasanrizvi.com

معلوم ہوا تو اُس نے کہا: "جب تک تُو محمدؐ کا انکار نہ کرے گا میں نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی اور نہ سائے میں بیٹھوں گی، ماں کا حق ادا کرنا اللہ کا حکم ہے اگر تُو میری بات نہ مانے گا تو خدا کی بھی نافرمانی کرے گا۔"

حضرت سعدؓ سخت پریشان ہوئے اور رسولِ خداؐ سے آکر سارا معاملہ بیان کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے، اِن حالات سے دوسرے نوجوان مسلمان بھی گذر رہے ہوں۔ اسی لیے شاید سورۂ لقمان میں بھی یہی مضمون سختی سے دہرایا گیا ہے۔ ...... (تفسیر کبیر)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر مخلوقات میں سب سے بڑا حق ماں باپ کا ہے لیکن خدا کا حق سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ اگر ماں باپ، اولاد کو شرک پر مجبور کریں تو اُن کی بات کبھی قبول نہ کرنی چاہیئے۔ پھر کوئی اور کس شمار و قطار میں ہے۔ (تفسیر نمونہ)

پھر آیت کے الفاظ میں یہ زور بھی ہے کہ: "اگر تیرے ماں باپ تجھے مجبور کرنے کے لیے پورا زور بھی لگا دیں، تب بھی اُن کی یہ بات نہ مانو۔" یعنی کم درجے کا دباؤ تو کجا ہر دباؤ رد کر دینے کے قابل ہے۔ پھر خدا نے فرمایا: "جسے تُو میرے شریک کی حیثیت سے نہیں جانتا۔" یہ اِس لیے ہے کہ اِس فقرے میں ماں باپ کی بات نہ ماننے کی بھرپور دلیل دی گئی ہے۔

ماں باپ کا حق یہ ہے کہ اُن کی ضرورتیں پوری کرے۔ جائز باتوں پر اُن کی مکمل اطاعت کرے۔ مگر ماں باپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ انسان اپنے علم کے خلاف اُن کی اندھی تقلید کرے۔ یعنی یہ بات جائز نہیں کہ کوئی شخص صرف اِس لیے کوئی مذہب اختیار کیے رہے کہ اُس کے ماں باپ کا وہی مذہب تھا۔ اگر اولاد کو یہ علم ہو جائے کہ اُن کے ماں باپ کا مذہب غلط تھا، یا غلط ہے، تو اُس کو اُس مذہب کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کر لینا چاہیے۔ اور اُن کے دباؤ کو قطعاً رد کر دینا چاہیے۔ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ آیت کے آخری الفاظ | کہ: "تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔" بتاتے ہیں کہ دنیا میں اگر تم نے غلط باتوں میں ماں باپ کی اطاعت کی، تو بالآخر تم سب کو میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ تم کو بھی اور تمہارے ماں باپ کو بھی۔ پھر وہاں اگر ماں باپ نے غلط باتوں کا حکم دیا تھا تو اُن کو اُس کا جواب دینا ہوگا، اور اگر تم نے غلط باتوں کو مانا ہوگا تو تمہیں اُس کی سزا بھگتنی ہوگی۔ ★ .... (تفہیم القرآن)

قانونِ کلّی | یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ یہ فطری قانون ہے، یہ قانون صرف مومنین سے مخصوص نہیں ہے۔ ماں باپ کافر بھی ہوں (مومن نہ ہوں) تب بھی اُن کے ساتھ نیکی کرنا لازمی ہے۔ لیکن اگر والدین کفر یا شرک کا حکم دیں جبکہ ہم اُس شریک کو جانتے بھی نہ ہوں، تب والدین کی اطاعت نہیں کرنا چاہیئے۔

★ مطلب یہ نکلا کہ: ماں باپ سے جذباتی تعلق، خدا سے تعلق پر فوقیت حاصل نہ کرنے پائے۔

نتیجہ :

انسان جس چیز کا علم نہ رکھتا ہو اُس کی پیروی نہ کرے۔

(یعنی دین کو صرف اس لیے نہ مانے کہ ماں باپ اور اجداد کا یہی دین تھا۔ بلکہ دین کا علم حاصل کر کے اُس کی پیروی کرے۔: یہ اندھی تقلید کی نفی ہے۔

پھر سورۃ لقمان میں فرمایا: "اے بیٹے! تو شرک کے معاملے میں اُن کا کہنا نہ مان، پھر بھی دنیاوی معاملات میں اُن کے ساتھ نیکی اور مہربانی کا سلوک کرتا رہ۔" (سورۃ لقمان آیت ۱۵ پ ۲۱)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں۔" (الحدیث)

یہ حدیث ایک فارمولا یا قانون ہے۔

www.drhasanrizvi.com

★ پھر آخر میں خدا کا فرمانا کہ: "سب کو خدا کی طرف پلٹنا ہے" یہ بتا رہا ہے کہ جو لوگ شرک کی راہ اختیار کرتے ہیں اُن کا انجام نہایت بھیانک ہے۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

★ ایک شخص جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیے کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں"؟ فرمایا: "اپنی ماں کے ساتھ"۔ اُس نے دوبارہ دریافت کیا۔ "پھر اس کے بعد کس کے ساتھ نیکی کروں"؟ آپ نے فرمایا: "اپنی ماں کے ساتھ"۔ اُس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا: "اس کے بعد کس کے ساتھ نیکی کروں"؟ فرمایا: "اپنی ماں کے ساتھ"۔ جب چوتھی مرتبہ یہی سوال کیا تو آنحضرت نے فرمایا: "اپنے باپ کے ساتھ"۔

★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ آنحضرت نے فرمایا: "جنت ماں کے پیروں کے نیچے ہے۔" (یعنی ماں کی خدمت اور انکساری کرنے سے انسان جنت حاصل کر لیتا ہے۔) ★ .... تفسیر مجمع البیان)

★ **والدین کی اطاعت کی حد** یہ ہے کہ اگر وہ تجھ سے شرک کے خواہشمند ہوں اور تجھے مجبور کریں تو اس بارے میں اُن کی اطاعت ساقط ہے، اور اس معاملے میں اُن کی اطاعت حرام ہے۔ البتہ دنیاوی اُمور و احکامات میں اُن کی فرماں برداری واجب ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین نے فرمایا کہ: "میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: اَنَا وَعَلِیٌّ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ" (میں اور علی اس اُمت کے باپ ہیں) اور ہمارے حقوق اُن پر اُن کے نسبی والدین کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں۔ کیوں کہ اگر وہ ہماری اطاعت کریں گے تو ہم اُن کو دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا دیں گے اور اُن کی گردنوں سے غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیں گے۔"

★ ... (تفسیر برہان۔ تفسیر انوار النجف)

★ جناب خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ: "اس اُمت کے باپ محمدؐ اور علیؑ ہیں، جو اُن کی کجی کو درست کرتے ہیں اور اطاعت گذاروں کو عذابِ دائمی سے بچا کر جنت النعیم تک پہنچاتے ہیں"۔ (تفسیر برہان۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹

(۹) اور (اب) جنھوں نے اللہ اور رسول کو دل سے مانا ہوگا اور اچھے اچھے کام بھی کیے ہوں گے، اُن کو تو ہم لازمی طور پر نیک لوگوں میں شامل کریں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

(۱۰) اور انسانوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کو دل سے مان لیا ہے مگر اس کے بعد جب اللہ کی راہ میں اُسے کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی پہنچائی ہوئی مصیبتوں کو اللہ کی سزا جیسا سمجھتا ہے اب ایسے میں اگر اللہ کی مدد آجاتی ہے تو وہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ: "ہم تو تمہارے ہی ساتھی تھے"۔ کیا دنیا جہان والوں کے دلوں کا حال خوب اچھی طرح سے اللہ کو معلوم نہیں ؟

www.drhasanrizvi.com

اوّلین اور حقیقی معنی میں "صالحین"

یعنی نیک لوگ تو معصومین علیہم السّلام ہی ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ کوئی برا کام نہیں کرتے اور ہر کام خلوص اور نیک نیتی سے انجام دیتے ہیں۔ اب جو شخص جس حد تک ایمان اور اچھے عمل میں معصومین علیہم السّلام جیسا ہوگا، اُتنا ہی اُن لوگوں کے قریب ہوگا، اور اُن کے ساتھ محشور ہونے کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

*...... (فصل الخطاب)

منافقین کا ذکر

جو لوگ ایمان کا اظہار کرتے ہیں، مگر جب راہِ خدا میں سختیاں پیش آتی ہیں تو ایمان سے روگردانی کر لیتے ہیں، کیوں کہ اُنھوں نے خدا اور رسولؐ کو دل سے مانا ہی نہیں ہوتا۔ صرف زبان سے مانا ہوتا ہے، اِسی لیے مشکلات کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ مگر جب مسلمان کامیاب ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ہی ساتھ تھے۔ تو کیا خدا اُن کے دلوں سے واقف نہیں ہے؟ کیا خدا لوگوں کی نیتوں کو نہیں جانتا؟

(تفسیر نمونہ)

خداوندِ عالم کا ارشاد فرمانا

"اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ" سے مراد "اُوْذِیَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ" ہے یعنی: خدا کی راہ میں، خدا کا دین اختیار کرنے کی وجہ سے جب اُن کو تکلیفیں پہنچائی گئیں"۔ اِن تکلیفوں کو فتنہ (آزمائش) بھی کہا گیا ہے۔

نتیجہ

لفظ فتنہ سے ثابت ہوا کہ اہلِ ایمان کو ایمانداری کی راہ میں جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ خدا کا عذاب نہیں ہوتا، بلکہ خدا کا امتحان ہوتا ہے اور یہی امتحان اُن کے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ ہم عذاب اور امتحان میں فرق کریں۔ اور جب کافر یا حق دشمن ہمارے ایمان کی وجہ سے ہمیں ستائیں تو ہم اُن سختیوں کی وجہ سے حق کو نہ چھوڑ بھاگیں۔ کیوں کہ حق دشمنوں کی طرف سے ستایا جانا بھی خدا کے امتحان لینے کے پروگرام میں شامل ہے۔ ؎ گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود ٭ چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود

*...... (تفسیر نمونہ)

(۵۶)

www.drhasanrizvi.com

نتیجہ ۲
ایمان لانے والوں کی فتح اور کامیابی کا ذکر کر کے یہ اشارہ بھی دیدیا کہ آخری فتح اہلِ ایمان اور اہلِ حق کی ہوگی۔ * (مؤلف)

نتیجہ ۳
یہ بھی ثابت ہوگیا کہ منافق صرف وہ نہیں ہوتے جو دل میں ایمان نہیں رکھتے مگر وہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ وہ کمزور ایمان والے بھی منافق ہوتے ہیں جو ایمان کا اظہار تو کرتے ہیں، مگر مخالفین کے مظالم برداشت نہیں کرسکتے۔ (تفسیر کبیر)

نتیجہ ۴
خدا مومن اور منافق کو خوب پہچانتا ہے۔ اِس لیے یہ بہت بڑا دھوکہ ہے کہ منافق یہ سمجھ لیں کہ وہ خدا کو دھوکہ دے کر بچ کر نکل سکیں گے۔ کیوں کہ خدا تو منافقوں کی نیّتوں اور ارادوں کو خوب جانتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

نتیجہ ۵
منافقین میں کمزور ایمان والے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔

نتیجہ ۶
کوئی آدمی کسی دوسرے کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا، اِس لیے کہ خدا عادل ہے یہ دھوکا دینے کا طریقہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ آپ گناہ کرلیں، آپ کا گناہ میں اپنے اوپر لیتا ہوں۔ * .... (تفسیر نمونہ)

شانِ نزول
تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت عیاش ابنِ ربیعہ مخزومی کے حق میں اُتری، جو مکہ میں اسلام لایا اور قبیلہ کے خوف سے مدینہ ہجرت کر گیا۔ لیکن اِس کی والدہ اسماء بنتِ مخزومہ تمیمی نے قسم کھالی کہ جب تک میرا بیٹا واپس نہ آئے گا، نہ کھاؤں گی، نہ پیوں گی، نہ غسل کروں گی، نہ کمرے میں داخل ہوں گی۔ اِس کے دو بیٹے ابوجہل اور حارث، ہشام مخزومی سے تھے اور یہ دونوں عیاش کے مادری بھائی تھے انھوں نے جب اپنی ماں کی یہ حالت دیکھی تو اپنے بھائی کو واپس لانے کے لیے مدینہ پہنچے اور عیاش کو ماں کا سارا حال کہہ سنایا اور عیاش کو رضامند کرلیا، بشرطیکہ وہ اُس کو اسلام سے منحرف نہیں کریں گے۔ اُس کی ماں تین دن سے زیادہ بھوک ہڑتال کو جاری نہ رکھ سکی۔ جب مدینے سے کچھ فاصلے پر پہونچے تو

www.drhasanrizvi.com

دونوں مشرک بھائیوں نے عیاش کو باندھ کر سو سو تازیانے لگائے۔ عیاش نے مار پیٹ سے گھبرا کر اسلام ترک کرنے اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اُس نے تقیہ کے طور پر ایسا نہیں کیا بلکہ حقیقتاً اسلام سے بیزاری کا اعلان کیا۔ اسی وجہ سے اِس آیت میں اُس کی مذمت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں تقیہ کرنے والے لوگوں کے لیے استثناء موجود ہے: اِلَّآ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً یعنی خوفِ مشرکین و کفار کی وجہ سے (سورۂ آلِ عمران آیت ۲۸ پ ۳) زبان سے بیزاری کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ عمارؓ کے بارے میں حدیث میں وارد ہوا ہے۔*

بہرکیف عیاش پر ظلم ڈھانے میں حارث بہت سخت اور سنگدل ثابت ہوا۔ پس عیاش نے قسم کھائی کہ حرم سے باہر جہاں بھی موقع ملے گا میں حارث کو قتل کر دوں گا۔

غرض آنحضرتؐ نے جب مدینہ ہجرت فرمائی تو عیاش نے بھی ہجرت کی اور دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حارث بھی مسلمان ہو کر ہجرت کر گیا۔ عیاش کو اِس بات کا علم نہ ہو سکا۔ اور حارث کو مقامِ قبا پر عیاش نے قتل کر دیا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ میں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، تو بہت نادم ہوا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا تو آیت اُتری جس کا مطلب یہ ہے کہ "مومن کے لیے مومن کا قتل کر دینا جائز نہیں، مگر یہ کہ خطا سے ہو جائے۔" (سورۃ النساء آیت ۹۲ پ ۵)

فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰهِ (پس جب اُن کو اللہ کی راہ میں ستایا گیا)، یعنی ایسے لوگ جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوتا، مخالف ہوا کے تیز و تند جھونکے نرم کونپل کی طرح اُن کو راہِ حق سے موڑ دیتے ہیں، اور جن کے ایمان راسخ، مضبوط اور پختہ ہوتے ہیں، وہ پتھر کی مضبوط چٹان اور کوہِ گراں کی طرح ہر تیز و تند ہواؤں جھکڑوں کا رُخ موڑ دیتے ہیں اور خود اپنی جگہ سے سرمو بھی نہیں ہلتے۔ اور متزلزل ایمان والے لوگ دین کے دشمنوں کی اذیتوں کو عذابِ خداوندی کی مثل سمجھتے ہیں، اور یہ لوگ اُن دنیاوی اذیتوں سے بچنے کے لیے دینِ حق کو چھوڑ دینے میں اپنی بھلائی سمجھتے ہیں، حالانکہ دنیاوی تکالیف عارضی اور آخرت کا عذاب حق دشمنوں اور حق سے منہ موڑنے والوں کے لیے دائمی ہوتا ہے۔ پس غور و فکر کا مقام ہے

* (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ (۱۱) اور اللہ تو لازمی طور پر یہ معلوم
اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ کرکے ہی رہے گا کہ خدا اور رسولؐ کو
دل سے ماننے والے مومن کون ہیں؟ اور منافق
(ایمان کے جھوٹے دعویدار) کون ہیں۔؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ (۱۲) اور یہ کافر حق کے منکر ایمان
اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ لانے والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے
خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ طریقے کی پیروی کرو، ہم تمہاری
مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ خطاؤں اور گناہوں کو اپنے اوپر
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ اٹھالیں گے۔ حالاں کہ وہ اُن کی خطاؤں
کا ذرا سا حصّہ بھی اپنے اوپر لادنے والے
نہیں ہیں حقیقتاً وہ بالکل جھوٹے ہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا (۱۳) اور یہ حقیقت ہے کہ وہ (خود) اپنے
مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ گناہوں کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے

www.drhasanrizvi.com

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۱۳

بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی اُٹھائیں گے۔ (کیوں کہ اُنھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا تھا، اِس لیے اُن کے گناہوں کا بوجھ بھی اُن کو اُٹھانا پڑے گا) اور اُن سے قیامت کے دن (بڑی سخت) بازپرس حساب کتاب اور پوچھ گچھ ہوگی، اُن (غلط جھوٹی) باتوں پر جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

آیت ۱۲ کی تشریح : کافروں کے کہنے کا اصل مطلب یہ تھا کہ (۱) اول تو موت کے بعد کی زندگی، اور حساب کتاب کے افسانے سب ڈھکوسلے ہیں۔

(۲) لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہے اور حساب کتاب نام کی کوئی چیز ہے تو ہم ذمہ لیتے ہیں کہ خدا کے سامنے تمھارا سارا عذاب اور سزا ہم اپنی گردن پر لے لیں گے۔ لہٰذا اے نومسلمو! تم ہماری اِس ذمے داری لینے کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ دو اور اپنے پرانے آبائی دین کی طرف واپس آجاؤ۔

جواب (۱) اول تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ خدا کے سامنے کوئی شخص یہ بک سکے کہ میں فلاں کی ذمے داری لیتا ہوں۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا ایسا کرنے کی ہرگز اجازت دینے والا نہیں ہے (اِس لیے کہ یہ بات خدا کے عدل کے خلاف ہے) کیوں کہ ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمے دار ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ جب کافروں کے سامنے دہکتی بھڑکتی چنگھاڑتی جہنم کی آگ آئے گی تو کس کی مجال ہوگی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ میں فلاں کافر کا عذاب برداشت کرنے کو تیار ہوں کیوں کہ اُس شخص نے میرے کہنے کی وجہ سے کفر اختیار کیا تھا اِس لیے اے خدا اُسے جنّت میں بھیج دیجیے اور میں اپنی اور اُس کی سزا برداشت کروں گا۔

...... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۳ کی تشریح: خدا نے یہ فرمایا کہ " وہ گمراہ کرنے والے لوگ اپنا بوجھ تو اٹھائیں گے ہی مگر ساتھ ساتھ دوہرا بوجھ اٹھانے سے بھی نہ بچ سکیں گے۔ ایک بوجھ تو خود اُن کی اپنی گمراہی کا ہوگا اور دوسرا بوجھ دوسروں کو گمراہ کرنے کا بھی اُن پر لادا جائے گا۔ جیسے کوئی چور اگر کسی دوسرے کو بھی چوری پر اُکسائے تو وہ اپنی چوری کی سزا بھی پائے گا، اور دوسرے کو چور بنانے کی سزا بھی پائے گا۔ قرآن میں اسی قاعدے کو سورۃ النحل میں اس طرح بھی فرمایا:

" لِيَحْمِلُوٓا۟ أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ ٱلَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ "

(سورۃ النحل آیت ۲۵ پ ۱۴) (تفسیر نمونہ)

یعنی: " تاکہ قیامت کے دن وہ (گمراہ کرنے والے) اپنے بوجھ بھی پورے پورے اُٹھائیں، اور اُن لوگوں کے بوجھوں کا بھی حصہ آپ ہی اُٹھائیں جن کو وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔"

* اسی قاعدے کو جناب رسولِ خداؐ نے یوں بیان فرمایا ہے:

" جس شخص نے سیدھے راستے کی طرف بلایا اُس کو اُن سب لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنھوں نے اُس کے بلانے پر سیدھا راستہ اختیار کیا، بغیر اس کے کہ اُن کے اجر میں کوئی کمی ہو۔ اور جس شخص نے گمراہیوں کی طرف بلایا، اُس پر اُن لوگوں کے برابر گناہ ہوگا جنھوں نے اُس کی پیروی کی ہوگی، بغیر اِس کے کہ اُن کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔"

..... * (صحیح مسلم)

★ جو لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، اگرچہ گناہوں کی سزا تو ہر ایک کو الگ الگ ملے گی لیکن گمراہ کرنے والوں کی سزائیں دوگنی ہو جائیں گی۔ کیوں کہ ایک سزا تو اُن کے اپنے گناہوں کی ہوگی اور دوسری سزا اِس بات کی ہوگی کہ انھوں نے دوسروں کو (راہِ راست سے ہٹا کر) گمراہ کیا، اور پھر جس قدر اُس گناہ کا دائرہ وسیع ہوگا اُسی قدر اُن کے عذاب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہی حال نیکی کی جزاء کا ہوگا۔

* ---- (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی (۱۴) اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی
قَوۡمِہٖ فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ طرف بھیجا، تو وہ اُن میں پچاس کم
سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ ایک ہزار برس رہے۔ آخر کار اُس قوم
فَاَخَذَہُمُ الطُّوۡفَانُ وَ ہُمۡ کو طوفان نے آن پکڑا، اِس حالت
ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ میں کہ وہ ظالم اور گنہگار تھے۔

فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَۃِ (۱۵) پس ہم نے نوحؑ کو اور (اُن کی)
وَ جَعَلۡنٰہَاۤ اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ کشتی والوں کو تو بچا لیا اور اُس
قوم کو (بُری طرح ڈبو کر) دنیا جہان والوں کے لیے ایک نشانِ عبرت بنا دیا۔

حضرت نوحؑ کی نافرمان قوم کی تباہی اور فرماں برداروں کی نجات کا ذکر

گذشتہ آیتوں میں افراد کا ذکر تھا اب قوموں کے امتحان کا ذکر ہے سب سے پہلے حضرت نوحؑ کا ذکر ہے۔ صرف وہی حصہ بیان ہوا ہے جو اُس وقت کے ابتدائی لوگوں سے متعلق تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم کی تباہی، اور اُن کے فرماں بردار ساتھیوں کی نجات کو بیان فرمایا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اے مسلمانو! دیکھو کہ نوحؑ نے ۹۵۰ سال تک اپنی قوم کو

www.drhasanrizvi.com

اللہ کا پیغام پہنچایا، اُن کو نافرمانی کے انجام سے ڈرایا، اور قوم کی نافرمانی اور ایذا رسانیوں پر صبر کیا، اور فرماں بردار ساتھیوں کو نجات دلائی۔

نتائج (۱) حضرت نوحؑ نے ۹۵۰ سال تک تبلیغ کی مگر چند لوگ ایمان لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی یا ہادی کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر نہیں ہوتا کہ کتنے لوگوں نے اُن کو مانا۔

(۲) جناب رسولِ خداؐ کو تسکین دی جارہی ہے کہ نوحؑ کا صبر ملاحظہ فرمائیں اور اُن کی طرح صبر فرمائیں۔

(۳) ظالموں کا انجام تباہی ہوتا ہے۔ (۴) فرماں برداروں کا انجام نجات ہوتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ حضرت نوحؑ کا واقعہ

تفسیر بُرہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دو ہزار پانچسو برس زندہ رہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے آکر بتایا کہ آپؑ کی زندگی ختم ہوچکی ہے پس اسم اکبر، میراثِ علم و دیگر آثارِ نبوت جو آپؑ کے پاس ہیں وہ اپنے فرزند سامؑ کے سپرد فرمادیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ میں زمین کو ایسے عالم کے بغیر نہیں چھوڑتا جس کے ذریعہ سے میری معرفت ہو، میرے احکام لوگوں تک پہنچیں، اور وہی عالم ایک نبیؑ سے دوسرے نبیؑ کی آمد تک لوگوں کے لیے باعثِ نجات ہوتا ہے، اور میں لوگوں کو بغیر اپنی حجت کے نہیں چھوڑتا جو میری طرف دعوت دے اور میرے احکام کی تبلیغ کرے اور میرے امر کو جاننے والا ہو میں نے ضروری قرار دیا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہو جو نیک بختوں کے لیے باعثِ ہدایت اور بد بختوں کے اوپر اتمامِ حجت کا باعث ہو۔ پس حضرت نوحؑ بموجب فرمانِ پروردگارِ عالم حضرت سامؑ کو اپنا وصی قرار دیا، اور حامؑ و یافثؑ محروم رہے۔ اور اپنی اولاد کو ہودؑ کی خوشخبری دی کہ جب وہ آئیں تو تم اُن کی اتباع و پیروی کرنا۔ (الخبر) (تفسیر انوار النجف)

★ بروایت ابن بابویہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نوحؑ نے ۸۵۰ برس تبلیغ نبوت سے پہلے گذارے اور ۹۵۰ برس تک تبلیغ کی۔ پھر ۲۰۰ برس کشتی بنانے میں صرف ہوئے اور ۵۰۰ برس بعد میں زندہ رہے۔ کل ۲۵۰۰ برس آپؑ کی عمر رہی۔

..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر بائیبل کے لحاظ سے یہ ہے کہ "حضرت نوحؑ چھ سو برس کے تھے جب طوفان آیا، اور پھر ساڑھے تین سو سال زندہ رہے۔
★ ...... (پیدائش باب آیت)

★ مگر قرآن کے بیان کے مطابق حضرت نوحؑ کی عمر کم سے کم ایک ہزار سال ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ ۹۵۰ سال تو وہ مدت ہے جب نبوت کا کام سنبھالنے کے بعد دین کی تبلیغ پر صرف کی۔ ★ (تفسیر کبیر)

★ آیت ۱۵ کی تشریح: حضرت نوحؑ کی کشتی اپنے نجات دینے کے کام کے لحاظ سے بھی خدا کی نشانی ہے۔ کیوں کہ اس کے ذریعے سے خدا نے مومنین کو اپنے عذاب سے بچالیا تھا۔ اور آج اُس کشتی کا باقی رہنا بھی خدا کی نشانی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ ★ .... (تفسیر ماجدی)

★ محققین نے لکھا کہ نوحؑ کی کشتی کی حقیقی تفسیر اور معنی جناب رسولِ خداؐ نے اپنے اہلِ بیتؑ کو قرار دیا ہے۔ کیوں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ جیسی ہے۔" ★ (الحدیث۔ از صواعقِ محرقہ، ینابیع المودۃ، اصولِ کافی وغیرہ)

★ اس سے ثابت ہوا کہ آج کشتیٔ نوحؑ حضرت رسولِ خداؐ کے اہلِ بیتؑ یعنی ائمۂ آلِ محمدؑ ہیں۔ وہ خدا کی عظیم ترین نشانیاں ہیں۔ کیوں کہ اُن حضرات کے ارشادات کے سبب سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے (۲) خدا کی اطاعت کی جاتی ہے۔ (۳) خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ (۴) اُن حضرات کا ایک فرد آخری زمانے تک باقی رہنا۔ یعنی امام مہدیؑ۔ خدا کی بہت ہی عظیم نشانی ہیں جن کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو خدا کی نشانیوں کو رد کرنے کا عادی مجرم ہو۔ ★ .... (فصل الخطاب)

عبرت و نشانی

سورۃ القمر میں ارشاد ہوا: "اور ہم نے نوحؑ کو ایک تختوں والی اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا، جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی، یہ اُس شخص کی جزا تھی جس کی قدر نہ کی گئی تھی۔ اور یقیناً ہم نے اُس (کشتی) کو ایک نشانی بنا کر چھوڑا پس ہے کوئی سبق حاصل کرنے والا؟"
★ ..... (سورۃ القمر ۵۴ آیت ۱۳-۱۴-۱۵۔ پارہ ۲۷)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ (۱۶) اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور پھر ہم نے ابراہیم کو بھیجا، جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ کی بندگی کرو اور اُس کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے اُس کے غصّے سے بچو، یہی تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ (۱۷) اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

تم جنھیں اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہو وہ صرف (بے جان) بت ہیں اور تم ہو کہ اُن کے لیے جھوٹ گھڑتے چلے جارہے ہو۔ درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو وہ تمھیں کوئی رزق یا روزی دینے کی قدرت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ ہی سے رزق مانگو اور اُسی کی بندگی کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو، اور اُسی کی طرف تم کو پلٹ کر جانا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

حضرت ابراہیمؑ کے دلائل

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی دلیل یہ تھی کہ :
(۱) معبود یا خدا سمجھنے کے لیے کم سے کم یہ بات ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ ذات اپنے اندر معبودیّت کی شان تو رکھتی ہو۔ یعنی وہ آدمی کا خالق ہو۔ (۲) اور اپنے اندر اپنے باقی رہنے کی صلاحیّت رکھتا ہو کہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ (۳) تیسری بات یہ ہوسکتی ہے کہ وہ ذات ہماری پرورش کا سامان کرتی ہو۔ یعنی رزق دیتی ہو۔ (۴) چوتھی بات یہ ہوسکتی ہے کہ آدمی کا مستقبل اُسی کے ہاتھ میں ہو' اور آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ ناراض ہو جائے گا تو وہ مجھ کو برباد کردے گا۔

اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ان چاروں دلیلوں میں سے کوئی ایک دلیل بھی بتوں کو خدا یا معبود ثابت نہیں کرتی ، بلکہ ہر دلیل خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ "یہ صرف بُت ہیں۔" گویا ان میں خدائی کی کوئی بھی شان باں نہیں ہے۔ یہ صرف کاٹھ کے اُلّو کی طرح (پتھر ہی) ہیں - اور کچھ نہیں۔

(۲) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ : "ان بتوں کے خالق تو تم ہو" یہ بتادیا کہ یہ تمھارے خالق نہیں ہیں"۔ (۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ : "یہ بُت تمھیں کوئی رزق نہیں دے سکتے۔ یہ رازق نہیں ہیں"

(۴) آخری بات یہ فرمائی کہ: "تم کو پلٹنا تو خدا ہی کی طرف ہے ، نہ کہ بتوں کی طرف۔ اس لیے تمھارا انجام اور تمھاری عاقبت بنانا' بگاڑنا بھی ان بتوں کے ہاتھ میں نہیں ، صرف اور صرف خدائے واحد کے اختیار میں ہے۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک کی جڑ بنیاد سے لے کر اُس کی پوری عمارت کو منہدم اور تہس نہس کر ڈالا۔

★ ...... (تفہیم القرآن)

★ یہاں توحید اور تقویٰ کی دعوت حضرت ابراہیمؑ کی زبانی دی جارہی ہے۔ توحید کا تعلق عقیدہ سے ہے اور تقویٰ کا تعلق عمل سے ہے۔

★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱

(۱۸) اور (اب اِس کے باوجود بھی) اگر تم جھٹلاتے ہو، تو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں (ایسے ٹھوس حقائق کو) جھٹلا چکی ہیں۔ اور ہمارے رسولؐ پر تو صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲

(۱۹) کیا اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح مخلوق کے پیدا کرنے کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اُس کو دہرائے گا بھی۔ حقیقتاً یہ بات خدا کے لیے بہت ہی آسان ہے۔

آیت ۱۸ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! حقیقتوں کو جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ کوئی تمہارا کمال نہیں ہے۔ تاریخ میں پہلے بھی بہت سے انبیاء کرامؑ کو جھٹلانے کا ذکر موجود ہے۔ جیسے حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ وغیرہ بھی یہی تعلیمات لے کر آچکے ہیں، اور اُن کی قوموں نے بھی اُنھیں جھٹلایا تھا۔ جیسے تم مجھے جھٹلا رہے ہو۔ اب تم خود ہی دیکھ لو کہ انبیاء کو جھٹلانے کا انجام تباہی و بربادی ہی ہے۔

(تفہیم القرآن) ------*

www.drhasanrizvi.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (۲۰) اُن سے کہدیجیے کہ زمین پر چل پھر کر
فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ دیکھو کہ اللہ نے کس کس طرح خلقت
ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ کی ابتدا کی ہے ۔ پھر (اسی طرح) اللہ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ (اُن کو) دوسری زندگی بخشے گا (کیوں کہ)
قَدِيْرٌ ۚ؀۲۰ یہ حقیقت ہے کہ اللہ ہر چیز پر پوری پوری
قدرت رکھتا ہے ۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْحَمُ (۲۱) وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے
مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ؀۲۱ اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے
اور تمھیں اُسی کی طرف پلٹ کر واپس جانا ہے

آیت ۲۰ کی تشریح : مشرکین کی دو قسم کی گمراہیاں ہیں جن میں وہ مبتلا تھے ۔ ایک شرک اور بت پرستی دوسرے انکارِ آخرت ۔ پہلی گمراہی کی رد تو حضرت ابراہیمؑ کی تقریر میں آچکی ہے جو بیان کی جا چکی ہے ۔ اب رہی دوسری گمراہی ، اُس کی رد خداوند فرمارہا ہے کہ : "تم دیکھو کہ بیشمار نئی نئی اشیاء ہم عدم سے وجود میں لارہے ہیں ۔ دوسری طرف جو چیز فنا ہوتی ہے ہم ویسی ہی دوسری چیزیں پیدا کیے چلے جارہے ہیں ۔ مشرکین یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب چیزیں خدا کی خلق و ایجاد کا نتیجہ ہیں ۔ اُن کو خدا کے خالق ہونے سے

www.drhasanrizvi.com

انکار نہ تھا جس طرح آج کے مشرکین کو بھی خدا کے خالق ہونے سے انکار نہیں ہے۔ اسی لیے اُن کی مانی ہوئی بات پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ جو خدا تمھارے نزدیک اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، پھر ایک ہی دفعہ پیدا کر کے نہیں رہ جاتا، بلکہ تمھاری آنکھوں کے سامنے مٹ جانے والی چیزوں کی جگہ ویسی ہی دوسری اشیاء پے در پے پیدا کیے، چلا جا رہا ہے، اُس کے بارے میں آخر تم نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ وہ تمھارے مرجانے کے بعد تمھیں دوبارہ زندہ نہیں کر سکے گا۔؟ * ..... (تفہیم القرآن)

تفسیر صوفیانہ اہلِ طریقت اور عرفاءِ عظام نے اسی لیے سیاحی کی راہ اختیار کی، تاکہ وہ گھوم پھر کر خدا کی تخلیقات کا مشاہدہ فرمائیں، لوگوں کے حالات دیکھ دیکھ کر عبرتیں حاصل کریں۔ اُن کی خدمت اور ہدایت کے کام کو انجام دے کر سب سے بڑی عبادت انجام دیں۔ یہ اسی آیت کا دیا ہوا سبق ہے۔ * ...... (مرشد تھانوی)

آیت ۲۱ کی تشریح: رحمت اور عذاب کا مسئلہ

"خدا جس کو لائقِ رحمت سمجھے گا، اُس پر رحم فرمائے گا۔ اور جسے لائقِ سزا سمجھے گا اُسے سزا دے گا۔ اور تم سب کو خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے"۔

اگرچہ خدا کی رحمت خدا کے غضب پر حاوی ہے پھر بھی یہاں پہلے خدا کے عذاب کا ذکر ہے رحمت کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ یہ بات ڈرانے اور چونکانے، اور تنبیہ کرنے کے لیے ہے۔ اور ڈرانے کے موقع پر یہی طریقۂ کار مناسب ہوتا ہے۔

* **اب خدا کا فرمانا:** "مَن یَّشَآءُ" "جس کو وہ چاہے گا" اس سے مراد خدا کی مشیت ہے اور خدا کی مشیت ہمیشہ اُس کی حکمت کے تابع ہوتی ہے۔ یعنی وہ جسے مستحقِ عذاب یا مستحقِ ثواب یا مستحقِ رحمت سمجھے گا، ویسا ہی سلوک کرے گا۔ کیونکہ خدا کی مشیت اندھی نہیں ہوتی۔ (تفسیر نمونہ)

* لفظ "تُقْلَبُوْنَ" کا مادہ "قلب" ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کی صورت بدل دینا ہوتا ہے کیونکہ روزِ قیامت انسان کا باطن ظاہر ہو جائے گا، اور اُس کے تمام بھید آشکار ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ * ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى (۲۲) اور تم نہ تو زمین میں اللہ کے قابو
الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ‌ۚ سے باہر ہو سکتے ہو اور نہ آسمان میں،
وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارا نہ کوئی سرپرست
مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۲۲ ع ہے اور نہ کوئی مددگار ہے۔

★ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم خدا کی حکومت سے باہر نکل جاؤ گے اور اُس کا ہاتھ تمہارا گریبان نہ پکڑے گا اور تم اُس کی طاقت کو باطل کر دو گے، تو تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کیوں کہ تم خدا کے ارادے پر غالب نہ آسکو گے۔ (تفسیر ماجدی - تفسیر کبیر)

★ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا کے مقابلے پر کوئی اور تمہارا سرپرست تمہاری مدد کرے گا تو یہ بھی محض تمہاری غلط فہمی ہے کیوں کہ خدا کے سوا تمہارا کوئی سرپرست اور مددگار ہے ہی نہیں۔

★ تمہیں خدا کی سزا سے صرف اُسی وقت نجات مل سکتی ہے جب تم خدا کی حکومت سے باہر نکل جاؤ مگر تم کسی طرح بھی اُس کی حکومت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اِس لیے کہ ہر جگہ اُسی کی حکومت ہے۔ اسی لیے اُس کے مقابلے پر کوئی تمہاری مدد بھی نہیں کر سکتا۔ ★ .... (تفسیر نمونہ)

★ سورۃ الرحمٰن " میں ارشاد فرمایا: " اے گروہِ جن و انس اگر تم میں قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے (ہو کر کہیں) نکل کر (موت یا عذاب سے بھاگ سکو گے تو بھاگ کر نکل جاؤ، مگر تم بغیر قوت و غلبے کے نکل ہی نہیں سکتے (حالاں کہ نہ تمہارے پاس قوت ہے نہ غلبہ) ★ ... (سورۃ رحمٰن آیت ۳۳ پارہ ۲۷)

★ حاصل مطلب یہ ہے کہ: خدا کی سزا اور ناراضگی سے بچنے کا طریقہ صرف اور صرف یہی ہے کہ (۱) اُس سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے (۲) اور اُس کی اطاعت والی زندگی اختیار کر لی جائے۔ اس کے سوا راہِ نجات نہیں ہے۔ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۳﴾	(۲۳) غرض جن لوگوں نے اللہ کی باتوں، دلیلوں، حقیقتوں اور نشانیوں کا اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا، وہی وہ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہو گئے اُن کے لیے بڑی سخت تکلیف دینے والی سزا (بالکل تیار) ہے۔

رحمتِ خدا سے مایوسی کفر ہے

امام راغب نے لکھا کہ: "یہاں خدا نے عذاب کو تو اپنی طرف نہ نسبت دی، بلکہ اپنی رحمت کو "اپنی رحمت" (رَحْمَتِي) فرمایا۔ یعنی رحمت کو اپنی طرف نسبت دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی رحمت یقیناً اُس کے عذاب اور سزا پر غالب رہے گی۔ یہ رحمتِ خداوندی کے غالب رہنے کی واضح دلیل ہے۔" ★ ۔۔۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

★ خود قرآن میں فرمایا: "میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔" (القرآن)

★ حضرت امام زین العابدین عؑ نے فرمایا: "مالک! میرے گناہ کتنے بھی وسیع کیوں نہ ہوں، تیری رحمت سے وسیع نہیں ہو سکتے۔" ★ ۔۔۔۔ (صحیفۂ کاملۂ سجادیہ)

★ اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "جو میری رحمت سے مایوس ہو گئے۔" مطلب یہ ہے کہ جو خدا سے ملاقات کے انکاری ہیں وہ اسی لائق ہیں کہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ کیوں کہ خدا کی اصل رحمتیں تو اُس کی ملاقات پر ملیں گی۔ ★ ۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "خدا سے ملاقات کے منکر خدا کی رحمتوں کے مستحق نہیں ہو سکتے" ★ ۔۔۔۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ (۲۴) مگر اُن کی قوم کا جواب اِس کے

اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ سوا اور کچھ نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ "اِسے قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو" تو اللہ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ نے اُنھیں آگ سے بچالیا۔ حقیقت

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ یہ ہے کہ اِس (واقعے) میں اُن لوگوں

کے لیے دلیلیں اور نشانیاں ہیں جو اَبدی حقیقتوں کو دل سے ماننے

کے لیے تیار ہوں۔

---

* حضرت ابراہیمؑ کے اِس قصے میں اہلِ ایمان کے لیے نشانیاں ہیں: (۱) یہ کہ آگ کا اثر حضرت ابراہیمؑ پر نہ ہوا۔ (۲) آگ باغ میں تبدیل ہوگئی۔ (۳) اتنی طاقتور قوم ایک شخص حضرت ابراہیمؑ کے سامنے بے بس ہوکر رہ گئی۔ (۴) اتنے بڑے اور واضح معجزے کا بھی اُن حق دشمنوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ بھی خدا کی ایک نشانی ہے کہ انسان جب حق دشمنی پر اُتر آئے تو وہ کس قدر عقل سے اندھا ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس کی توفیقات خدا سلب کرلیتا ہے اُس کی حق دشمنی کے سبب سے۔ * ... (تفسیر نمونہ)

(۵) حضرت ابراہیمؑ آگ میں پھینکے جانے کے بعد بھی حق کی ترویج کرتے رہے، بلکہ آپ نے اپنا کام اور زیادہ تیزی سے جاری کر دیا۔ یعنی: ؎ "چشمہ رہِ دشوار میں ہوتا ہے رواں اور۔"

* روایت میں ہے کہ جس رسّی سے حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ پیر باندھ کر آگ میں پھینکا گیا تھا، صرف وہ رسّی جل گئی لیکن حضرت ابراہیمؑ کے لیے وہ آگ گلزار بن گئی۔ * ... (تفسیر روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

حضرت ابراہیمؑ کے معقول ترین دلائل کا کوئی جواب اُن کی قوم کے پاس نہ تھا۔ مگر یہ کہ بس کاٹ دو ان کی حق گو زبان کو، اور اس شخص کو ہرگز زندہ نہ رہنے دو جو ہماری غلطیاں ہمیں بتاتا ہے اور ہمیں اُن کاموں سے روکتا ہے جو ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ ایسے آدمی کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا ڈالو یا جلا ڈالو اسے آگ میں۔" اُن کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ پورے مجمع کے پاس حضرت ابراہیمؑ کے دلائل کا جواب تھا۔

★ خدا کا یہ فرمانا کہ "ابراہیمؑ کے واقعے میں اہلِ ایمان کے لیے حق کی نشانیاں اور دلیلیں ہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: (۱) حضرت ابراہیمؑ نے خاندان، قوم، ملک کے مذاہب کی پیروی نہ کی، بلکہ حق کی پیروی کی۔ (۲) اُنھوں نے قوم کی حق دشمنی کے باوجود اُن کو حق کی طرف بلایا۔ (۳) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے ظلم کو برداشت کیا، مگر حق وصداقت سے منھ نہ موڑا۔ (۴) خدا نے حضرت ابراہیمؑ تک کو امتحان لینے سے نہ چھوڑا۔ (۵) جب حضرت ابراہیمؑ خدا کے لیے ہوئے امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذر گئے، تب کہیں اللہ کی مدد اُن کے لیے آئی، اور ایسے معجزانہ انداز سے آئی کہ آگ، گلزار بن کر ٹھنڈی ہو گئی۔

★...... (تفہیم القرآن)

★ حضرت ابراہیمؑ کیا ہر نبیؑ اور ہادیٔ برحق کے ساتھ اُن کی قوموں نے ایسا ہی ظلم وستم روا رکھا ہے۔ امیرِ شام نے خلیفۂ وقت حضرت امام علیؑ کے متعلق یا بنی اُمیہ نے آلِ محمدؐ کے متعلق کس بات کی کمی چھوڑی ہے اور آج تک آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کے خلاف کیا کچھ نہیں کیا جا رہا ہے۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے نقشِ قدم پر چلنے والے، آلِ محمدؐ کی اولادوں اور اُن کے ماننے والوں پر ظلم وستم کرنے میں کیا کمی چھوڑ رہے ہیں۔؟

بہر کیف حق کے داعیان کے خلاف نظریاتی جنگ کا سلسلہ ہر دور میں رہا ہے۔ لہٰذا توحید کے مبلغین اور اسلام کی حقیقی تبلیغ کرنے والوں کو اپنے قائدین کی سیرت پر چلنے اور جہّال کی ہاؤ ہو سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیے۔ حضرت ابراہیمؑ کے خلاف جب اُس دور کی عدالت کے ذریعے سزائے موت سنائی گئی کہ یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ تاکہ حکومت کا خوف لوگوں کے دلوں پر بیٹھا رہے اور کوئی ایسی جرأت نہ کرے

★...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ (۲۵)	اور (ابراہیمؑ نے یہ بھی) کہا کہ: "تم
دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا مَّوَدَّۃَ	نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ
بَیْنِکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا	کر بتوں کو اپنے درمیان محبت کا
ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُ	ذریعہ بنا لیا ہے (یعنی تم نے تو
بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ وَّ	خداپرستی کی بجائے بت پرستی کی بنیاد
یَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا ۫	پر ایک دوسرے سے محبت کر لی ہے)
وَّمَاْوٰىکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ	مگر قیامت کے دن تم ایک دوسرے
مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۚ ﴿۲۵﴾	کا انکار کرتے ہوئے (ایک دوسرے سے

بری الذمہ ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھی بھیجو گے' اس حالت میں کہ جہنّم کی آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی، اور تمہارے لئے کوئی مددگار بھی نہ ہوں گے

★ جاہل قومیں بتوں، دیوی، دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرنے کا جواز یہ بتاتے ہیں کہ اس طرح ایک بُت کو پوجنے کی وجہ سے ہم میں اجتماعی اتحاد اور ہم آہنگی قائم رہے گی، کیوں کہ ہم سب ایک ہی دیوی دیوتا کے ماننے والے ہیں۔ حالاں کہ کئی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ تو خود انسانوں کو کئی کئی فرقوں میں بانٹ دے گی ..... (تفسیر ماجدی)

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ قوم کا ایسا اتحاد جو دین کے فساد کا سبب ہو اُس کا ترک کر دینا واجب ہے۔ (مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ "یہاں کفر و انکار سے مراد بری الذمہ ہونا" ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے یہ کافر اور حق کے منکر ایک دوسرے سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کردیں گے۔ ایک دوسرے سے علیحدگی اور لاتعلقی کا اعلان کریں گے۔
شیطان کا بھی اسی طرح کا قول خود قرآن میں موجود ہے کہ وہ آخرت میں کہے گا: "تم نے مجھے خدا کا شریک بنایا تھا، میں نے تو پہلے ہی اُس کا شریک بننے سے انکار کر دیا تھا" (سورۃ ابراہیم آیت ۲۲ پ ۱۳)
حضرت ابراہیمؑ بھی فرمائیں گے: "کَفَرْنَا بِكُمْ" ★ (سورۃ الممتحنہ۔ آیت ۴ پارہ ۲۸)
یعنی: "ہم تم سے بیزار، بری الذمہ اور الگ ہیں۔"
★...... (تفسیر صافی ص۳۸۵۔ التوحید)

حضرت ابراہیمؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ: اے میری قوم والو! تم نے بت پرستی کی بنیاد پر اپنی زندگی کی عمارت اُٹھائی ہے۔ یہ بنیاد دنیوی زندگی تک تو تمھیں فائدہ پہنچا سکتی ہے کہ تم ایک قوم بن کر رہ سکتے ہو، کیوں کہ دنیا میں تو کسی بھی عقیدے پر لوگ جمع ہو کر ایک ہو سکتے ہیں، چاہے وہ عقیدہ کتنا ہی احمقانہ ہو البتہ اُس عقیدے کی وجہ سے وہ ایک قوم ضرور بن سکتے ہیں اور معاشرتی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)
(مگر آخرت میں اُن کی سیاسی اجتماعی وحدت اُن کے کسی کام نہ آئے گی کیوں کہ اُن کے اتحاد کی بنیاد ہی غلط عقیدے پر ہے۔ سہ "خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ؂ تا ثریا می رود دیوار کج۔" (مؤلف)

★ جن کو خدا مان کر عبادت کی جاتی رہی ہے اُن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بے جان۔ مثلاً چاند سورج آگ ستارے وغیرہ۔ اور دوسرے وہ جو جاندار ہیں اور اُن میں اللہ کے برگزیدہ بھی ہیں مثلاً حضرت عزیرؑ، حضرت عیسیٰؑ حضرت امام علیؑ۔ اور بعض جاندار ایسے ہیں جو نہ حق پر ہیں نہ اللہ کے برگزیدہ ہیں مثلاً نمرود، شداد، فرعون وغیرہ روزِ قیامت بے جان معبود تو اپنے ماننے والوں کے لیے ارمان اور پشیمانیوں کے عذاب میں اضافے کے سوا کچھ نہ کرسکیں گے۔ اور ناحق پیر و مرید ایک دوسرے سے بیزاری کا اعلان کردیں گے۔ اور دنیاوی

www.drhasanrizvi.com

محبتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور ایک دوسرے پر لعنت کا بازار گرم ہوگا۔ ناحق پیر اپنے مریدوں پر لعنت کریں گے اور مرید اپنے پیروں پر لعنت کریں گے ۔ جیسا کہ آیتِ مجیدہ میں اس کا انکشاف صاف طور پر کیا گیا ہے۔ اور اُن سب کا ٹھکانا جہنّم ہوگا۔

اب رہے وہ پیر جو خود حق پر تھے اور پروردگارِ عالم کے برگزیدہ تھے، اُن سے پوچھا جائے گا کہ: "کیا تم نے اِن کو غلط روی کی طرف دعوت دی تھی ؟" تو وہ صاف صاف اُن کے خلاف شہادت دیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں توحید کا پرچم بلند کیا تھا اور اِس سلسلے میں ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا۔" جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰؑ سے خداوندِ عالم پوچھے گا :

"کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا مان لو" ؟

تو حضرت عیسیٰؑ صاف جواب دیں گے کہ :

("پالنے والے ! آپ تو مجھ سے بہتر جاننے والے ہیں، اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا") "میں نے ہرگز اِن کو یہ نہیں کہا تھا، بلکہ میں نے تو صرف آپ کی توحید اور آپ کی عبادت کا پیغام دیا تھا۔ باقی عقائد اِن کے اپنے من گھڑت ہیں"۔

(سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۶)

(اسی طرح حضرت عزیرؑ سے بھی پوچھا جائے گا۔ تو وہ حضرت بھی بیزاری ظاہر کریں گے۔

پھر اسی طرح حضرت امام علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام سے نصیریوں اور اسی قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا تو آپؑ بھی اُن لوگوں سے بیزاری ظاہر کریں گے) جیسا کہ

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے صاف طور پر فرمایا ہے ؟ "جو لوگ ہمیں خالق و رازق مانتے ہیں، ہم اُن سے روزِ حشر اِس طرح بیزار ہوں گے جس طرح حضرت عیسیٰؑ نصرانیوں سے بیزاری اختیار کریں گے۔ * ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ ۘ وَقَالَ (۲۶) غرض ابراہیم کی بات کو (صرف)
اِنِّىۡ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّىۡ ؕ لوطؑ نے مانا۔ تو ابراہیم نے کہا:
اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲۶﴾ "میں اپنے پالنے والے مالک کی
طرف ہجرت کرتا ہوں۔ یقیناً وہ زبردست طاقت اور عزّت والا بھی
ہے، اور سوجھ بوجھ کے ساتھ گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک
کام کرنے والا بھی ہے۔

★ حضرت لوطؑ خود بھی پیغمبر تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے رشتہ دار بھی تھے اور اُن پر ایمان بھی لائے تھے ایک نبی کا ایمان لانا ایک اُمت کے ایمان لانے کے برابر ہوا کرتا ہے۔ اِسی لئے خدا نے حضرت لوطؑ کے ایمان لانے کا یہاں خاص طور پر ذکر فرمایا ہے کہ اتنی بڑی شخصیت نے بھی ابراہیمؑ کو نبی اور اپنا پیشوا مان لیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب اتنا بڑا آدمی ابراہیمؑ پر ایمان لاچکا ہے تو اب تم بھی ایمان لے آؤ، پھر بھی تم ایمان نہ لائے تو ابراہیمؑ کی عظمت پر کوئی فرق نہیں آتا۔ (تفسیر نمونہ)

ہجرت کرنا سنّتِ انبیاء و اولیاء ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ فرمانا کہ اب میں یہاں سے ہجرت کرتا ہوں" ثابت کرتا ہے کہ انبیاء کرامؑ جب کسی قوم سے بیزار یا مایوس ہوجاتے ہیں تو اپنا کام روکتے نہیں، بلکہ ہجرت فرماکر دوسرے شہروں میں حق کی تبلیغ فرماتے ہیں۔ اِسی لیے حضرت ابراہیمؑ شہرِ بابل سے نکلے اور ملکِ شام تشریف لے گئے۔ جہاں اُنھوں نے پیغامِ توحید کی تبلیغ فرمائی۔ مگر چلتے وقت یہ فرمایا کہ "میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں"۔ یعنی: خدا کی راہ میں، خدا کے دین کی تبلیغ کے لیے ہجرت کرتا ہوں۔

★...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

* حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اُن کی قوم میں سے کسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ مانا، سوائے حضرت لوطؑ کے۔
*...... (موضح القرآن)

* تقریباً یہی حال حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کا ہوا۔ اُن کے ماننے والے بھی بہت ہی کم تھے۔ البتہ یہ خصوصیت ہمارے رسولؐ کو حاصل ہوئی کہ آپؐ کی زندگی ہی میں آپؐ کے ماننے والے لاکھوں تھے، مگر اُن میں بھی خالص سچے مومن اور مخلص صرف چند ہی تھے۔
*...... (فصل الخطاب)

حضرت ابراہیمؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ میں اپنا ملک چھوڑ کر نکلتا ہوں۔ اب جہاں میرا مالک مجھے لے جائے گا میں وہاں چلا جاؤں گا۔ اور میرا خدا میری حفاظت اور حمایت پر قادر ہے اور اُس کا جو فیصلہ بھی میرے بارے میں ہوگا، وہ ٹھیک ہوگا اور حکمت پر مبنی ہوگا۔
*...... (تفہیم القرآن)

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ (پس اُن پر لوطؑ ایمان لائے) حضرت لوطؑ نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا زاد یا خالہ زاد بھائی۔ یا بھانجے یا بھتیجے باختلافِ اقوال ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کیا تھا۔ مسلکِ شیعہ کے عقیدہ کی بناء پر چونکہ نبیؑ یا وصیِ نبیؑ کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور یہ کہ وہ کسی زمانے میں بھی عقیدہ و عمل کے لحاظ سے خطا کار نہیں ہوتے لہٰذا اُن کا پہلے دن سے ہی مومن ہونا مسلّم ہے۔ اس مقام پر حضرت لوطؑ کے ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ جب بھرے مجمع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے مشن کو واضح فرمایا تو حضرت لوطؑ ہی تھے جنھوں نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اُن کی تصدیق کی۔ جس طرح حضرت امام علی علیہ السلام نے دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت رسالتمآبؐ کی تصدیق کی تھی۔ اور سب سے پہلے ایمان لانے والے کہلائے۔ حضرت ابراہیمؑ ابتداءً کوفہ کے نواح میں آباد تھے اور دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر شام کی طرف حضرت لوطؑ اور سارہؑ کی معیت میں ہجرت کر کے چلے گئے۔
*...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ (۲۷) اور ہم نے اُن کو اسحاق اور یعقوب
يَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي (جیسی اولاد) عطا کی اور اُن کی نسل
ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ میں نبوّت اور کتاب کو رکھ دیا۔
وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ غرض ہم نے اُن کا صلہ دنیا میں
وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ بھی عطا کیا' اور بلاشبہ آخرت
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ میں تو وہ (اعلیٰ ترین درجے کے)
نیک لوگوں "صالحین" میں سے ہوں گے۔

چار نعمتیں جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئیں

* اس آیت میں اُن چار نعمتوں کا ذکر ہے جو خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو عطا فرمائیں۔

(۱) لائق و فائق محترم بیٹے۔ جن کو خدا نے یہ توفیق دی تھی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے خاندان میں ایمان اور نبوّت کا چراغ روشن رکھ سکیں۔ وہ حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام تھے۔ پھر آپؑ کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السّلام تھے۔ یہ سب کے سب نبی اور راہِ راست پر چلتے ہوئے توحید کے مبلّغ تھے۔

(۲) دوسری نعمت خداوندِ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یہ دی کہ کتاب و حکمت

www.drhasanrizvi.com

اولادِ ابراہیمؑ کا ورثہ بن گئیں۔ پھر اِسی خاندان میں سیکڑوں پیغمبرؑ ہوئے اور آخرِ کار حضرت ختمی مرتبت صؐ بھی اِسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

(۳) خداوندِ کریم کی تیسری نعمت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اُن کو اُن کے عمل کا صلہ دیا۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا نام ہر قوم میں اچھے لفظوں میں لیا جاتا ہے۔ ساری اُمتیں آپؑ کو شیخ الانبیاءؑ کہتی ہیں۔ اور حج کے موقع پر ہر حاجی آپؑ کی قربانی اور آپؑ کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے۔

(۴) چوتھا اجر خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ عطا فرمایا کہ آخرت میں آپؑ کا شمار "صالحین" میں ہوگا۔ یہ چاروں باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے باعثِ فخر ہیں۔ کیوں کہ قرآن کی رُو سے کسی شخص کا آخرت میں صالحین میں شمار ہونا بڑے مقام کو بتاتا ہے۔ بہت سے پیغمبروںؑ کی یہ دعاء اور تمنا رہی ہے کہ اُن کو خدا آخرت میں "صالحین" میں شامل فرمائے۔ مثلاً حضرت یوسفؑ نے بادشاہِ مصر ہونے کے بعد بھی یہی دعاء مانگی کہ: "تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ہ"

یعنی: (اے میرے پالنے والے!) مجھے اِس حالت میں وفات دینا کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے صالحین میں شمار فرما۔ (یا صالحین سے ملادے)۔ (سورۃ یوسف ۱۲ آیت ۱۰۱ پارہ ۱۳)

* حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر بھی بادشاہت ہوتے ہوئے یہی دعاء مانگتے ہیں:

"وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ہ" (سورۃ النمل ۲۷ آیت ۱۹ پارہ ۱۹)

یعنی: "اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالحین بندوں میں داخل فرما۔"

* اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعاء مانگتے ہیں کہ میری اولاد بھی صالح ہو۔

"رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ" (سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷ آیت ۱۰۰ پارہ ۲۳)

یعنی: "اے میرے پروردگار! مجھے صالحین اولادیں عطا فرما۔"

www.drhasanrizvi.com

★ ثابت ہوا کہ انسان کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہی کہ وہ صالحین بندوں میں شامل ہو جائے۔

سوال یہ ہے کہ صالح ہونے کے معنی کیا ہیں ؟

جواب : اس کے معنی ہیں" ایمان اور اعتقاد کے لحاظ سے بھی پاک و پاکیزہ ہونا ، اور عمل کے لحاظ سے بھی پاک و پاکیزہ ہونا۔

یعنی جس کی فکر اور کردار دونوں نیک ہوں۔ صالح کی ضد فاسد ہے۔ اور فساد کے معنی ہر قسم کا ظلم وستم اور ہر قسم کی خرابی۔ ★ ..... (تفسیر نمونہ)

حضرت ابراہیمؑ پر خدا کے احسانات

ملاحظہ فرمائیں کہ باطل پرست لوگ چاہتے تھے کہ ان کو جلا ڈالیں گے۔ مگر خداوندِ قدیر نے آگ کو باغ و بہار بنا دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ زندہ و سلامت رہے۔

(۲) بابل کے لوگ چاہتے تھے کہ ابراہیمؑ اکیلے رہ جائیں اور کوئی اُن کا ساتھ نہ دے لیکن خدا نے انھیں ایسی کثرتِ اولاد بخشی کہ دنیا آج اولادِ ابراہیمؑ سے بھری پڑی ہے۔

(۳) اُن کا چچا آذر گمراہ تھا جس کا اُن کو بڑا افسوس تھا۔ اِس پر خدا نے اُن ایسی اولاد عطا فرمائی جو خود بھی ہدایت یافتہ تھے اور دوسروں کے لیے بھی ہدایت کا سرچشمہ تھے۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتدا میں مال و دولت نہ رکھتے تھے مگر خدا نے انھیں آخر میں عظیم مال و عزت عطا فرمائی۔ (۵) حضرت ابراہیمؑ شروع میں گمنام تھے مگر بعد میں خدا نے اُن کو ایسی شہرت بخشی کہ آج دنیا میں انھیں سردارِ انبیاءؑ اور سردارِ مرسلینؑ کہا جاتا ہے۔ (شیخ الانبیاء کہا جاتا ہے)

★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ حضرتِ ابراہیمؑ نے نہایت مشکل اور کٹھن مراحل سے گزر کر، نہایت پامردی سے فرائضِ تبلیغ کو انجام دیا اور اس راہ میں بہت سی تکلیفوں کا کھلے دل سے مقابلہ کیا۔ پس خداوندِ عالم نے دنیا میں بھی اُن کو اس کا اجر عطا فرمایا کہ امامت کا عہدہ بخشا، ملکوتِ سما کی سیر کرائی، نسل میں نبوت و کتاب بخشی وغیرہ اور آخرت میں اُن کا درجہ بلند قرار دیا۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اس آیت میں حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر کیا گیا ہے:

حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے۔ اور حضرت یعقوبؑ اُن کے پوتے تھے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ اولادِ ابراہیمؑ کی مدینی شاخ میں صرف حضرت شعیبؑ نبی ہوتے تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہوئے تھے۔ اس ڈھائی ہزار سال کی مدت میں کوئی اور نبی نہ ہوا تھا۔ اس کے برعکس نبوت اور کتاب کی نعمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مسلسل اُس شاخ کو عطا ہوتی رہی جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی تھی۔

مگر اس آیت میں وہ تمام انبیاءؑ شامل ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھے چاہے وہ کسی بھی شاخ سے کیوں نہ ہوں۔

آیت کا مقصد یہ ہے کہ بابل کے وہ تمام حکمراں، پنڈت، پروہت جنھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رد کیا تھا، اور بابل کے تمام مشرک باشندے جنھوں نے ان ظالموں کا کہنا مانا تھا، وہ تو سب ہی دنیا سے مٹ گئے، اور ایسے مٹے کہ آج اُن کا کوئی نام و نشان تک باقی نہیں۔ مگر وہ شخص جسے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے جرم میں جلا کر خاک کر دینا چاہا تھا اور جسے آخرِ کار بے سروسامانی کے عالم میں اپنے وطن سے نکال دیا گیا تھا، اُس کو اللہ نے یہ عزت عطا فرمائی کہ چار ہزار سال سے اُس کا نام دنیا میں ہر طرف روشن ہے اور قیامت تک روشن رہے گا۔ دنیا کے تمام مسلمان، عیسائی اور یہودی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالاتفاق اپنا امام مانتے ہیں۔ دنیا کو ان چالیس صدیوں میں جو کچھ بھی ہدایت کی روشنی ملی ہے، وہ اُسی ایک انسان کی وجہ سے یا اُس کی اولاد کی وجہ سے ملی ہے۔ پھر آخرت میں جو اجرِ عظیم اُن کو ملے گا وہ الگ ہے۔ (تفہیم القرآن)

* حضرت امام حسینؑ بھی اُن ہی کی اولاد میں ہیں جن کا نام اور کام قیامت تک باقی رہے گا۔ اور یزید مٹ کر رہ گیا۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۲۸﴾

(۲۸) اور لوطؑ (کو بھی ہم نے بھیجا) تو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: "بلاشبہ تم لوگ تو ایسا فحش اور گندہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔

قومِ لوطؑ کی بُری عادتیں

فاحشہ کا مادّہ فحش سے ہے جس کے لفظی معنی ایسے کام کے ہیں جو ناپسندیدہ اور نازیبا ہو۔ (مفردات القرآن امام راغب)

★ بعض تاریخوں میں ہے کہ وہ لوگ محفلوں میں فحش الفاظ استعمال کرتے تھے، جوا کھیلتے تھے، اور بچکانہ کھیل کھیلتے تھے۔ ایکدوسرے کو اور راہگیروں کو پتھر مارتے تھے، آلاتِ موسیقی بجاتے تھے، اور سب کے سامنے برہنہ ہو جایا کرتے تھے۔

★...... (سفینۃ البحار جلد ۲ صـ ۵۱۷)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بروایت امِ ہانی)

"جو کوئی، قومِ لوط کی محفلوں کے قریب سے گذرتا تھا تو وہ لوگ اُس کو پتھر مارتے تھے اور اُس کا مذاق اڑاتے تھے۔"

★.... (تفسیر قرطبی)

★ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ "وہ لوگوں کے سامنے بھرے مجمع میں بغیر شرم و حیا کے گوز زنی کرتے تھے (۲) ایکدوسرے کے سامنے لواطت کا ارتکاب کرتے تھے (۳) گالی گلوچ، بیہودہ بکواسات، جوا بازی، آلاتِ لہو و لعب بجاتے تھے اور ایکدوسرے کے سامنے برہنہ ہونا عام رواج ہو گیا تھا۔ ★... (تفسیر انوار النجف صـ ۸۱)

www.drhasanrizvi.com

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ (۲۹) ارے کیا تم مردوں کے پاس (جنسی
وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ تسکین کے لیے) جاتے ہو اور مسافروں
وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ پر ڈاکے ڈالتے ہو، اور (علانیہ)
الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ اپنے مجمع میں بُرا کام کرتے ہو۔ تو
قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اُن کی قوم والوں کا اِس کے سوا کوئی
ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ اور جواب نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا: "(
إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲۹) لا کر دکھا) ہم پر اللہ کا عذاب، اگر تُو سچا ہے۔"

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى (۳۰) اِس پر لُوطؑ نے دعا کی:
الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (۳۰) "اے میرے پالنے والے مالک! اِس ع ۳/۸ ۱۵
مُفسد (خرابیاں پیدا کرنے والی) قوم کے مقابلے پر میری مدد فرما۔"

---

* حضرت لُوطؑ کی قوم والوں کی بدکاری یہ تھی کہ وہ جانوروں کی طرح سب کے سامنے لڑکوں اور مردوں کے ساتھ جنسی شہوت پوری کرتے تھے، اور حیا و شرم نام کی کوئی چیز اُن میں نہ تھی۔

(موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.com

حضرت لوطؑ کا قصّہ

تفسیر برہان میں کتاب تحفۃ الاخوان سے منقول ہے۔

(جس کو مختصر کر کے یہاں پیش کیا جا تا ہے) "اہلِ موتفکات" جن کا ذکر قرآن میں ہے، یہ بالکل نکمّے لوگ تھے لیکن حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھے۔ ایک دفعہ اُن پر قحط پڑا (ان لوگوں کے ہاں مہمان بہت آتے تھے) چنانچہ ابلیس نے اِن کو مہمانوں سے بچنے کا طریقہ یہ بتایا کہ مہمانوں کے ساتھ لواطہ کیا کرو۔ اور خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں آکر بدفعلی کرائی، اور پھر ہر آنے والے، رہگذر لوگوں کی طرف اُن کو اکسایا، تو وہ اِس فعل کے عادی ہو گئے۔ لوگوں نے اُس طرف سے آنا جانا بند کر دیا تو یہ لوگ آپس میں یہ فعل کرنے لگے عورتوں کو بالکل چھوڑ دیا۔

خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ پر وحی فرمائی کہ ہم نے لوطؑ کو نبوت کے لیے چُن لیا ہے لہٰذا اُن کو اُس قوم کی ہدایت کے لیے روانہ کر دو۔ یہ چند بستیاں تھیں، سدوم شہر اُن بستیوں کا مرکز اور دارالحکومت تھا آپؑ سب سے پہلے سدوم میں وارد ہوئے اور اُن لوگوں کو برائیوں سے بچنے کی تبلیغ کی۔ لوگوں نے وہاں کے بادشاہ سے ان کی شکایت کر دی۔ بادشاہ نے حضرت لوطؑ کو طلب کیا اور اُن کی تبلیغ کا مقصد دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا میرا نام لوطؑ ہے، مجھے اللہ نے جو ہم سب کا پالنے والا ہے نبی بنا کر اس قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے تاکہ ان کی بدعات اور بدترین عادات روک کر اچھی عادتوں کا پیرو کار بنا سکوں۔ بادشاہ حضرت لوطؑ کی تقریر سے بہت متاثر ہوا، اور اُن کو تبلیغ کی اجازت دے دی۔ اِس کے بعد آپؑ نے بیس سال وہاں رہ کر تبلیغ کی لیکن وہ لوگ اپنی بدکاریوں پر جمے رہے۔ تب آپؑ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ لیکن اللہ نے عذاب میں جلدی نہ کی۔

چنانچہ کافی مہلت دینے کے بعد اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس اپنے فرشتے بھیجے جو نہایت خوبصورت جوانوں کی شکل میں اُن کے پاس پہنچے۔ حضرت ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے اِن کو دیکھتے ہی بچھڑا ذبح کیا اور بھونا ہوا گوشت اُن فرشتوں کے سامنے لا رکھا۔ اُنھوں نے بتایا کہ ہم فرشتے ہیں، اللہ نے آپؑ کو ایک فرزند کی بشارت دی ہے۔ بھونا ہوا بچھڑا اُنھوں نے زندہ کر دیا۔ اور کہا کہ ہم لوطؑ کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے آئے ہیں۔

(ملخص از تفسیر برہان ۔۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَآ (۳۱) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)

اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰىۙ ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لے کر

قَالُوۡۤا اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ آئے تو اُنھوں نے (ابراہیمؑ سے) کہا:

هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ‌ ۚ اِنَّ اَهۡلَهَا ہم اس (قومِ لوطؑ کی) بستی والوں

كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ۚ‌ۖ ﴿۳۱﴾ کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیوں کہ)

واقعاً اس بستی کے رہنے والے بڑے ہی ظالم گناہ گار ہیں۔

★ سورۃ ہود اور سورۃ الحجر میں اِس قصّہ کی تفصیل یہ بیان ہوئی ہے کہ جو فرشتے قومِ لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، وہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہوئے، اور اُنھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے حضرت اسحاقؑ کی اور اُن کے بعد حضرت یعقوبؑ (پوتے) کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ پھر یہ بتایا کہ ہمیں لوطؑ کی قوم کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

★ بستی سے مراد قومِ لوطؑ کی بستی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اُس وقت فلسطین کے شہر جبرون، موجودہ "الخلیل" میں رہتے تھے۔ اُس شہر کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر بحیرۂ مردار Dead Sea کا وہ حصّہ ہے جہاں قومِ لوط آباد تھی۔ اور اب اُس پر سمندر کا پانی پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ نشیب میں تھا، اور جبران کی بلند پہاڑیوں پر سے صاف نظر آتا ہے۔ اِسی لیے فرشتوں نے اُس نشیب کی طرف اشارہ کرکے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کی، کہ اِس بستی کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں۔

★...... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنَّ فِیۡهَا لُوۡطًا ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِیۡهَا ۫ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ٭۫ کَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾

(۳۲) ابراہیمؑ نے فرمایا: "یقیناً اِس بستی میں تو لُوطؑ بھی ہیں۔" فرشتوں نے کہا: "ہم خوب جانتے ہیں کہ اِس میں کون کون ہے؟ ہم اُنھیں اور اُن کے اہلِ خانہ (یا گھرانے) کو بچالیں گے سوائے اُن کی بیوی کے، جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔"

★ فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ حضرت لوطؑ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں سے نہیں نکل سکے گی، اُنہی میں رہ جائے گی۔ (اور ہلاک ہوگی)

...... (تفسیر مجمع البیان)

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ:

(۱) کسی بستی یا مجمع میں کسی ایک خدا والے کا ہونا اُس بستی کو عذاب سے بچالیتا ہے۔

(۲) مقربین اور صالحین کے ساتھ صرف کسی رشتے کا تعلق بغیر ایمان اور عمل کے فائدہ مند نہیں ہوا کرتا۔ (ناقصاں را نہ کند صحبتِ صالح کامل ٭ بوئے ماہی نہ رود گرچہ درونِ دریا)

...... (تفسیر ماجدی)

★ سورۃ ہود میں اس قصّے کا ابتدائی حصّہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے (وہ فرشتے) حضرت ابراہیمؑ کے پاس وارد ہوئے۔ اُنھوں نے ضیافت کی غرض سے بچھڑے کا بھونا ہوا گوشت فرشتے کے سامنے لاکر رکھدیا۔ فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے اِس لیے حضرت ابراہیمؑ اُن کو نہ پہچان سکے،

www.drhasanrizvi.com

لیکن جب فرشتوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا، تو حضرت ابراہیمؑ خوفزدہ ہوئے کہ شاید یہ کسی خطرناک ارادے سے آئے ہیں، مگر فرشتوں نے جب اُن کو بشارت دی، تب حضرت ابراہیمؑ کی گھبراہٹ دور ہوگئی اور آپؑ کو معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں، اور لوطؑ کی قوم کو تباہ کرنے کے لیے جارہے ہیں۔ اِس پر حضرت ابراہیمؑ لوطؑ کی قوم کے لیے رحم کی درخواست کرنے لگے۔ مگر یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ اور خدا نے فرمایا: "اے ابراہیمؑ! بس اب اِس معاملے میں کچھ نہ کہو، کیوں کہ تمھارے مالک کا فیصلہ ہوچکا ہے اور یہ عذاب ٹلنے والا نہیں ہے۔" (سورۃ ھود آیت ۷۶ پ ۱۲)

اِس جواب سے حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ اب قومِ لوطؑ کو مہلت نہیں مل سکتی۔ تب اُنھیں حضرت لوطؑ کی فکر ہوئی، اور فرمایا: "وہاں تو لوطؑ بھی موجود ہیں۔" یعنی یہ عذاب اگر لوطؑ کی موجودگی میں آیا تو اُن کے اہل وعیال تک نہ بچ سکیں گے۔

اور حضرت لوطؑ کی بیوی کے متعلق سورۂ تحریم آیت ۶۶ (پارہ ۲۸) میں فرمایا گیا کہ: "یہ لوطؑ کی وفادار نہ تھی"۔ اِسی لیے اُس کے حق میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ بھی نبی کی بیوی ہوتے ہوئے عذابِ خدا میں مبتلا کردی جائے۔

غرض حضرت لوطؑ ہجرت کے بعد جب اُردن کے علاقے میں آکر آباد ہوئے ہوں گے تو اُنھوں نے اِسی قوم میں شادی کرلی ہوگی۔ مگر اُن کی صحبت میں ایک طویل عمر گزارنے کے باوجود یہ عورت دل سے ایمان نہ لائی، اور اُس کی تمام تر ہمدردیاں اور دلچسپیاں اپنی قوم ہی کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اب کیوں کہ اللہ کے ہاں رشتہ داریاں وبرادریاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، ہر شخص کے ساتھ معاملہ اُس کے اپنے ایمان، اخلاص اور عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے، اِس لیے پیغمبرؑ کی بیوی ہونا اُس کے لیے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی، اور اُس کا انجام اپنے شوہر کے ساتھ ہونے کی بجائے اپنی اُس کافر قوم کے ساتھ ہوا کہ جس سے اُس نے اپنا دین اور اخلاق وابستہ کر رکھا تھا۔

* ...... (تفہیم القرآن)

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز
(پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا)

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا	(۳۳) پھر جب ہمارے بھیجے ہوئے
لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ	(فرشتے) لوطؑ کے پاس (خوبصورت
بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوا لَا تَخَفْ	نوجوانوں کی شکل میں) آئے تو انھیں
وَلَا تَحْزَنْ ۔ إِنَّا مُنَجُّوكَ	اُن کے آنے پر سخت پریشانی اور
وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ	اُلجھن ہوئی (کہ یہ بدکار قوم ضرور اُن
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِينَ ﴿۳۳﴾	خوبصورت نوجوانوں پر ٹوٹ پڑے گی)

فرشتوں نے کہا: "آپؑ ڈریں نہیں، اور نہ رنجیدہ ہوں، ہم آپؑ کو اور آپؑ کے گھر والوں کو (خدا کے عذاب سے) بچالیں گے، سوا آپؑ کی بیوی کے، جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ | طبعی غم کمال کے منافی نہیں ہوا کرتا، بشرطیکہ اس کے اُکسے غیر شرعی تقاضوں پر عمل نہ کیا جائے۔

(مرشد تھانوی) ۔۔۔۔*

★ حضرت لوطؑ کو غم اس بات کا تھا کہ اُن کی بستی والے بدمعاش اُن حسین لڑکوں کو پکڑ کر اپنی ہوس رانی کا نشانہ ضرور بنائیں گے۔ عربی میں یہ الفاظ ایسی شدید ناگواری کے موقع پر بولے جاتے ہیں جو برداشت سے باہر ہوتی جا رہی ہو۔ *۔۔۔۔ (تفسیر کشاف)

www.drhasanrizvi.com

* اور انسان اُس ناگواری کے آگے بے بس ہو جائے ۔ * . . . (امام راغب)

* اِس پریشانی کی اصل وجہ یہ تھی کہ فرشتے بہت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے ، اور حضرت لوطؑ اپنی قوم کی بداخلاقی سے واقف تھے ۔ اِس لیے اُن کے آتے ہی وہ سخت پریشان ہوگئے کہ اب میں اپنے اِن مہمانوں کو قوم کے بدمعاشوں سے کیسے بچاؤں ؟ اور اگر اِن کو اپنے گھر میں نہ ٹھہراؤں تو یہ بڑی بے مروّتی کی بات ہوگی جسے شرافت گوارا ہی نہیں کرسکتی ۔ (تفسیر کبیر)

مزید برآں یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر اِن مسافروں کو اپنی پناہ میں نہ لوں گا تو اِنھیں رات کہیں اور گذارنا پڑے گی ۔ اور اِس کے معنی تو واضح طور پر یہی ہوں گے کہ گویا میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اِنھیں قوم کے بھیڑیوں کے حوالے کر دیا ۔ اِس کے بعد کا قصّہ یہاں بیان نہیں کیا گیا ۔ اِس کی تفصیل سورۂ ھود ، سورۂ حجر اور سورۂ قمر میں بیان کی گئی ہے کہ :

" اُن لڑکوں کے آنے کی خبر سُن کر شہر کے بہت سے غنڈے ، حضرت لوطؑ کے گھر چڑھ دوڑے اور اصرار کرنے لگے کہ وہ اپنے اُن خوبصورت مہمان لڑکوں کو ہمارے حوالے کردیں ۔ * (تفہیم القرآن)

* سورۂ ھود میں ہے کہ : " جب یہ لوگ حضرت لوطؑ کے گھر میں گھسے جا رہے تھے تو انھوں نے محسوس کیا کہ اب وہ کسی طرح اپنے مہمانوں کو اُن لوگوں سے نہیں بچا سکیں گے تو حضرت لوطؑ چیخ اُٹھے کہ : کاش ! میرے پاس تمھیں سیدھا کر دینے والی کوئی (دنیاوی) طاقت ہوتی یا مجھے کسی طاقتور کی حمایت حاصل ہوتی ۔ " اُس وقت اُن مہمان فرشتوں نے لوطؑ سے کہا : " اے لوطؑ ! ہم تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں ۔ یہ لوگ آپؑ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے پس اپنے اہل کو راتوں رات لے کر چلے جائیں ' اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے ، مگر تمھاری بیوی (ضرور اِس حکم کی خلاف ورزی کرے گی) کیوں کہ اُس پر وہی کچھ بیتے گی جو اُن لوگوں پر بیتنے والی ہے ۔ اور اُن کے طے شدہ وعدۂ عذاب کا وقت علی الصبح ہے کیا صبح قریب نہیں ہے ؟ " *

(سورۂ ھود آیات ۸۱ — پارہ ۱۲)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ (۳۴) ہم اِس بستی کے رہنے والوں پر
هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ آسمان سے عذاب نازل کرنے والے
السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۳۴﴾ (فرشتے) ہیں، اِس لیے کہ وہ بہت
ہی بُرے کام کرتے رہے ہیں۔"

وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً (۳۵) غرض ہم نے اُس بستی کو ایک
بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۳۵﴾ کھلا ہوا واضح نشانِ عبرت بنا کر
چھوڑا اُن لوگوں کے لیے جو عقل (اور غور و فکر) سے کام لیں۔

حضرت لوطؑ کی قوم پر شدید عذاب یہ تھا، کہ حضرت لوطؑ کی قوم کی سات بستیاں تھیں سدوم شہر اُن کا مرکز تھا۔ پس فرشتوں نے اِن تمام بستیوں کو زمین سے اُکھاڑ کر اتنا بلند کیا کہ آسمان تک اُن لوگوں کی آوازیں پہنچ رہی تھیں۔ اور جبرئیل کے پروں پر اُن بستیوں کی زمین کے ساتوں طبق اِس طرح زور زور سے کانپ رہے تھے جس طرح درختوں کے پتّے تیز آندھیوں کی وجہ سے کانپتے ہیں پس وہیں سے اُلٹا کر کے زمین پر پھینکدیا کہ اُن کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ پہلے اُن پر پتھروں کی بارش فرشتوں نے برسائی اور پھر تختۂ زمین کو اُلٹا کر کے پھینکا کہ اوپر کا حصّہ نیچے اور نیچے کا حصّہ اوپر تھا۔ *.... (تفسیر انوار النجف)

* اِن کھنڈرات کو خدا کی کھلی نشانی اِس لیے کہا گیا ہے کہ کفّارِ مکہ سمجھ لیں کہ جو خدا لوطؑ جیسی طاقتور قوم کا حشر نشر کرسکتا ہے، وہ اُن کا بھی تیا پانچا کرسکتا ہے اور وہ ظالم و بدکار قوموں کے انجام پر بھی غور و فکر کریں۔
*...... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ (۳۶) اور مدین والوں کی طرف ہم نے
شُعَیْبًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) پس
اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ انھوں نے کہا: "اے میری قوم والو!
وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ اللہ کی بندگی (مکمل اطاعت) کرو
مُفْسِدِیْنَ ۞ اور قیامت کے دن کے امیدوار رہو، اور دنیا
میں خرابیاں پھیلاتے نہ پھرو۔"

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (۳۷) مگر ان کی قوم والوں نے انھیں
فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۞ جھٹلادیا، تو ان کو ایک سخت
زلزلے نے آن پکڑا، پس وہ اپنے گھروں میں الٹے پڑے کے پڑے رہ گئے۔

★ "روزِ آخرت کے امیدوار رہو" کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے آنے کی توقع رکھو اور یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، جس میں تمھیں اپنے اعمال کی جزا، یا سزا پانا ہے۔ (تفہیم القرآن)

★ حضرت شعیبؑ کو ان کی امت کا بھائی اس لیے کہا گیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی امت سے بے حد محبت ہوتی ہے (۲) اور کوئی نبی اپنی امت پر فوقیت حاصل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ (۳) نیز یہ کہ پیغمبروں کی اپنی قوموں سے رشتہ داریاں بھی تھیں۔ ★ ... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ (۳۸) اور (اسی طرح ہم نے) عاد و ثمود
تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ (کو بھی ہلاک کیا) اُن کے مکانات کو تو
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ تم دیکھ ہی چکے ہو۔ شیطان نے اُن کے
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ بُرے کاموں کو خوب بنا سجا کر اُن کے سامنے
وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ پیش کیا اور (اس طرح) اُنھیں سیدھے
راستے سے روک دیا۔ حالاں کہ وہ آنکھیں بھی رکھتے تھے اور اچھی طرح سے دیکھ بھی سکتے تھے

* عرب کے علاقوں میں عاد و ثمود دونوں قومیں آباد تھیں اور عرب کا بچہ بچہ اُن سے اچھی طرح واقف تھا۔ جنوبی عرب کا پورا علاقہ جو احقافِ یمن اور حضرِموت کے نام سے معروف ہے قدیم زمانے میں قومِ عاد کے رہنے کا علاقہ تھا۔ عرب اُن کو خوب جانتے تھے۔ حجاز کے شمالی حصّے میں رابغ سے عقبہ کے علاقے تک اور مدینے اور خیبر سے تبوک تک کا سارا علاقہ آج بھی قومِ ثمود کے آثار سے بھرا ہوا ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں تو یہ آثار اور بھی زیادہ نمایاں ہوں گے۔

*...... (تفہیم القرآن)

آیت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ: قومِ ثمود کے لوگ جاہل و نادان نہ تھے۔ اپنے وقت کے بڑے ترقّی یافتہ لوگ تھے اور دنیاوی معاملات میں اوّل درجے کے ہوشیار تھے (جیسے آج کی مغربی قومیں جو نت نئی حیرت انگیز ایجادات میں اوّل درجے کے لوگ ہیں) اس لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شیطان نے اُن کی آنکھوں پر پٹّی باندھ دی تھی۔ ایسے ہوشیار لوگ آسانی سے کسی

www.drhasanrizvi.com

جھانسے میں نہیں آیا کرتے۔ اُنھوں نے تو یہ سوچ سمجھ کر آنکھوں دیکھتے شیطان کے پیش کیے ہوئے اُس راستے کو اختیار کیا جس میں اُنھیں بڑی لذتیں دکھائی دیتی تھیں۔ انبیاء کرام کی پیش کی ہوئی باتوں کو اُنھوں نے اِس لیے ٹھکرا دیا کہ اُس میں اُنھیں زحمتیں اور حرامکاریوں اور بدمعاشیوں کے راستے بند ہوتے دکھائی دیتے تھے (اور حرامکاریوں اور بدمعاشیوں میں جو لذتیں اور بے دینی میں جو مزے اُنھیں حاصل ہو رہے تھے اُن کا ترک کرنا اور دین دار بن کر رہنا اُن کے بس کی بات نہ رہی تھی کیوں کہ وہ لوگ بدکاریوں کے عادی ہو چکے تھے۔) اصل میں اُن کو اخلاقی پابندیاں منظور نہ تھیں۔

* ..... (تفہیم القرآن)

"مُستَبصِرین" کے معنی

(۱) چشم بینا رکھتے تھے۔ یعنی ہوشیار تھے۔
(۲) فطرتِ سلیم کے مالک تھے۔ (۳) اُنھیں پیغمبروں کی رہنمائی میسر آئی تھی۔

* ..... (تفسیر کبیر)

* تینوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ وہ قومیں جاہل و احمق نہ تھیں وہ حق کو جانتی تھیں اور پہچانتی تھیں۔ اُن کا ضمیر بیدار تھا۔ پیغمبروں نے حجت تمام کر دی تھی۔ لیکن اُنھوں نے عقل و ضمیر کی طرف سے کان بند کر کے انبیاء کی طرف سے منھ پھیر لیا تھا۔ جان بوجھ کر شیطان کی باتوں کو مانتے تھے۔ اور شیطان انھیں یہ سمجھاتا تھا کہ اُن کے اعمال بہت اچھے ہیں، وہ بہت اچھے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس گئے کہ پھر وہاں سے اُن کا نکلنا ناممکن ہو گیا۔

* اب قانونِ فطرت نے اُن کے ثمر دار درختوں اور شاخوں کو پھونک دیا۔ ہر وقت جو پھل دے اُس کی یہی سزا ہوتی ہے۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ (۳۹) اور (اسی طرح) قارونؑ فرعون
وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ — اور ہامان کو بھی ہم نے ہلاک کر ڈالا
بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا — اور موسیٰؑ اُن کے پاس کھلی ہوئی
فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۳۹﴾ واضح دلیلیں اور معجزے لے کر آئے

مگر اُنھوں نے زمین میں تکبّر سے کام لیا۔ حالاں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جانے والوں میں سے نہ تھے۔ (یعنی ہماری تدبیروں اور سزا کے قانون سے نہ بچ سکے)

★ قارونؑ دولت اور ثروت کے نشے کا نمائندہ تھا جس میں غرور، غفلت اور خود غرضی پائی جاتی تھی۔

★ فرعونؑ ایسی متکبرانہ طاقت کا نمائندہ تھا جس میں شیطنت اور ہر قسم کی بدمعاشی اور ظلم شامل تھا

★ ہامانؑ متکبر، ظالم و جابر بادشاہ کے ساتھی سرداروں کا نمائندہ تھا۔

★ حضرت موسیٰؑ نے اِن تینوں پر اِتمامِ حجت فرمایا۔ مگر اُنھوں نے زمین پر ظلم و ستم اور تکبر و غرور کی راہ اختیار کی۔ قارون کو اپنی دولت پر بھروسہ تھا۔ فرعون کو اپنے لشکروں کا سہارا تھا۔ اور ہامان کو اپنے ساتھی سرداروں (چمچوں) کا آسرا تھا۔ خدا نے اُسی زمین کو قارون پر مسلط کر دیا جو اُس کی ملکیت بھی تھی اور آرام و آسائش کا ذریعہ بھی تھی۔ ہامان اور فرعون کو اُس پانی سے تباہ کر دیا جو انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے۔ یعنی خدا نے ان تینوں کو تباہ کرنے کے لیے نہ آسمان سے کوئی لشکر نازل کیا، نہ زمین سے۔ بلکہ جن چیزوں پر اُن کو بھروسہ اور سہارا تھا، اُنہی کے ذریعے سے اُنھیں تباہ و برباد کر ڈالا۔ ؎ جن پہ تکیہ تھا وہ پتے ہوا دینے لگے

★ ..... (تغیّر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ (۴۰) مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

پس آخرکار ہم نے (اُن میں کے) ہر ایک کو اُس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔ پھر کسی کے اوپر تو ہم نے پتھراؤ کرنے والی تیز آندھی بھیج دی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آ پکڑا، اور کسی کو ہم نے زمین کے اندر دھنسا کر رکھ دیا، اور کسی کو غرق کر ڈالا۔

غرض اللہ ایسا نہیں کہ اُن پر ظلم کرے۔ مگر (دراصل) وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

★ "حَاصِبًا" سے مراد حضرت لوطؑ کی قوم پر پتھر برسائے گئے تھے۔

★ "الصَّیْحَۃُ" حضرت صالحؑ کی قوم کو زوردار آندھی سے ہلاک کیا۔ اور زلزلہ کا بھی ذکر ہے۔

★ "خَسَفْنَا" حضرت لوطؑ کی قوم کو زمین میں دھنسا دیا (پتھراؤ بھی کیا) اور قارون کو بھی زمین میں دھنسا دیا۔

★ "اَغْرَقْنَا" فرعون اور اُس کے لشکر کی طرف اشارہ ہے۔ ★ ... (تفسیر انوار النجف)

★ عبرتیں: ان سب قصوں میں اہلِ ایمان اور صاحبانِ عقل و فہم کے لیے عبرتیں ہیں۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

سرکش اور نافرمانوں کا انجام، اور عبرتیں و اسباق

سورۃ الحاقۃ ۶۹ پارہ ۲۹ - آیت ۵ تا ۱۰ - میں فرمایا:

"پس قوم ثمود و عاد نے قیامت کے دن کو جھٹلایا پس قوم ثمود تو ایک سخت چنگھاڑ (چیخ) سے ہلاک کر دیے گئے۔ اور قوم عاد تو ایک سرد اور یخ بستہ طوفانی آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ اور اُس آندھی کو اللہ نے اُن کے اوپر سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل مسلط کر دیا۔ پس تم اُن کو کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گرے پڑے دیکھو گے۔ پس کیا تم اُن میں سے کسی کو بچا کھچا ہوا بھی دیکھتے ہو؟

اور اِسی عظیم خطا اور گناہ کا ارتکاب فرعون اور اُس سے پہلے کے لوگوں (قوم لوط) الٹا دی جانے والی بستیوں کے لوگوں نے کیا۔ پس اُنھوں نے اپنے پالنے والے مالک کی نافرمانی کی۔ پس اُن کی بڑی سخت گرفت کی گئی۔ از (سورۃ الحاقۃ ۶۹ آیت ۵ - تا - ۱۰)

..... * (مؤلف)

★ قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ فرعون اور ہامان کو مع لشکروں کے غرق کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

★ **سبق** یہ تمام قصّے جو یہاں سنائے گئے ہیں، اُن کے دو رُخ ہیں۔

ایک طرف تو یہ قصّے اہلِ ایمان کو سنائے گئے ہیں۔ تاکہ وہ پست ہمت نہ ہوں اور مشکلات میں استقامت سے کام لے سکیں (حق و صداقت کے ساتھ آگے بڑھتے رہیں)۔ کیوں کہ یہ قصّے بتاتے ہیں کہ آخرِ کار حق پرستوں پر خدا کی مدد ضرور آتی ہے۔ اور کلمۂ حق بلند ہو کر رہتا ہے۔

دوسری طرف یہ قصّے اُن ظالموں کو بھی سنائے گئے ہیں جو اسلام کا قلع قمع کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ اُن کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم خدا کے فوری سزا نہ دینے کا غلط مطلب لے رہے ہو۔ تم نے خدا کی خدائی کو اندھیر نگری سمجھ لیا ہے۔ تمھیں بغاوت و سرکشی، ظلم و ستم پر ابھی تک نہیں پکڑا گیا ہے۔ یہ تو مہلت ہے اور سنبھلنے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ یہ خدا کی مہربانی ہے۔ ورنہ خدا کی پکڑ سے کون بچ سکتا ہے (ملخص از تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا (۴۱) جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ کو اپنا دوست، مددگار یا سرپرست
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ بنالیا ہے، اُن کی مثال مکڑی
اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ جیسی ہے، جس نے ایک گھر تو بنالیا
اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام گھروں میں
الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ سب سے زیادہ کمزور مکڑی ہی کا
بنا یا ہوا گھر ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ (اِس بات کو) جانتے ہوتے

وقف لازم

مکڑی کے کمزور جالے کی طرح کمزور اُمید گاہیں

جو لوگ غیرِ خدا کو خدا سمجھ بیٹھے ہیں وہ مکڑی کی مانند ہے جو اپنے لیے جالا بنتی ہے، مگر اُس کا گھر یعنی جالا سب گھروں سے کمزور ہوتا ہے۔ ہر جانور اپنا گھر بناتا ہے، مگر کسی کا گھر مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور نہیں ہوتا۔ جو کسی معمولی سے حادثے سے بھی مکڑی کی حفاظت نہیں کرسکتا۔

یہی حال باطل خداؤں پر سہارا لینے کا ہوتا ہے۔ یہ جھوٹے خدا بھی کس کام کے، نہ تو کسی اپنے پجاری کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان، نہ کسی کو پناہ دے سکتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی حفاظت کرسکتے ہیں۔ فرعون کا تخت و تاج، قارون کا مال و زر، بادشاہوں کے خزانے

www.drhasanrizvi.com

اور محلات وغیرہ یہ سب مکڑی کے جالے کی طرح کمزور و ناپائیدار ہیں جو حوادثِ زمانہ کا مقابلہ نہیں کر پاتے، اس لیے قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتے۔

لیکن جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ پر ایمان اور توکل کو اپنی پناہ گاہ اور سہارا بنا لیا ہے، اُن کا سہارا مضبوط اور پائیدار ہے، ابدی اور سرمدی ہے کیوں کہ خدا خود ابدی حقیقت ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ مکڑی کے جالے کا ہر تار چار تاروں سے مل کر بنا ہوتا ہے، پھر اُن چاروں تاروں میں سے ہر تار ایک ہزار تاروں سے مل کر بنا ہوتا ہے جن میں سے ہر تار مکڑی کے جسم کے ایک لب میں چھوٹے سے سوراخ سے نکلتا ہے۔ اسی لیے یہ گھر سب سے کمزور ہوتا ہے۔ جھوٹے خدا بھی اسی طرح کمزور، بے جان اور ناپائیدار ہوتے ہیں۔

*...... (تفسیر نمونہ)

* پرانے صحیفوں میں ہے کہ "جو لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں تو اُن کی یہی راہیں ہوتی ہیں لیکن اُن کی ریاکاری کی تمام اُمیدیں توڑ دی جاتی ہیں۔ اُن کی اُمیدوں کی جڑ کٹ جاتی ہے اور اُن کی اُمیدیں مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہوتی ہیں۔"

*...... (ایوب ۸ – ۱۴)

* غرض کوئی گھر مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جھوٹے خدا بالکل کمزور اور بودے سہارے ہیں۔

*...... (تفسیر صافی ص ۳۸۶)

* حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خدا مشرکوں سے فرما رہا ہے کہ ساری کائنات کے مالک و مختار خدا کو چھوڑ کر بالکل بے اختیار بندوں اور خیالی معبودوں کے بھروسے پر جو امیدوں اور توقعات کا گھروندا بنا رکھا ہے اُس کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ *...... (تفہیم القرآن)

* درحقیقت جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ کو دل سے مانا اُس نے وہ مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔
(سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۶ الکرسی۔ پارہ ۳)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾

حقیقتاً اللہ اُس چیز کو خوب جانتا ہے جسے یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جبکہ (خدا) تو وہ ہے جو زبردست طاقت والا (عزت والا) اور بڑی ہی سوجھ بوجھ والا (حکیم) ہے۔

★ مطلب یہ ہے کہ : اللہ کو اُن تمام چیزوں کی حقیقت خوب اچھی طرح معلوم ہے جنھیں یہ لوگ خدا بنائے بیٹھے ہیں، اور مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ اُن جھوٹے خداؤں کے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ طاقت اور اختیار کا مالک تو صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، اور اُسی کی تدبیر و حکمت سے نظامِ کائنات چل رہا ہے۔

★ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ اُس کو چھوڑ کر جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں ہیں یعنی بے حقیقت ہیں۔ اور "عزیز" یعنی اپنی قوت کے بل پر کام کرنے والا۔ اور "حکیم" یعنی ہر چیز کا بالکل ٹھیک ٹھیک دانائی کے ساتھ انجام دینے والا صرف "اللہ" ہے۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ اور جو بھی جس کسی کو اللہ کے علاوہ پکارتا ہے، وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ وہ جب بھی اُن لوگوں کی گرفت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ کیوں کہ "عزیز و غالب" ہے لیکن لوگوں کو سوچنے سمجھنے کی دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اور اس لیے جلدی گرفت اور پکڑ نہیں کرتا کیوں کہ وہ حکیم و دانا ہے۔

★...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

(۴۳) اور یہ باتیں یا مثالیں ہیں جنھیں ہم لوگوں (کے سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں، مگر ان کو صرف وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

★ **خداوندِ عالم کا یہ ارشاد کہ:** "مگر اِس کو صرف وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔"
اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا جیسی ذات بھلا مکڑیوں کی مثال کیسے بیان کرسکتا ہے؟ اُن کو بتایا جارہا ہے کہ یہ مثالیں احمقوں کے لیے نہیں، بلکہ صرف علم اور عقل رکھنے والوں کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ وہی اِن مثالوں کو سمجھ بھی سکتے ہیں اور اِن سے سبق بھی سیکھ سکتے ہیں۔
مثال کی اہمیت یا لطافت اُس کے عظیم یا حقیر ہونے میں نہیں ہوتی، بلکہ اِس میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی بات کو کتنا واضح طور پر سمجھاتی ہے۔ بعض اوقات حقیر سی مثال سے عظیم نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ کمزور سہاروں کے لیے مکڑی کے جالے کی مثال عین بلاغت ہے۔ کیوں کہ یہ مثال بے وقعت اور کمزور سہاروں کو بہترین انداز سے واضح کرتی ہے۔ اِسی لیے فرمایا کہ "صرف اہلِ علم قرآن کی مثالوں کو سمجھ سکتے ہیں۔" ★ .... (تفسیر نمونہ)

عقل کا معیار ایک دفعہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِسی آیت کی تلاوت فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: "(حقیقی) عالم وہ ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے عقل رکھتا ہے، خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو اور خدا کی ناراضگی سے ڈرتا بچتا رہتا ہو۔" ★ .... (تفسیر مجمع البیان)

★ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ عقل اور علم سے کام لیتے ہیں اُن سے اولین مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔" (تفسیر صافی ۲/۱۲۹ تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ (۴۴) حقیقتًا اللہ ہی نے آسمانوں
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ اور زمین کو برحق (بامقصد)
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پیدا کیا ہے۔ (یعنی آسمانوں ع ۴ ۱۶
اور زمین کی تخلیق غیر حقیقی تخیّل یا تصوّر نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس
حقیقت ہے جن کو خداوندِ حکیم نے بامقصد پیدا کیا ہے' یا کائینات کا
پورا نظام حق پر قائم ہے' باطل پر نہیں) غرض حقیقت یہ ہے کہ
خدا کی (ساری تخلیقات) ایک عظیم دلیل یا نشانی ہے' ابدی
حقیقتوں کو دل سے ماننے والے مومنین کے لیے۔ (۴۴)

★ خداوندِ حکیم کا ہر کام برحق ہوتا ہے | اگر خدا کسی مکڑی کی مثال بیان کرتا ہے تو
وہ بھی نہایت حقیقت پر مبنی بات ہوتی ہے۔ اس لیے کہ خدا کے لیے کیا مشکل ہے کہ
بڑی چیز کی مثال بیان فرمائے' ہر چیز اُسی کو مخلوق ہے لیکن مکڑی کی مثال بیان کر کے
خدا نے ایک بہت بڑی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

آیت کے آخر میں خدا کی آیتوں اور دلیلوں کے ادراک کو علم اور ایمان قرار دیا گیا ہے
جس قدر علم اور ایمان ہوگا' اُسی قدر خدا کی دلیلیں سمجھ میں آئیں گی۔

دوسری جگہ خدا نے فرمایا: "لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ" (اگر وہ علم رکھتے) (آیت ۴۱)

www.drhasanrizvi.com

پھر آیت ۴۳ میں فرمایا: "وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ" یعنی: ان مثالوں کی نزاکت کا بجز صاحبانِ علم کے کوئی اور ادراک نہیں کرسکتا۔

اور آخری آیت ۴۴ میں ارشاد فرمایا: "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ"

یعنی: "حقیقتاً اس (مثال) میں صاحبانِ ایمان کے لیے بڑی نشانی ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ حق تو جمالِ آفتاب کی طرح روشن ہے، مگر صرف اہل اور بیدار دل ہی حق کی کرنوں کا ادراک کرتے ہیں۔ عقل اور دل کے اندھے حق کی روشنی کو محسوس نہیں کرسکتے۔ حق کے قبول کرنے کے لیے بیدار روح اور قلب سلیم کی ضرورت ہے۔ اگر عقل کے اندھے کافر جمالِ حق کو نہیں دیکھ سکتے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق چھپا ہوا ہے، بلکہ سبب یہ ہے کہ وہ عقل و بصیرت سے کام لینے کو تیار نہیں ہیں۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ∴ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

★ (اقبال)

★ قرآن مجید نے سورۃ الملک میں ارشاد فرمایا کہ جہنمی، جہنم میں جھونکے جانے کے وقت خازنِ جہنم سے کہیں گے: "لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ" (سورۃ ۶۷ آیت ۱۰ پارہ ۲۹)

یعنی: "اگر ہم (اللہ کے رسول کی ہدایات کو) سنتے اور یا عقل سے کام لے لیتے تو ہم جہنمی نہ ہوتے۔"

پھر فرمایا: "فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ" (سورۃ ۶۷ آیت ۱۱) پس انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

★ معلوم ہوا کہ دوزخیوں کا اصل جرم عقل سے کام نہ لینا ہوتا ہے۔ اگر وہ عقل سے کام لیتے تو اللہ کے رسول کی بات سن کر عمل کرتے اور جہنم سے نجاتِ ابدی پاتے اور جنت میں مزے سے رہتے۔

★ ...... (مؤلف)

★ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ کائنات کے پیدا کرنے کا اصل مقصد حق کو ثابت کرنا اور لوگوں کو اپنی ذات و صفات و کمال کی طرف توجہ دلانا ہے۔ ★ ...... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

؎ کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کورِ ذوق ایسا :: کہ بوئے گل سے بھی تجھ کو ملا نہ گل کا سراغ
.... (اقبالؒ)

؎ ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا :: جس پھول کو سونگھتا ہوں، بُو تیری ہے
.... (انیسؒ)

آیت کا مفہوم

خدا کا فرمانا کہ "خدا نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔"

اِس کا مطلب یہ ہے کہ کائینات کا یہ تمام نظام حق پر قائم ہے، نہ کہ باطل پر۔ اِس نظام پر جو شخص بھی صاف ذہن، صاف دل و دماغ کے ساتھ غور کرے گا، تو اُس پر از خود واضح ہو جائے گا کہ یہ زمین و آسمان کوئی وہم و گمان نہیں ہیں، بلکہ ٹھوس حقیقت ہیں۔ یہاں اِس بات کا کوئی امکان ہی نہیں ہے کہ ہر شخص جو چاہے سمجھ بیٹھے۔ اور اپنے وہم و گمان سے جو فلسفہ چاہے گھڑ لے، اور وہ فلسفہ ٹھیک بیٹھ جائے۔ اس کائینات میں صرف وہی چیز کامیاب ہو سکتی ہے جو حقیقت اور واقعے کے مطابق ہو۔ خلافِ واقعہ قیاسات اور مفروضات پر جو عمارت بھی کھڑی کی جائے گی، وہ آخر کار حقیقتوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔ (تفہیم القرآن، تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

اِسی لیے یہ نظامِ کائینات صاف صاف گواہی دے رہا ہے کہ ایک خدا ضرور اس کا خالق مالک ہے اور خدائے یکتا ہی اس کا نظام چلا رہا ہے۔ اِس امرِ واقعہ کے خلاف اگر کوئی شخص اِس مفروضے پر کام کرتا ہے کہ اِس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے۔ یا۔ یہ فرض کر کے چلتا ہے کہ اِس کے بہت سے خدا ہیں، جو نذر و نیاز کا مال کھا کھا کر اپنے عقیدتمندوں کو جو چاہے کرنے کی اجازت اور آزادی کی ضمانت دے چکے ہیں، تو حقیقت اس کے اِن مفروضات کی بدولت بدلنے والی نہیں ہے بلکہ آخرِ کار ایسا احمق مفروضے بنانے والا تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

آخری مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں توحید کی صداقت اور شرک اور دہریت کی نفی واضح طور پر ظاہر ہے۔ مگر اس شہادت کو صرف وہی لوگ پا سکتے ہیں جو انبیاءِ کرامؑ کی تعلیمات کو دل سے

www.drhasanrizvi.com

مانتے ہیں۔ اُن کے انکار کر دینے والوں کو سب کچھ دیکھنے پر بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (تفہیم القرآن)

★ خداوندِ کریم نے اِس آیت میں فرمایا کہ: "ہم لوگوں کو اِس قسم کی مثالیں پیش کر کے سمجھاتے ہیں لیکن سمجھدار لوگ ہی اِس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ صرف آسمانوں اور زمین کا پُر از حکمت و تدبیر تخلیقی کارنامہ ہی ایماندار لوگوں کے سمجھنے کو کافی ہے" کہ اِلٰہ و معبود کارساز و خالق و رازق وہی ذات ہے اور اُسی کو کائنات کے ذرہ ذرہ میں کُلّی و جزوی تصرّفات کا پورا حق حاصل ہے اور سب پر اُس کا ہی اقتدار قائم ہے۔ پس اِن اُمور میں اُس کا کوئی شریک نہیں، لہٰذا وہ دعا، و پکار صرف اُسی کی ذات کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔

البتہ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام کائنات میں بہترین وسیلہ ہیں اور اُن کے وسیلے سے دعا، جلد مستجاب ہوتی ہے۔ کیوں کہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوا کہ:

"کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" یعنی "میں ایک خزانہ مخفی تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔" اور یہاں خلق سے مراد مقربین اور واعظین نے محمدؐ و آلِ محمدؐ لیا ہے جیسا کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" (سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔) پس باقی مخلوق آپؐ کے بعد پیدا کی گئی۔ اور بعد میں پیدا ہونے والی مخلوق کے لیے پروردگارِ عالم کی معرفت کا وسیلہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ چنانچہ چھٹے امام صادقِ آلِ محمدؐ کا ارشاد ہے:

"ہم نے اللہ کی تسبیح کی تو ملائکہ نے ہماری تسبیح کی بدولت اللہ کی تسبیح کی، اور ہم نے لوگوں کو اللہ کی معرفت کرائی، اور اگر ہم اللہ کی عبادت کرنے والے نہ ہوتے تو کوئی عبادت نہ کرتا۔ (اصول کافی)

★ احادیثِ متواترہ کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ کسی بھی باکمال مخلوق کو کمال نہیں ملا سوائے اِن حضرات کے وسیلے کے۔ معلوم ہوا کہ ہر ایک کا داتا اور محسن اگرچہ خود پروردگارِ عالم ہے لیکن محمدؐ و آلِ محمدؐ معرفتِ خالق کا وسیلہ قرار پائے ہیں پس دعا، مناجات میں اِنہی حضرات کو وسیلہ بنانا ضروری ہے، تب دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا کے اوّل اور آخر میں قبولیتِ دعا کے لیے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا جائے۔ (تفسیر انوار النجف) (۹ ۲۰۰۰ء مطابق ۸ ۶ ۱۴۲۱ھ جمعرات)

★ بحمد اللہ آج پارہ ۲۰ کی کتابت مکمل ہوئی۔ کاتب ... جعفر [illegible] ۳۶ بی لانڈھی کراچی